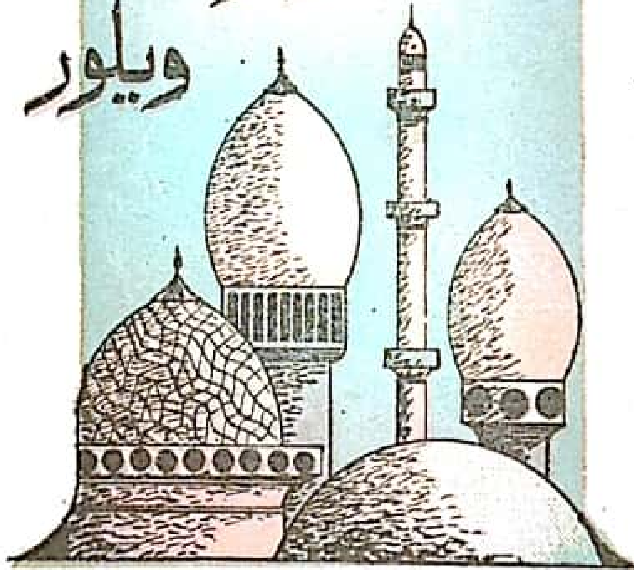
ان اللہ لطیف خبیر

علمی، دینی، اصلاحی اور معلوماتی

ماہنامہ

اللطیف

ویلور



دارالعلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور



إن الله لطيف خبير

اللطیف



تقدس مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد بکر صاحب
قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور



فضیلت مآب حضرت
مولانا ابوالحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری
ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور۔

مدیرانِ مسئول

جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب ایم۔اے استاذ دار العلوم لطیفیہ
افضل العلماء مولوی حافظ بشیر الحق قریشی ادھونی۔بی۔او۔ایل (عثمانیہ یونیورسٹی)
استاذ دار العلوم لطیفیہ۔

١١ شعبان المعظم ١٤٠٠ھ
مطابق
٢٥ جون ١٩٨٠ء
روز چہارشنبہ

نمائندگانِ طلباء:۔

مولوی سید منیر محی الدین لطیفی نندلور ــــ متعلم مولوی فاضل۔ سال دوم
مولوی بشیر احمد لطیفی چتور متعلم مولوی فاضل۔ سال دوم
مولوی محمد فاروق اعظم یادگیر۔ متعلم مولوی فاضل۔ سال اول

مطبوعہ الیکٹرک قومی پریس بنگلور ۲

فہرست مضامین سالنامۂ اللطیف ۱۴۰۰ھ



شَهِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ

خالق ہے کوئی، ارض و سما شاہد ہے
اَنْتَ کے لئے اپنا اَنَا شاہد ہے
اس پر بھی، اگر کوئی نہ مانے نہ سہی
خود اپنے وجود پر، خدا شاہد ہے

حضرت امجد رح حیدرآبادی



ای طالب خدا اگر چاہتا ہے وصل محبوب
ہو تابع شریعت کر اس کوں اپنا مطلوب

اطلاق ہور تقیید ہیں شرع کے مراتب
اطلاق بن تقیید عشاق کن ہے معیوب

اطلاق شرع حاصل ارشاد پیر سوں کر
بن پیر کے شرائع ہیں سب گماں سوں محجوب

یوں سرِ عشق ہے تو کر کاملاں سوں حاصل
اسرارِ عشق سارے پیراں طرف ہے منسوب

ہیں سلبی و ثبوتی مطلق صفات حق کے
اطلاق بوج ان کا یوں گی ہوا ہے مسلوب

آپس کی ذات کا اسم اسما ہیں حق چھپایا
اسماء حجب ہیں اس کے ناداں ہے اس سو محسوب

اطلاق اسم کا جب تیرے اپر کھلیگا
تجہ اسم حق دسیگا کیا خشک ہور مرطوب

ہر ذرہ فی الحقیقت ہے دوست کی حقیقت
اس رمز کوں سمج توں ہے رمز نادر اسلوب

ارباب کا ہے رب رب مربوب ہر ذرہ ہے
معنے میں عین رب ہے ارباب ہور مربوب

اسفل طرف گذر ہے محجوب کا ہمیشہ
اس کوں نجات عرفاں کا سوں لگینگے مرغوب

صحبت سوں ملحداں کی کر اجتناب قربیؔ
احوال ملحداں کا عالم منے ہے مقلوب

عطیہ: مولانا ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قادری مد ظلہ العالی المعروف بہ میراں پاشاہ صاحب

افتتاحیہ

اسلامی تاریخ اپنی عمر کے چودہ سو سال مکمل کر چکی ہے اور بہت جلد ہماری زندگی میں وہ لمحات اور ساعات داخل ہونیوالے ہیں جن سے پندرھویں صدی کا آغاز ہوگا اور نامعلوم عالم اسلام اس نئی صدی سے کیا کیا حسین وجمیل توقعات وابستہ رکھا ہے۔ لہٰذا زندگی کے اس نئے موڑ پر ہم یہ پیغام پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کی حقیقی فلاح وبہبودی اس میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پہ کامل ایمان رکھے اور اس ایمان کے اقتضاء کے مطابق عمل صالح کرتا رہے، اور معاشرہ میں بھلائیوں کا پرچار اور برائیوں کا انسداد کرتا رہے۔ اور انسانی زندگی کے پچھلے ادوار شاہد ہیں کہ جب بھی وہ مذکورۂ بالا صفات سے خالی رہی تو عالم انسانیت، تباہی وبربادی اور نقصان وخسران سے دوچار رہی اور ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئیے کہ انسانوں نے جس چیز کا نام فلاح رکھ چھوڑا ہے وہ دراصل فلاح نہیں ہے بلکہ اسی دنیا میں اس کا انجام خسارہ ہے۔ اقبالؒ نے سچ کہا ہے ؎۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

موجودہ دور میں ملت اسلامی کے بیشتر افراد مغربی تہذیب وتمدن اور جدید فلسفوں اور نظاموں سے متاثر ہوکر یہ سوچنے لگے کہ ہم ان کی پیروی وتقلید کے ذریعہ فلاح وکامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں لیکن ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئیے کہ اس امت کی ساخت ہی ایمان اور نبیؐ کی محبّت وطاعت پر ہوی ہے لہٰذا جب کبھی اس راہ وروش سے ہٹ کر قدم اٹھایا جائے تو ہم فوز وفلاح سے دور اور ذلت وپستی سے قریب ہو جائیں گے۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاخرة من الخاسرین۔ جو کوئی شخص اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے تو اس کا وہ راستہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں ناکام ونامراد رہے گا۔

اور ایک دوسرے مقام پر متبعین کتاب وسنت کو آگاہ کیا گیا کہ جب کسی نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی سے

اپنی زندگی کا دامن داغدار کیا تو وہ گمراہی اور ضلالت میں پھنس گیا ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبینا۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ملک شام میں مسلمانوں سے کہا تھا انکم کنتم اذل الناس فاعزکم اللہ بالاسلام فمہما تطلبوا العز بغیرہ یذلکم اللہ تم لوگ پستی اور ذلت میں گھرے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بدولت تمہیں عزت عطا فرمائی اور جب کبھی تم اسلام کو چھوڑ کر باعزت مقام حاصل کرنا چاہو گے تو خدائے تعالیٰ تمہیں دیر سویر رسوائی اور ذلت کی جانب ڈھکیل دے گا۔

اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ قرن اول کے مسلمانوں نے ایمان وایقان، خدا پر یقین و توکل اور نبیؐ کی محبت و طاعت کی راہ سے دنیا کے اندر عزت و افتخار، قیادت و سیادت اور قوت و طاقت کو حاصل کیا ہے، لہٰذا ہم اسلام کو پس پشت ڈال کر عالم انسانی کی صف میں کوئی مقام اور مرتبہ و عزت نہیں پا سکتے۔ ہمارے لئے فلاح کا راستہ صرف ایک ہی ہے، اور وہ ہے اسلام ان الدین عند اللہ الاسلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، یعنی (اسلام) وہی طریقۂ حیات و نظام زندگی صحیح و درست ہے۔ اسی راہ پر چل کر یہ ملت دنیوی فلاح اور اخروی نجات سے بہرہ ور ہو سکتی ہے۔ کیونکہ قوم مسلم کی فلاح و بہبود ایمان کے ساتھ مشروط و مربوط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین شکستہ دل نہ ہو اور غم نہ کھاؤ اگر تم مومنین ہو تو تم ہی غالب رہوگے۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا، ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما جس کسی نے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے اپنی زندگی کو آراستہ کیا، یقیناً اس نے عظیم کامیابی حاصل کی۔

حاصل تحریر موجودہ دنیائے اسلام کے حالات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ یہ وقت اس بات کا متقاضی ہے کہ نئی نسل کے قلب میں مضبوط طریقہ سے اسلام کی بنیادیں اٹھائی جائیں، اور ساری دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں میں حکمت و موعظت کے ساتھ اسلام کی ساسی تعلیمات اور اس کے حقائق و نظام سے متعلق یہ اعتماد پیدا کیا جائے کہ اسلام ہر دور اور ہر زمانہ کے جائز تقاضوں کے لئے نئی راہیں فراہم کر سکتا ہے فلا رطب ولا یابس الا ھو فی کتاب مبین ہم نے انسانوں کی فلاح و بہبودی کے لئے اس کتاب مقدس کے اندر ہر چیز جمع کر رکھی ہے۔

اس مادیت پرستی و عقل پرستی کے دور میں ملت کی سب سے عظیم خدمت یہی ہے کہ کتاب و سنت کی تعلیمات کو دلنشین پیرایہ میں عام کر دیا جائے اور دین کی وہ معنوی حقیقت جو عہد نبویؐ و صحابہ میں "احسان" اور دوسری صدی ہجری سے "تصوف" کے نام سے پہچانی گئی ہے، اس کو منقح شکل و صورت کے ساتھ قرآن و حدیث سے اس کے مظہر ہونے کی حیثیت کو نمایاں کیا جائے تاکہ کتاب و حکمت کی تعلیم و تبلیغ کے ساتھ ساتھ نبی کریمؐ کا دوسرا فرض (ویزکیہم) جو تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب سے متعلق تھا، وہ بھی ادا ہوتا رہے۔

کیونکہ جذبات وخیالات میں حلاوت ایمانی کی آمیزش اسی وقت ممکن ہے کہ لوگوں کے دلوں کو پیغمبرانہ تربیت کی نہج سے مانجھ دیا جائے۔ جب تک دل کی دنیا نہیں بدلتی باہر کی دنیا میں کوئی تبدیلی رُونما نہیں ہوسکتی۔ یہی سبب تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے انسانوں کے ذہن ودل اور مزاجوں کی اصلاح کی اور صالح ترین افراد کو تیار فرمایا۔ چنانچہ اسی افراد سازی کا فیضان تھا کہ چراغ سے چراغ جل اٹھے اور عالم اسلام میں ایسے بے شمار صالحین اور عارفین ابھرے جنہوں نے اپنے فیض روحانی کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کی دنیا بدل دی اور ان کو ہوائے نفسانی اور تسلط شیطانی کے چنگل سے آزاد کیا۔

چنانچہ آج سے تین سو برس پہلے خطۂ جنوبی ہند میں کفر وشرک کی تند وتیز آندھیاں چل رہی تھیں ایسی مہلک اور غیر ایمانی فضا میں خانوادۂ اقطاب ویلور کے پہلے بزرگ حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری ویلور میں فروکش ہوئے اور خواب میں حضور اکرمؐ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ خلق کی خدمت کے لئے تمہیں یہیں رہنا ہے۔ اس مردِ صالح نے بحکم سرور کائنات علم دین کی ایسی شمع جلائی جس کی روشنی آج بھی جویانِ حق کے لئے مشعل راہ ہے۔

آپ کی اولاد وامجاد نے اپنے اپنے دور میں کتاب وحکمت کی تعلیم اور تزکیۂ وتطہیر کے عظیم فرض کی ادائیگی کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا جن کی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ دنیائے جنوب میں ایمان کی خوشبو ہر سو بکھر گئی۔

سید العارفین حضرت مولانا رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن قادری قُربی قدس سرہٗ کی شرعی زندگی کا یہ عالم تھا کہ امور شرعیہ میں سے کوئی امر آپ سے فوت نہیں ہُوا اور تازیست باترتیب[۱] رہے اور کسی معاملہ میں بھی شریعت کی مخالفت کو بالکل ناپسند فرماتے اور ان لوگوں سے ہمیشہ متنفر رہے جو خلاف شرع امور کو اختیار کرتے۔

سیّد السالکین حضرت مولنا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی قدس سرہ، زندگی بھر اتباع سنت کا دامن تھامے رہے۔ آپ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے ساتھ انتہائی عقیدت اور والہانہ شغف تھا۔ اسی قلبی تعلق کا فیضان تھا کہ خواب میں حضور غوث پاک نے آپ کو یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سُن لی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد میں سے جو بھی مسندِ سجادگی پر فائز ہو گا وہ مقام قطبیت سے نوازا جائے گا۔

قدوۃ السالکین حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن قادری محوی قدس سرہٗ استغراق اور محویت کی لذتوں سے لطف اندوزی کے ساتھ ساتھ خلق خدا کو اپنے فیوض وبرکات سے مستفید فرمایا اور اپنی گراں قدر تصانیف کے ذریعہ اہل ظاہر کے لئے سامان تصوف فراہم کیا۔

زبدۃ العارفین حاجی الحرمین حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ قطب ویلور قدس سرہٗ نے کتاب وسنّت کی تبلیغ کے ساتھ وسیع پیمانہ پر تزکیۂ نفس کا عظیم کام انجام دیا۔ اور تقریباً سات لاکھ لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ اور آپ کے خلفاء کا تجدیدی کارنامہ جنوبی ہند کی دینی و ملّی

[۱] صاحب ترتیب اس کو کہتے ہیں جس نے تمام نمازیں وقت پر ادا کی ہوں ۱۲

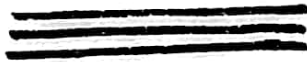
خدمات کا ایک زرین باب ہے۔ آپ کی ہمہ گیر اور پہلو دار شخصیت کا قابل ذکر وصف یہ ہے کہ آپ کو فنا فی الرسول کا مقام حاصل رہا۔ جب آپ روضۂ نبوی پر پہنچے اور اندر داخل ہونا چاہا تو دربان نے منع کیا۔ آپ نے وہیں سے با ادب دست بستہ سلام عرض کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا۔ تعال یا ولدی

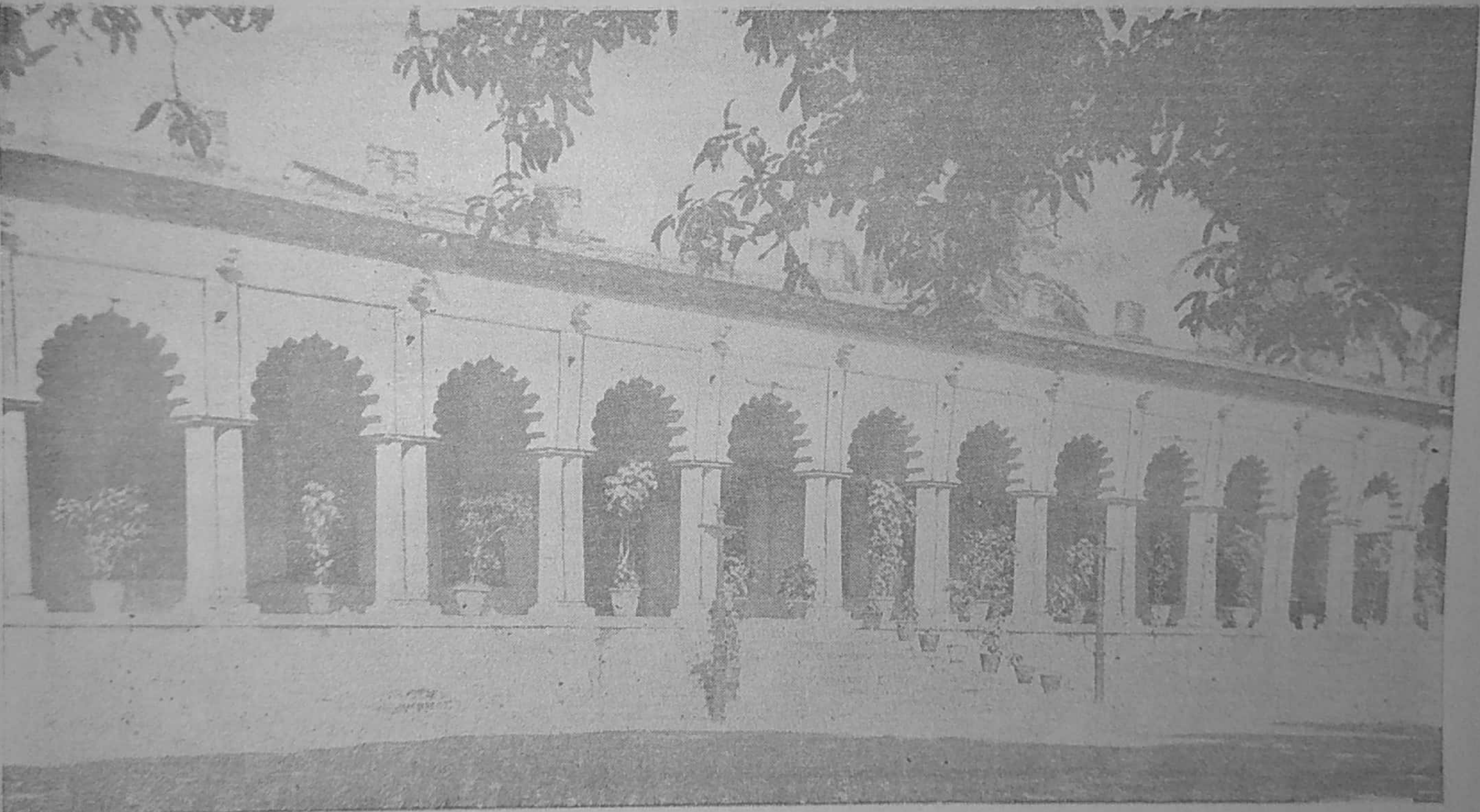
مذکور الصدر صالحین نے اعلاء کلمۃ الحق کے ساتھ ساتھ اپنے پیچھے ذاتی کردار کے ایسے اعلیٰ نمونوں کو چھوڑا ہے جن کے نقوش ہمیشہ نمونۂ عمل بنے رہیں گے۔

الحمد للہ! اس خاندان کے موجودہ حضراتِ کرام بھی اپنے بزرگوں کی طرح دینی ملی خدمات کی انجام دہی میں کوشاں ہیں۔

تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر **قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری** دامت برکاتہم العالیہ، مسند سجادگی پر فائز ہیں۔ اور دار العلوم لطیفیہ کے سرپرست ہیں۔ اور فضیلت مآب مولانا ابو صالح **عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب** قادری مدظلہ العالی دار العلوم کی سرپرستی میں پوری طرح معاونت فرمارہے ہیں اور عزت مآب مولانا ابو الحسن **صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب** قادری مدظلہ العالی ناظم دار العلوم کی حیثیت سے تعلیمی خدمات میں مصروفِ عمل ہیں اور جناب موصوف میں اپنے آباواجداد کی علمی سرمایہ کی نگہداشت اور حفاظت کا ذوق بدرجۂ اتم موجود ہے جس کے نتیجہ میں شعبۂ **دار التصنیف والاشاعت** کا قیام عمل میں آیا۔ چنانچہ اس شعبہ سے حضرات اقطابِ ویلور قدس اللہ اسرارہم کی نادر و نایاب و گراں قدر تصنیفات و تالیفات اور قلمی مخطوطات کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور حضرات اقطابِ ویلور کا برزخی فیضان و تصرف اور موجودہ حضرات کرام کا جذبۂ عمل ہے کہ دار العلوم لطیفیہ کا ترجمان **اللطیف** مکمل بیس سال سے پوری آب و تاب کے ساتھ تمام تر رعنائیوں اور لطافتوں کو سمیٹے ہوئے منظرِ عام پہ آرہا ہے۔ لیجئے اسوقت چودھویں صدی ہجری کا آخری **شمارہ** آپ کے ہاتھوں کی زینت بنا ہوا ہے۔





دارالعلوم لطیفیہ کا شمالی دلکش نظارہ

پیشکش:- سید مرتضیٰ حسین جہانگیر لطیفی ویلوری



اسلام کا تعلیمی نقطۂ نظر انتہائی وسیع اور جامع ہے، اس نے اپنے متبعین کو مفید علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی اجازت کے ساتھ ساتھ بقدرِ ضرورت شرعی و دینی علوم کی تحصیل کو لازمی قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان ہی علوم کی بنیاد پر اسلامی احکامات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات کا دار و مدار رہے۔ یہی وجہ تھی کہ تاریخ اسلام کے کسی بھی دور میں شرعی علوم کے ساتھ تغافل و تساہل کا رویہ نہیں اختیار کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے چند برگزیدہ بندے ایسے ابھرتے رہے، جنھوں نے اسلامی علوم وفنون کی اشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا۔ چنانچہ آج سے تین صدی قبل ایک مردِ صالح حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری نے ویلور میں دارالعلوم لطیفیہ قائم فرمایا، جس کا چشمۂ فیضان آج بھی بہہ رہا ہے اور موجودہ مربیان کرام کی عرق ریزی و جانفشانی کی بدولت روز افزوں ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔

آغازِ سالِ نو

طلبۃ العلوم کا داخلہ اللہ کے فضل و کرم سے مورخہ ۱۵ر شوال المکرم سنہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۸ر اکتوبر سنہ ۱۹۷۹ء بروز شنبہ ہوا۔

دورۂ حدیث

تقدس مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی مخلصانہ دعاؤں سے امسال دورۂ حدیث کا آغاز مورخہ ۲۴ر شوال المکرم سنہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۷ر ستمبر سنہ ۱۹۷۹ء کو خانقاہ عالیہ قطبیہ میں ہوا۔ نیز مورخہ ۲۵ر رجب المرجب سنہ ۱۴۰۰ھ مطابق جون سنہ ۱۹۸۰ء کو بروز دوشنبہ ہوا۔ اعلیٰحضرت قبلہ مدظلہ العالی کی دعاؤں کی برکت سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ادبی افتتاحی اجلاس

انجمن دائرۃ المعارف کے سالانہ ادبی افتتاحی اجلاس کے موقعہ پر جناب مولانا الحاج مولوی سید شاہ عبدالجبار صاحب قادری ناظر مدرسہ باقیات الصالحات ویلور نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے تقریر کی اہمیت و افادیت پر سیر حاصل بحث کی نیز فرمایا کہ دین کی تبلیغ دو طریقوں سے کی جاتی ہے۔ ایک تحریری اور دوسری تقریری۔ تحریر کا میدان محدود ہوتا ہے جس سے صرف علمی طبقہ ہی مستفید ہوتا ہے اور تقریر سے ہر خاص و عام

استفادہ کرتے ہیں۔

بعد ازاں صدر انجمن دائرۃ المعارف وناظم دارالعلوم لطیفیہ حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی نے طلباء کو اپنے گراں قدر خطاب سے مستفید فرمایا۔ سامعین خطابات سن کر بہت محظوظ ہوئے۔

دارالتصنیف والاشاعت

حسب عادت امسال بھی سالنامۂ اللطیف میں حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ العزیز کی تصنیف انیف فصل الخطاب بین الخطاء والصواب کے چند فوائد کا ترجمہ اور آپ ہی کے مکتوبات سے ایک مکتوب مع ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ نیز مخزن السلاسل کے بعض سلسلے اور خوارق حیدریہ کے چند خرقے مع ترجمہ اور کئی ایک تحقیقی مضامین بھی استفادۂ ناظرین کے لئے منظر عام پر آرہے ہیں۔

اسباب صحت

دارالعلوم میں تعلیم وتدریس، تقریر وخطابت، مضمون نگاری وانشاء پردازی کے ساتھ ساتھ دماغی فرحت اور جسمانی راحت کے اسباب بھی مہیا کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ طلباء روزانہ شام کے وقت تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد والی بال۔ بیڈمنٹن۔ ٹینی کا۔ کبڈی وغیرہ مختلف گیمس سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔

نوید مسرت

بحمد اللہ امسال مدرسہ اس یونیورسٹی کے امتحانات افضل العلماء منشی فاضل ادیب فاضل میں اکثر طلباء نے شرکت کی اور انہیں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔

امتحانات

پچھلے سال کی طرح اس سال بھی مورخہ ۲۹ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ م ماہ دسمبر ۱۹۷۹ء بروز پنجشنبہ سہ ماہی امتحانات اور مورخہ ۱۶ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ م ۲۷ ماہ مارچ ۱۹۸۰ء روز دوشنبہ ششماہی امتحانات اساتذہ کرام کی زیر نگرانی ہوئے اور مورخہ ۲۸ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ م ۱۲ ماہ جون ۱۹۸۰ء سے دارالعلوم کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے اور ایک ہفتہ تک جاری رہے اور سالانہ امتحانات کے اکثر پرچے بیرونی علمائے کرام نے تیار فرمایا اور جوابی پرچوں کی تصحیح انہیں سے عمل میں آئی۔

عباپوشی وعطائے اسناد

بزیر صدارت فضیلت مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ العزیز مورخہ ۱۱ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ بروز چہارشنبہ دارالعلوم کا سالانہ اجلاس بڑے پیمانہ پر منعقد ہوا۔ جس میں قابل قدر علمائے کرام اور قابل ترین حضرات مدعو تھے۔

نیز اعلیحضرت قبلہ مدظلہ العالی نے اپنے دست مبارک سے فارغین کو عبا اور اسناد عطا فرمایا۔

تقسیم انعامات

اسی دن شام میں ایک دوسری نشست منعقد

جس میں درسیات، مقالہ نویسی، تقریر و تحریر اور گیمس و اسپورٹس میں اول و دوم درجہ میں آنے والے طلباء کو قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔ نیز عہدیداران کو ان کی خدمات کے صلہ میں مختلف قسم کے انعامات سے نوازا گیا۔

ھدیۂ تشکر:

ہم ان اطباء و ڈاکٹر حضرات کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے موسمی اثرات سے متاثر ہونے والے طلباء پر خصوصی توجہ فرمائی، اور نہایت ہمدردی کے ساتھ ان کی صحت کا خیال فرمایا۔

نیز ادارہ ان مدیران اخبار کا تہِ دل سے مشکور ہے جو اوّلین فرصت میں دارالعلوم کی کارروائیوں کے تمام مراسلات شائع فرماتے رہے۔ بالخصوص ادارہ جناب عبدالمتین صاحب مالک بلیکٹرک قومی پریس بنگلور کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ جنہوں نے ہماری مطلوبہ ضروریات کی اشاعت کو مقدم فرماکر اللطیف پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

ہم اللہ رب العزۃ سے دست بدعا ہیں کہ وہ ان تمام عقیدتمندان دارالعلوم کو دارین کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا درمیانی زمانہ ۵۷۱ سال ہے

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کا درمیانی زمانہ ... ... ۱۷۱۶ سال ہے،

حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کا درمیانی زمانہ ... ... ۵۴۵ سال ہے

حضرت ابراھیم اور حضرت نوحؑ کا درمیانی زمانہ ... تقریباً ۱۰۸۱ سال ہے

حضرت نوحؑ اور حضرت آدمؑ کا درمیانی زمانہ ... تقریباً ۲۲۴۲ سال ہے

اس حساب سے حضور اکرمؐ کی پیدائش اور حضرت آدمؑ کے درمیان ۶۱۵۵ سال کی مدت ہوتی ہے (تاریخ ملت) اور حضور اکرمؐ کی پیدائش سے لے کر موجودہ سال تک کا درمیانی زمانہ ۱۴۵۳ سال پر مشتمل ہے۔ اس لحاظ سے حضرت آدمؑ اور موجودہ سال ولادت تک کا زمانہ ۷۶۰۸ سال پر پھیلا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جوہر القرآن



(تفسیر سورۂ عصر)

وَالْعَصْرِ ﴿١﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿٢﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿٣﴾

زمانے کی قسم، بے شک انسان خسارے میں ہے، سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان سے مشرف ہوئے اور نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔

زمانۂ نزول سورۃ العصر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اس کے مکی ہونے پر جمہور مفسرین کا اتفاق ہے۔ صرف مجاہد اور قتادہ نے اسے مدنی قرار دیا ہے۔ اس سورہ میں ایک رکوع، تین آیات، چودہ کلمات اور اڑسٹھ حروف ہیں۔

سورۃ العصر کے مضامین ایمان، عمل صالح، حق کی نصیحت، صبر کی تلقین۔

اس سورۃ کے اندر یہ بتلایا گیا ہے کہ انسان کے لئے حقیقی فلاح و بہبودی کا راستہ کونسا ہے، جس پر چل کر وہ دنیا میں فوز و فلاح اور آخرت میں نجات حاصل کر سکتا ہے۔

یہ سورۃ بظاہر چند جملوں کا مجموعہ ہے لیکن اسکے اندر حقائق و معانی کی ایک حسین دنیا سجائی گئی ہے اور اس عظیم حقیقت کو بے نقاب کیا گیا ہے کہ انسان صرف ایمان و عمل صالح کی بدولت دنیا و آخرت میں سعادت و نجات کا مستحق ہو سکتا ہے اور انسانی معاشرہ کو اخلاقی انحطاط و زوال اور کردار کی پستی سے اسی وقت بچایا جا سکتا ہے جبکہ اہل ایمان معاشرہ میں حق کی سربلندی کے لئے ہر ممکن جدوجہد کریں اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلوں اور مصیبتوں پر ایک دوسرے کو صبر و ثبات کی تلقین کریں۔

سورۂ عصر کی ان ہی روشن ہدایات و تعلیمات سے متاثر ہونے کا نتیجہ تھا کہ صحابۂ کرام جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو سورہ العصر سنا لیا کرتے تھے۔ اس عمل کی غرض و غایت اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ معاشرہ کے ہر فرد کو اس کی ذمہ داری اور منجانب اللہ عائد شدہ فرض کا احساس دلایا جائے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں لو فکر الناس کلھم فیما الکفتھم لوگ صرف سورۃ العصر کی تعلیمات پر غور و فکر کریں اور عمل پیرا ہو جائیں تو ان کی ھدایت کے لئے یہی ایک سورۃ کافی ہے۔

سورۃ العصر میں خدا نے قسم کیوں کھائی ؟

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھائی ہے کہ انسان درحقیقت خسارہ میں ہے، البتہ اس نقصان و خسران سے مومنین صالحین مستثنیٰ ہیں جو باہم حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے ہیں۔

زمانے کا لفظ ماضی اور مستقبل کے علاوہ گذرتے ہوئے زمانے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، جو انتہائی قلیل مدت میں ماضی کی گود میں چلا جاتا ہے۔ اگر عصر سے مراد گذرتا ہوا زمانہ لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ جو زمانہ اب گذر رہا ہے وہ انسان کے اعمال و افعال کا وقت ہے اور یہی وہ قیمتی وقت ہے جس کو کام میں لاکر انسان جزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جن انسانوں میں یہ چار صفات (ایمان، عمل صالح، حق کی وصیت، صبر کی تلقین) پائے جاتے ہیں ان کا سرمایۂ وقت جیسے جیسے ختم ہوتا چلا جائے گا اسی کے ساتھ آخرت میں جزا و ثواب کے لئے ذخیرہ بھی جمع ہوتا چلا جائے گا۔ البتہ رہ گئے وہ لوگ جن کے اندر مذکورہ صفات کا فقدان ہے، ان کا سرمایۂ وقت تیزی کیساتھ ختم ہو رہا ہے اور اسکے ساتھ آخرت میں بھی ان کے لئے کوئی نصیب اور حصہ نہیں۔ یہی ان کے لئے خسارہ ہے اور زمانہ اس عظیم حقیقت کی شہادت اور گواہی دے رہا ہے کہ صفات مذکورہ سے خالی لوگ دراصل نقصان و خسران سے دوچار ہیں۔

قسم کے معنی

قسم کے معنی شہادت کے ہیں، اور درحقیقت جس کی قسم کھائی جاتی ہے اس کو واقعہ پر گواہ بنایا جاتا ہے اور قسم کا منشا بھی یہی ہوتا ہے، کہ اس واقعہ کی صداقت اور حقانیت ثابت کی جائے، اور خصوصاً اس کا استعمال اس جگہ میں ایک ناگزیر صورت ہے جہاں کسی بات کی سچائی ثابت کرنی ہو اور مخاطب اس کی صداقت کا انکار کر رہا ہو جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مندوبین تبلیغ دین کی خاطر انطاکیہ چلا گئے اور وہاں اس بات کا اعلان کیا کہ ہم تمہاری طرف ہدایت و رہبری کے لئے بھیجے گئے ہیں انا الیکم مرسلون اہل انطاکیہ نے رسول ہونے کے واقعہ کو جھٹلایا تو اس موقعہ پر حضرت عیسیٰ کے مندوبین نے قسم کے ذریعہ اپنے رسول ہونے کی بات کو ثابت کیا ربنا یعلم انا الیکم لمرسلون خدائے تعالیٰ کی قسم ہم لوگ تمہاری جانب ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے قسم کی وجہ یہ بھی ہے کہ مخلوقات میں سے جس کی قسم کھائی جا رہی ہے اس کی فضیلت و عظمت ثابت کرنی مقصود ہے، جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکن (مکہ مکرمہ) کی قسم کھائی لا اقسم بھذا البلد اور ایک دوسری جگہ حضور اکرمؐ کی عمر شریف کی قسم کھائی لعمرك۔ پہلی قسم سے مقام کی عظمت اور دوسری قسم سے شان محبوبیت

کا اظہار مقصود ہے اور ایک دوسرے مقام پر انجیر
اور زیتون کی قسم کھائی والتّین والزّیتون اور اس
سے انجیر اور زیتون کی خوبیاں ثابت کرنی مقصود ہے۔
اور لوگ اس کو بے حقیقت تصور کرتے ہیں لیکن درحقیقت
وہ عظیم چیزیں ہیں۔

اور اس کے علاوہ قسم کھانے کی وجہ ایک اور یہ بھی
بیان کی گئی ہے کہ قسم کھانا اہل عرب کا عام طریقہ تھا جس
کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی ان ہی کے طریقہ کو ملحوظ رکھتے
ہوئے حقائق کا اثبات کیا۔ لیکن ان تمام آراء و خیالات
میں سے صرف یہی ایک رائے قسم کے معنی و مفہوم سے
قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کی قسم اس بنا پر کھائی ہے
کہ وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے جسے ثابت کرنا مقصود
ہے اور دراصل قسم کی وجہ بھی یہی ہے کہ کسی واقعہ کی
تصدیق و صحت کے لئے کسی چیز کو بطور شہادت اور گواہی
پیش کرتے ہیں جیسے ہماری زبان میں عموماً کسی بات کو
ثابت کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ خدا گواہ ہے۔ اللہ
جانتا ہے۔

سورہ عصر کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات
پر قسم کھائی ہے اور کہیں اصول ایمان کے ثابت کرنے کے
لئے قسم کھائی ہے والصّٰفّٰت صفّا۔ فالزّٰجرٰت
زجرا۔ فالتّٰلیٰت ذکرا۔ ان الٰھکم لواحد
ورکہیں توحید کے اثبات کیلئے قسم کھائی ہے فلا
اقسم بمواقع النجوم وانہ لقسم لو تعلمون
عظیم اور کہیں اپنے کلام کی صداقت کے لئے
قسم کھائی ہے: حٰمٓ والکتٰب المبین، انا
انزلنٰہ فی لیلۃ مبارکۃ اور کہیں حضور اکرمؐ کی
رسالت و نبوت کی سچائی و تصدیق کے لئے قسم کھائی ہے
یٰسٓ، والقرآن الحکیم، انک لمن المرسلین
اور کہیں جزاء و عدو وعید کے خاطر قسم کھائی والذّٰریٰت
ذروا، فالحٰملٰت وقرا۔ فالجٰریٰت یسرا
فالمقسمٰت امرا۔ انما توعدون لصادق
وان الدین لواقع۔

فو رب السماء والارض انہ لحق مثل
ما انکم تنطقون۔

زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل
بلیٰ وربی۔ لتبعثن ثم لتنبؤن بما عملتم۔
اور کہیں انسان کی مختلف حالتوں کے بیان کرنے کے
لئے قسم کھائی ہے واللیل اذا یغشیٰ، والنھار
اذا تجلیٰ، وما خلق الذکر والانثیٰ۔ ان
سعیکم لشتّٰی

اور سورۃ العصر میں قسم کھانے کا سبب یہ ہے
کہ زمانہ جو اس کے وجود پر دلالت کرنے والی ایک
روشن نشانی ہے، وہ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ انسان
بڑے خسارہ میں ہے سوائے ان لوگوں کے جن کے
اندر چار صفات جمع ہوں۔

غیر اللہ کی قسم اسلامی نقطۂ نظر سے غیر اللہ
کی قسم کو کفر اور شرک قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضورؐ
اکرم نے صریح لفظوں میں فرمایا: ہر وہ قسم جو غیر اللہ

کہ کھائے جائے وہ شرک ہے۔ عربوں میں باپ کی قسم کھانے کا رواج عام تھا حضور صلعم اکرم نے اس چیز کو حرام قرار دیا۔ ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت عمرؓ کو کسی بات پر باپ کی قسم کھاتے ہوئے سُنا تو ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے منع کیا ہے جس کسی کو بھی قسم کھانی ہو تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ لوگوں سے کہا حضور اکرمؐ کی اس تنبیہ کا یہ اثر ہوا کہ اس وقت سے لے کر آج تک میں نے نہ تو اپنی بات میں اور نہ کسی اور کی بات میں قسم کھائی۔

باپ کی قسم کے علاوہ کعبہ کی قسم کا رواج بھی کثرت سے تھا۔ ایک یہودی نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تم لوگ بھی شرک کرتے ہو۔ یہ معاملہ حضور صلعم اکرم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں! کعبہ کی نہیں، کعبہ والے (خدا) کی قسم کھاؤ۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر نے کسی شخص کو کعبہ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فوراً روک دیا اور کہا کبھی غیر اللہ کی قسم نہ کھاؤ میں نے حضور اکرمؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے بھی غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا۔

غرض حدیثوں میں غیر اللہ کی قسم کھانے کو سختی سے منع کیا گیا کیونکہ قسم اسی کی کھانی چاہیئے جو عظیم ہو اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ عظیم کون ہے جس کی قسم کھائی جا سکے۔

جھوٹی قسم کی ممانعت

اسلام نے غیر اللہ کی قسم کے ساتھ ساتھ جھوٹی قسم کھانے کو بھی منع کیا ہے۔ درحقیقت یہ ایسا عظیم گناہ ہے کہ کوئی مسلمان جس کے دل میں ایمان کی ہلکی سی کرن بھی موجود ہو تو وہ ایسی ناروا حرکت کا مرتکب نہیں ہو سکتا کیونکہ اولاً تو جھوٹ کہنا ہی حرام ہے۔ پھر کسی جھوٹ پر اللہ تعالیٰ کی ذات کو گواہ ٹھہرانا یہ خدائے تعالیٰ کی شان میں کتنی بڑی گستاخی ہو گی جس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور جھوٹی قسم کھانا گویا اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب کو دعوت دینا ہے۔ چنانچہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تین قسم کے آدمیوں کو محبوب رکھتا ہے اور تین قسم کے آدمیوں کو مبغوض رکھتا ہے۔

خدا کے محبوب وہ لوگ ہیں جو پورے اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اپنے جانوں کو نثار کرتے ہیں اور اپنے پڑوسی کے ظلم و زیادتیوں کو صبر کے ساتھ برداشت کر لیتے ہیں، اور رات کے اس حصہ میں جبکہ سارے لوگ گہری نیند میں ہوتے ہیں اور خدا کی رحمت سے دور وہ لوگ ہیں جو فخر و غرور میں مبتلا رہتے ہیں اور احسان جتایا کرتے ہیں۔ اور اپنا مال فروخت کرنے کے لئے بات بات پر جھوٹی قسمیں کھاتے رہتے ہیں۔

قسم کا کفارہ

سیاق میں ہم نے یہ وضاحت کر دی ہے کہ قسم کا مقصد کسی بات کو سچ ثابت کرنا ہے، اور عربوں میں یہ چیز اس قدر عام تھی کہ بات بات پر قسم کھایا کرتے تھے۔ اس کے انسداد کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ تمہاری قسمیں جو بے معنی اور لغو ہیں ان پر تو کسی قسم کا مواخذہ نہیں

کیا جائے گا' لیکن تمہاری وہ قسمیں جن کو تم نے سمجھ بوجھ کر دل کے قصد کے ساتھ کھائی ہیں' ان پر تو ضرور مواخذہ ہوگا لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم واللہ غفور حلیم۔

اور اگر یہ امر ماضی سے متعلق ہو اور وہ جھوٹ ہو تو سزائے آخرت اور عقوبت کے سزاوار ٹھہریں گے' اور اگر وہ مستقبل سے متعلق ہو تو اس قسم شکنی پر کفارہ لازم آئیگا چنانچہ قرآن کریم نے اس کی وضاحت ان لفظوں میں کی ہے۔

لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مسکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام ط ذالک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم ط واحفظوا ایمانکم کذالک یبین اللہ لکم ایتہ لعلکم تشکرون۔

دل کے قصد وارادہ کے ساتھ جو بھی قسمیں کھائی جائیں ان کو پورا کرو' ان کے توڑنے پر یہ کفارہ ادا کرنا ضروری ہے' اور وہ یہ ہے کہ دس مسکین کو کھانا کھلایا جائے اور وہ کھانا اس نوعیت کا رہے کہ جسطرح ہم اپنے اہل وعیال کو کھلایا کرتے ہیں یا کسی مسکین کو کپڑے دیئے جائیں یا کسی غلام کو آزاد کیا جائے۔ اگر تین صورتوں میں سے کسی ایک پر عمل کرنے کی قوت وطاقت نہ ہو تو تین دن روزہ رکھے۔

ایمان کے بغیر عمل کی کوئی حیثیت نہیں

سورہ العصر میں سب سے مقدم ایمان کا ذکر موجود ہے کیونکہ یہ اسلام کی اساس اور بنیاد ہے' جس کے بغیر انسان کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقبول اور پسندیدہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ایسے لوگوں کے اعمال کی حقیقت کو تسلیم نہیں کیا جن کے دلوں میں ایمان نہیں ہے۔

مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد ن اشتدت به الریح فی یوم عاصف لا یقدرون علی شیئ مما کسبوا' ذالک ھو الضلال البعید جو لوگ خدائے تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے ان کے اعمال راکھ کی ڈھیر کے مانند ہے جس کو آندھی اڑا لے جاتی ہے بالکل اسی طرح ان کے اعمال کے ڈھیر کو بھی کفر کی آندھی اڑا لے جاتی ہے' اور وہ لوگ اپنے اعمال سے کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضؓ نے حضور اکرمؐ سے عبداللہ بن جدعان قریشی سے متعلق یہ سوال فرمایا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' عبداللہ نے زمانۂ جاہلیت میں جو نیک کام کئے ہیں کیا اس کے اچھے اعمال کی جزا دی جائے گی؟ حضورؐ اکرم نے جواب دیا نہیں! کیونکہ اس نے کبھی اپنی زبان سے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ تعالیٰ' قیامت میں میرے گناہ بخش دے۔ اور مسلم شریف کی حدیث ہے کہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر ایک کافر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور حضور اکرمؐ سے اس بات کی اجازت چاہا کہ اسے بھی جہاد میں شرکت کا موقعہ دیا جائے۔ حضور اکرمؐ نے پوچھا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو؟ اس نے انکار کیا۔

نبی کریمؐ نے اُسے واپس کر دیا۔ پھر دوسری مرتبہ آپہنچا
اور لڑنے کی اجازت طلب کیا تو اس مرتبہ بھی حضورؐ
اکرم نے یہی سوال کیا کیا تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے
ہو۔ اس نے پھر نفی میں جواب دیا۔ حضور اکرمؐ نے اُسے
واپس فرمایا۔ پھر جب تیسری مرتبہ بارگاہِ نبویؐ میں پہنچا تو
اس کا سینہ اسلام کے لئے کھل چکا تھا۔ فوراً حضور اکرمؐ
سے عرض کیا میں اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتا ہوں۔ اس کے
بعد ہی آپؐ نے اُسے جہاد میں شریک کر لیا۔

ان دونوں حدیثوں سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ اعمالِ
صالحہ سے قبل ایمان کا ہونا شرط ہے جس کے بغیر عمل کی
کوئی حیثیت متعین نہیں ہوتی اور نہ اس پر کسی قسم کی جزا دی
جائے گی۔ اب رہا یہ سوال کہ ایمان کیا چیز ہے۔

ایمان کے معنی

ایمان کے معنی ہیں کسی بات کا زبان سے اقرار کرنا
اور قلب سے اسکی تصدیق کرنا۔ لغت میں اٰمن له کے معنی
ہیں صدقه واعتمد علیه اس کی تصدیق کی اور
اس پر اعتماد کیا۔ اور شریعت میں کن کن امُور کی تصدیق
واقرار مراد ہے۔ اسکی تشریح و بسط، قرآن و حدیث میں
مختلف مقامات پر کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان

ایمانیات کی سب سے پہلی منزل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے
وجود کو دل سے تسلیم کیا جائے اور اس چیز کا اقرار
زبان سے کیا جائے اور اس روشن حقیقت کا غیر متزلزل
یقین پیدا کر لیا جائے کہ صرف وہی ایک رب ہے،
جس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں وقال اللہ
لا تتخذوا الٰهین اثنین انما هو اله واحد
اور اس بات کا عقیدہ رکھا جائے کہ وہی اس دنیا کا خالق
ہے بدیع السموات والارض واذا قضیٰ امرا
فانما یقول له کن فیکون اور وہی اس کائنات
کے نظام کو اسباب و علل کے ماتحت چلا رہا ہے صنع اللہ
الذی اتقن کل شیٔ اور اسی کے دستِ قدرت
میں دنیا و مافیہا کی باگ ڈور ہے اور کوئی چیز اس کے
قبضہ و اختیار سے باہر نہیں ہے۔ وللہ ما فی السموات
والارض وما بینهما یخلق ما یشاء واللہ علیٰ
کل شیٔ قدیر اور اس کے حکم و ارادہ کے بغیر کائنات
کا ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا وله اسلم من فی
السموات والارض۔

اور اس کے ارادہ و خواہش میں کسی کو دخل نہیں،
ان اللہ یفعل ما یشاء۔ وفعال لما یرید۔

اور صرف اسی کی ذات مستحق ہے کہ انسان اس کی عبادت
بندگی اور طاعت بجا لائے واعبدوا اللہ ولا
تشرکوا به شیئا۔ اور صرف وہی قادر ہے،
آسمان و زمین کی تمام مخلوقات اس کے سامنے غلام
ہی بن کر آنے والی ہے۔ ان کل من فی السموات
والارض الا اتی الرحمٰن عبدا

اور وہی بندوں کیلئے حلال و حرام کی تعیین کرنے
والا ہے ان الحکم الا للہ۔ اور اسی کی ذات سے
اعانت طلب کی جائے فاذا استعنت فاستعن باللہ۔

اور اسی کی ذات پر توکل کیا جائے وعلی الله
فلیتوکل المؤمنون' اور زندگی کے نشیب وفراز دونوں
حالتوں کو مشیت الٰہی تصور کریں قد جعل الله لکل
شیئ قدرا اور اسی کی ذات سے زندگی کی ضرورتوں
اور حاجتوں کی تکمیل چاہیں اور اسی سے دعا مانگیں ،
ادعونی استجب لکم۔

اور اس بات کا پختہ یقین رکھا جائے کہ کائنات
کی کوئی چیز بھی اس کی نظر سے چھپی ہوئی نہیں ہے' اور وہ
ہر جگہ موجود ہے۔ وہ سب کچھ دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔
ھو معکم این ما کنتم والله بما تعملون بصیر۔

اور ہمارا کوئی عمل تو درکنار' وہ ہمارے دلوں میں
گذرنے والی باتوں کا بھی علم رکھنے والا ہے ان الله
علیم بذات الصدور۔ اور اس کے علم کی کوئی
انتہا نہیں' وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے ولا یحیطون
بشیئ من علمه۔

اور غیب کا علم صرف اسی کو حاصل ہے وعنده
مفاتح الغیب لا یعلمها الا ھو۔ اور وہی ہمارے
گناہوں کو بخشنے والا ہے ومن یغفر الذنوب الا الله
اور اس کی ذات اسمائے حسنیٰ سے منسوب اور صفات جلالی
جمالی اور کمالی سے متصف ہے الله لا اله الا ھو
له الاسماء الحسنیٰ اور اس کی ذات لیے مثل ومثال
ہے لیس کمثله شیئ۔ اور صرف اسی کی ذات
ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والی ہے کل شیئ ھالك
الا وجهه۔

فرشتوں پر ایمان

ایمانیات کی دوسری منزل یہ ہے کہ فرشتوں کے
بارے میں الله تعالیٰ کی بے شمار مخلوقات میں سے ایک
غیر مادی ذی روح ہونے کا عقیدہ رکھیں۔ عربی میں فرشتہ
کو مَلک کہتے ہیں جس کے لغوی معنی قاصد اور پیغام رساں کے
ہیں۔ خدا کی یہ مخلوق تذکیر وتانیث کی مادی جنسیت
سے عاری اور انسانی خصوصیات اور میلانات سے خالی
ہے اور وہ خدا کی ایسی اطاعت گذار مخلوق ہے' جسے
عصیان وطغیان اور سرکشی وتمرد سے دور کا بھی واسطہ
نہیں اور فرشتوں کو جس کام کا حکم دیا گیا ہے اسی کی تعمیل
میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اس فرض کی ادائیگی میں ان کی
کوئی ذاتی مرضی وارادہ کا کوئی دخل نہیں۔

لا یعصون الله ما امرھم ویفعلون ما
یؤمرون اور ان میں سے ایک کثیر تعداد ایسی ہے جو رات
دن الله تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہے والملٰئکة
یسبحون بحمد ربھم اور ان فرشتوں میں سے
چار ایسے فرشتے ہیں جن کو ایک ایک اہم کام سونپ دیا گیا ہے'
حضرت جبرئیلؑ الله تعالیٰ کی وحی کو تمام انبیائے کرام کے پاس
لاتے رہے اور ان کے اس عظیم فرض کی ادائیگی، سورہ نصر کے
نزول کے ساتھ ہو چکی اور حضرت میکائیل نزول باراں کے
لئے متعین کئے گئے ہیں اور حضرت عزرائیلؑ مخلوقات کی
روح قبض کرنے کے لئے متعین کئے گئے ہیں قل یتوفکم
ملك الموت الذی وکل بکم اور حضرت اسرافیلؑ
صور پھونکنے کے لئے متعین کئے گئے ہیں' اور وہ حکم خداوندی

کے سراپا منتظر ہیں۔

اور بعض فرشتے اور روح القدس اللہ تعالیٰ کے احکامات لئے ہوئے زمین پر اترتے ہیں تنزل الملٰئکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر۔ اور انسانوں کے اعمال وافعال کی نگہداشت کے لئے فرشتوں میں سے دو کو متعین کیا گیا اور وہ بندوں کے ہر عمل کو ضبط تحریر میں لا رہے ہیں وان علیکم لحافظین کراما کاتبین۔

اور دنیا کے اندر رحمتِ خداوندی اور عذابِ الٰہی کو بھی یہی فرشتے لاتے ہیں اور جنت و دوزخ کے سارے معاملات بھی ان ہی قبضے میں دئے گئے ہیں۔ چنانچہ دوزخیوں سے مخاطب ہو کر فرشتے کہیں گے الم یاتکم رسل منکم کیا تمہارے پاس اللہ کے رسول نہیں آئے؟ ادخلوا ابواب جہنم خالدین فیہا ان کی ہدایات کے باوجود تم نے کفر کی روش اختیار کی لہٰذا عذاب کے گھر (دوزخ) میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ اور جنتیوں سے مخاطب ہو کر کہیں گے سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین تم پر سلامتی ہو رحمت سے بھرپور گھر (جنت) میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔

اور اس کے علاوہ دوسرے بہت سے فرشتے حکم خداوندی کے مطابق زمین و آسمان میں مختلف کاموں کو انجام دے رہے ہیں۔

انبیاء پر ایمان

ایمانیات کی تیسری منزل یہ ہے کہ انبیاء پر ایمان لایا جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کے لئے نبوت سے سرفراز فرمایا اور اس منصب کی تحصیل میں ان حضرات کا کوئی ارادہ اور کسب شامل نہیں، بلکہ وہ منجانب اللہ اس کام پہ مامور کئے گئے ہیں —

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اس بات کا پختہ عقیدہ رکھا جائے کہ نبوت کا یہ سلسلہ حضور اکرمؐ پر ختم ہو چکا۔ آپ کے بعد کسی بھی شخص کو کسی بھی حیثیت سے نبی تسلیم نہ کیا جائے وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ وکان اللہ بکل شیئ علیما۔

دنیا کی تمام قوموں میں انبیائے کرام کی بعثت ہوئی جن کی تعداد ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے ولکل قوم ھاد۔

سارے انبیاء کا دین ایک ہی رہا اور ہر نبی نے لوگوں کو کفر و شرک سے اجتناب کی دعوت دی۔ اور توحید سے روشناس کیا۔ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

تلک الرسل فضلنا بعضہم علیٰ بعض اور تمام انبیاء کی نبوت کو تسلیم کیا جائے اور کسی نبی کی تکذیب نہ کی جائے والذین اٰمنوا باللہ ورسولہ ولم یفرقوا بین احد منہم اور تمام نبیوں نے اللہ کے احکامات کو بے کم و کاست بندوں تک پہنچا دیا اور ان نفوسِ قدسیہ سے

یہ عقیدہ رکھیں کہ ان کا دامن ہمیشہ کفر و شرک کی آلودگی سے پاک رہا۔ اور یہ حضرات نبوت سے پہلے اور نبوت ملنے کے بعد گناہوں سے معصوم رہے۔ اور ان انبیاء کی ذات پہ حرف گیری اور تنقید نہ کی جائے اور نہ کسی کی تنقیص کی جائے۔ حتیٰ کہ کسی نبی کی فضیلت کا اظہار اس انداز میں نہ کیا جائے جس سے کسی دوسرے نبی کی تنقیص لازم آ رہی ہو۔

آسمانی کتابوں پر ایمان

ایمانیات کی چوتھی منزل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر نازل شدہ کتاب کی صداقت و حقانیت کو دل کی گہرائیوں سے تصدیق کی جائے اور اسی کو وحی الٰہی کا آخری مجموعہ تصور کیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ کو نبی تسلیم کر لینا ہی آپ پر اتاری ہوئی کتاب کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔ تاہم قرآن کریم پر ایمان لانے کا حکم خصوصیت اور صراحت کے ساتھ اس لئے دیا گیا کہ مسلمان قرآن کے احکامات و حقائق پر عمل پیرا ہو جائیں کیونکہ یہ بات بعید از عقل قرار دی جائے گی کہ آدمی کسی چیز کی تصدیق کرے اور عملاً اس کو جھٹلائے، وآمنوا بما نزل علیٰ محمد۔

قرآن کریم کے علاوہ تمام انبیاء پر نازل شدہ کتابوں اور صحیفوں کو تسلیم کیا جائے قل آمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم اور کسی آسمانی کتاب کی تکذیب نہ کی جائے ورنہ روز قیامت اس جرم کی پاداش میں سخت ترین سزا دی جائے گی۔ الذین کذبوا بالکتٰب وبما ارسلنا به رسلنا فسوف یعلمون اذ الاغلٰل فی اعناقھم والسلٰسل یسحبون۔

قرآن کریم میں اس کے علاوہ آسمانی کتابوں میں سے توریت، زبور، انجیل اور صحف ابراھیمی کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے وآتینا داؤد زبورا وآتیناہ الانجیل فیه ھدی ونور۔ ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم وموسیٰ اور ان کے علاوہ سورہ طٰہٰ کے اندر دیگر صحائف کا اجمالی تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے اولم تاتھم بینة ما فی الصحف الاولیٰ۔

قرآن کریم کی مذکورہ تصریحات کے پیش نظر مسلمانوں پر ضروری ہے کہ جن کتابوں کا نام صراحت کے ساتھ لیا گیا ہے ان کے ناموں کے ساتھ ان کی تصدیق کریں اور جن کتب وصحائف کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے کہ ان پر منجانب اللہ آسمانی کتابیں ہونے کا اجمالاً ایمان لائیں والذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك۔

یوم آخرت پر ایمان

ایمانیات کی پانچویں منزل یہ ہے کہ آخرت کی دل سے تصدیق کی جائے الذین یومنون باللہ والیوم الاخر اور اس طرح سے کہ ہماری موجودہ زندگی چند روزہ ہے اس کے بعد ہمیں ایک دوسری زندگی سے سابقہ پیش آئے گا۔ انسان کی موت کے ساتھ ہی آخرت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اسکی ابتداء قبر سے ہوتی ہے، اور یہیں سے آدمی کے معاملات پر حساب شروع ہو جاتا ہے۔ اس زندگی کا پہلا دور، روز حشر پہ ختم ہو جاتا ہے، اور

دوسرا دَور قیامت سے شروع ہوتا ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں۔ اسی دوسرے دَور کے آغاز پر اللہ تعالیٰ موجودہ دنیا پر عام موت طاری کر دیگا اور حضرت آدم سے لے کر قیامت تک کے انسانوں کو جمع کیا جائے گا۔ وان اللہ یبعث من فی القبور اور اس روز سارے انسانوں کے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا اور جس کے اعمال نیک ہوں جزا دی جائے گی اور جس کے اعمال برے ہوں سزا دی جائے گی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور اس روز ہر آدمی اپنے ہر چھوٹے اور بڑے عمل کو دیکھ لے گا۔ لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصٰھا، اور انسان کا ہر نیک اور برا عمل اس کے سامنے پیش ہوگا۔ یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا وما عملت من سوء۔

قضا و قدر پر ایمان

ایمانیات کے سلسلہ کی آخری کڑی قضا و قدر ہے۔ قضا کے معنی فیصلہ کرنے کے ہیں اور قدر کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق سے قبل ہی اس کے تمام اصول طے کر کے ہر ایک چیز کے بارے میں ایک فیصلہ کر دیا ہے اور اسی فیصلہ قضا و قدر کے مطابق دنیا میں تمام واقعات اور حادثات وقوع پذیر ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن کا کہنا ہے انا کل شیئ خلقنٰہ بقدر۔ ہم نے ہر ایک چیز کو اندازہ سے پیدا کیا ہے، ھو الذی خلقکم من طین ثم قضیٰ اجلا وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا اور پھر ایک وقت کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اسی فیصلہ کی وجہ سے انسانوں میں سے کسی کو عروج، کسی کو زوال، کسی کو دولت، کسی کو افلاس، کسی کو علم، کسی کو جہل، کسی کو صحت، کسی کو بیماری، کسی کو سعادت اور کسی کو شقاوت دی جا رہی ہے۔

لہٰذا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان رکھے اور اپنی کامیابی پر فخر و غرور میں مبتلا نہ ہو جائے اور اپنی ناکامیابی پر مایوسی کا شکار نہ ہو جائے بلکہ نعمتوں پر شاکر اور مصیبتوں پر صابر رہے۔ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ اسی خالق کی مشیت و ارادہ کا تقاضہ ہے۔ قرآن نے اس عقیدہ عظیم کو ان لفظوں میں بیان کیا۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض و لا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا ان ذالک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم۔

حاصل تحریر۔ قضا و قدر کے معاملہ میں انسان نہ مجبور محض ہے اور نہ مختار کل۔ لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ وہ سعی و عمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے کیونکہ ترکِ عمل اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ حضور اکرمؐ نے ہدایت فرمائی ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہر شخص اپنا عمل کرتا رہے۔ ہر آدمی سے وہی کام لیا جائے گا جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اعملوا فکل میسر لما خلق لہ۔

غرض قضا و قدر کی تسلیم سے انسان کا مجبور محض ہونا لازم نہیں آتا۔ اگر انسان بالکل مجبور محض ہوتا تو اس کو کسب و ارادہ اور فعل کی قوت کیوں دی جاتی اور قرآن کریم انسان کو عمل کی طرف دعوت کیوں دیتا۔

وان لیس للانسان الا ماسعیٰ انسان کے لئے بدلہ اتنا ہی دیا جائے گا جتنی اس کی سعی و کوشش ہے۔

من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا وما ربك بظلام للعبید جس کسی نے عمل صالح کیا تو اس کا فائدہ اس کے نفس ہی کے لئے ہے اور جس کسی نے بھی برا عمل کیا تو اس کا وبال اسی کے سر ہے اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر جو چاہے ایمان کی راہ اختیار کرے اور جو چاہے کفر کی روش اپنا لے۔

عمل صالح

سورۃ العصر میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ انسانوں میں سے وہی افراد نقصان و خسران سے محفوظ ہیں جو اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتے ہوے اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ایمان کے ساتھ عمل صالح کے ذکر میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ صرف ایمانیات کا مجرد علم و یقین کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ عمل کا رشتہ بھی قائم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں مختلف مقامات پر ایمان کے ساتھ عمل صالح کے بیان کا التزام کیا گیا اور اہل ایمان کو خصوصیت کے ساتھ دعوت دی گئی کہ ایمان کے مطابق اپنا عمل جاری رکھو۔ اعمال صالحہ میں بڑی وسعت ہے، اسی کے اندر عبادات شامل ہیں۔ خواہ وہ بدنی ہوں یا مالی، اور ان کے علاوہ معاملات اور اخلاق بھی اعمال ہی میں داخل ہیں۔ اعمال صالحہ کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ ان ہی پر دنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات کا انحصار ہے فمن یعمل من الصالحات وھو مومن فلا کفران لسعیہ وانا لہ کاتبون جس کسی نے بھی اچھے عمل کئے اس کی سعی و محنت کو ضائع نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے بدلہ کے طور پر جزا دی جائیگی۔

اما من عمل صالحا فلہ جزاء ن الحسنیٰ۔

اور جنت کی نعمتوں و برکتوں کا حاصل ہونا بھی صرف اعمال صالحہ پر موقوف ہے اور جس کا دامن ان موتیوں سے خالی رہے گا وہ جنت کا مستحق نہیں قرار پا سکتا۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنت الفردوس نزلا۔ زمین کی نعمتوں اور آخرت کی برکتوں کے ساتھ ساتھ ایک عظیم ترین نعمت جس کا بدل ہی نہیں ہے، وہ بھی انسانوں میں ان ہی افراد کو حاصل ہو گی جنہوں نے اعمال صالحہ کو ترک نہیں کیا اور وہ نعمت ہے پروردگار کا دیدار، چنانچہ قرآن نے بشارت دی ہے کہ جس کسی کو بھی اپنے رب کے لقاء و دیدار کی تمنا ہے اس کو چاہیئے، کہ نیک عمل کرتا رہے فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرك بعبادۃ ربہ احدا۔

حق کی وصیت

یہ لفظ قرآن کریم میں باطل کے مقابل استعمال کیا گیا ہے جاء الحق وزھق الباطل ایمان اور عمل صالح کے

کے بعد مزید دو اور صفتیں بیان کی جا رہی ہیں جو خسارے سے بچنے کے لئے نہایت ضروری ہیں، اور ان دونوں صفتوں کا تعلق اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ اور وہ اس حیثیت سے ہے کہ ایمان لانے والے اور عمل صالح کرنے والے یہ ذمہ داری محسوس کریں کہ اسلامی معاشرہ کی صحت کو بگڑنے نہ دیں اور کے ئے حق کی نصیحت کرتے رہیں۔ حق سے مراد ایسی بات ہے جو مطابق عدل و انصاف اور موافق حقیقت ہو اور یہ لفظ اپنے اندر بڑی گہرائی رکھتا ہے، اور اس کے معنی کی وسعت عبادات سے لے کر معاملات اور اخلاقیات کو گھیر لیتی ہے۔ حق کی نصیحت کرنے کا مفہوم یہ ہوگا۔ جو بھی بات خواہ وہ عقیدہ و ایمان سے تعلق رکھتی ہو یا معاملات سے، اس کو علانیہ طور پر پیش کریں۔

اور حق سے مراد، وہ حق بھی لیا جا سکتا ہے جس کا ادا کرنا آدمی پر ضروری ہوتا ہے جیسے خود اپنے نفس کا حق، اللہ تعالیٰ کا حق اور دوسرے بندوں کا حق، اگر مؤخر الذکر معنی مراد لیا جائے تو باہم نصیحت کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ معاشرہ میں جب بھی حق کے مقابل باطل سر اٹھانے لگے تو مؤمنین صالحین کو خاموش تماشائی بن کر نہیں رہنا چاہئے بلکہ حق کی سربلندی اور اسکی توسیع و تبلیغ کے لئے کھڑے ہو جانا چاہئے۔ اور اس طرح سے ان پر لوگوں کا جو حق ہے وہ ادا کر دیں۔ درحقیقت یہ ایسا عظیم حق ہے جس کے ادا کرنے میں تغافل و سستی سے کام لینا، گویا خود اپنے آپ پر عذاب الٰہی کو مسلط کر لیتا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل میں سے بعض افراد نے علانیہ طور پر احکام سنت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حیلوں کے ذریعہ مچھلیوں کے شکار کو جائز کر لیا تو ایک طبقہ جو حیلہ سازی سے خود کو بچائے رکھا لیکن باطل کو ابھرتے دیکھ کر بھی حق کی سربلندی کے لئے کوئی کوشش نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے جب گناہ گاروں پر عذاب نازل فرمایا تو اس کی لپیٹ میں یہ طبقہ بھی آگیا۔ اسی لئے مفسرین نے سورۃ العصر کی اس آیت سے (جس سے حق کی نصیحت کا حکم دیا گیا ہے) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب ٹھہرایا۔

صبر کی تلقین

صبر کے لفظ میں ثابت قدمی، مستعدی، استقامت اور اخلاقی جرأت وہمت سب معنی شامل ہیں۔ اور تلقین صبر کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ حق کی تبلیغ میں جو بھی تکلیفیں پیش آئیں تو ان پر خود صبر کریں اور دوسرے افراد کو بھی صبر کی تلقین کرتے رہیں۔ جو اس راہ میں مصائب جھیل رہے ہیں، اس طرح سے ہر فرد دوسرے فرد کے لئے ہمت بندھاتا رہے تاکہ راہ حق میں ثابت قدمی، بلند حوصلہ، استقامت اور اخلاقی ہمت وجرأت کا مظاہرہ ہو سکے جیسا کہ حضرت لقمان نے بھی اپنے فرزند کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی راہ میں صبر کرنے کی ہدایت فرمائی۔ واصبر علیٰ ما اصابك ان ذالك من عزم الامور۔

اسکے علاوہ ایک عام مفہوم یہ بھی ہے کہ زندگی میں جو بھی مصیبت آئے اسے مشیت الٰہی کا فیصلہ قرار دیتے ہوئے تمام معاملات کو مالک حقیقی کی طرف سپرد کر دینے کیلئے باہم صبر کی تلقین کرتے رہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔



ذیل میں ایسی حدیثوں کو تشریح کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے، جن میں، دُعا کا پہلو غالب ہے اور یہ دعائیں شب و روز کے مختلف مشاغل اور حالات کے موقعہ پر حضورؐ اکرم کی زبان مبارک سے صدور پذیر ہوئی ہیں۔ لہٰذا مسلمان شب و روز کے مختلف احوال اور اوقات میں ان حدیثوں کو پڑھتے رہیں، تو اتباع سنت کی برکت سے ایمان میں شگفتگی پیدا ہوگی۔
بشیر الحق ادھونی

ذکر عبد اللہ بن بسر ان رجلا قال یارسول اللہ ان شرائع الایمان قد کثرت علیّ، فاخبرنی بشیئ اتثبت بہ، قال لایزال لسانك رطبا من ذکر اللہ تعالیٰ۔

حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضورؐ اکرم سے عرض کیا، یارسول اللہؐ! مجھ پر احکام ایمان کی کثرت ہے۔ لہٰذا آپ کوئی ایک ایسا عمل بتلائیے جس پر عمل کرنا میرے لئے کافی ہو جائے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، ہمیشہ تمہاری زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد یقول فی صباح کل یوم ومساء کل لیلۃ بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ثلاث مرات لم یضرہ شیئ۔

حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا، جو بندۂ مومن ہر صبح و شام ان کلمات کو تین مرتبہ پڑھ لے تو کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم۔

نیند سے پہلے حضورؐ کا عمل

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان ینام قال باسمك اللھم اموت واحیاء واستیقظ من مقامہ قال الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور

حضورؐ اکرم جب نیند کا ارادہ فرماتے تو یہ دُعا

پڑھتے اللھم أموت وأحیا اور جب نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو ہمیں موت کے بعد زندگی عطا فرماتا ہے اور اسی کی طرف اٹھایا جائیگا۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا أوی الی فراشہ کل لیلۃ جمع کفّیہ ثم نفث فیھما فقرأ فیھما قل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم یمسح بھما ما استطاع من جسدہ یبدأ بھما علیٰ رأسہ ووجھہ۔ وما اقبل من جسدہ یفعل ذلک ثلاث مرات۔

ہر رات جب حضور اکرمؐ اپنے بستر پر پہنچتے، تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع فرماتے اور سورہ اخلاص سورہ فلق اور سورۂ ناس پڑھتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو سر، چہرہ اور سارے بدن پر پھیر لیتے جہاں تک آپ کا دستِ مبارک پہنچ سکتا۔ اس طرح آپ تین مرتبہ کیا کرتے تھے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قرأ الآیتین من آخر سورۃ البقرۃ فی لیلۃ کفتاہ۔ حضور اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص سوتے وقت سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے تو یہ آیتیں اسکی حفاظت فرماتی ہیں۔

بیداری کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد

حضور اکرمؐ نیند سے بیدار ہوتے تو ارشاد فرماتے الحمد للہ الذی عافانی فی جسدی وردّ علی روحی۔ وأذن لی ذکرہ۔ تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہیں جس نے میرے جسم کو عافیت بخشی اور اس میں روح کو لوٹا دیا اور مجھے اپنے ذکر کا موقعہ عنایت فرمایا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلّمھم من الفزع کلمات اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبہ وشرّ عبادہ ومن ھمزات الشیاطین وان یحضرون۔ حضور اکرمؐ نے لوگوں کو خوف و دہشت سے محفوظ رہنے کیلئے مذکورہ کلمات کے ورد کا حکم فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے کلمات کے واسطے سے اس کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں اور لوگوں کے شر اور شیطان کے وسواس سے اسی کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من تعار من اللیل فقال لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئ قدیر۔ الحمد للہ وسبحان اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ثم قال اللھم اغفرلی او دعاء استجیب لہ۔ فان توضاء وصلی قبلت صلوٰتہ۔

حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص رات

میں نیند سے بیدار ہو جائے تو یہ پڑھے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیئ قدیر اور الحمد للہ سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے، اور خدا سے مغفرت چاہے اور اس سے دُعا کرے تو اس کی دُعا قبول ہو جائیگی، یا بیدار ہونے کے بعد وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہو جائے، اس کی نماز قبول ہو جائے گی۔

خواب دیکھنے کے بعد کیا کیا جائے؟

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الرویا من اللہ والحلم من الشیطان۔ فاذا رأی احدکم شیئاً یکرھہ فلینفث عن یسارہ ثلاث مرات اذا استیقظ، ولیتعوذ باللہ من شرھا فانھا لن تضرہ ان شاء اللہ۔

حضورؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں رؤیا (خواب) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور حلم (بُرا خواب) شیطان کی جانب ہے۔ لہٰذا جب کوئی شخص بھیانک خواب دیکھے تو بیدار ہونے کے بعد تین مرتبہ بائیں جانب تھوک دے اور اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھے ان شاء اللہ کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأی احدکم الرویا یکرھھا فلیبصق عن یسارہ ثلاثا ولیتعذ باللہ من الشیطٰن ثلاثا و یتحول عن جنب الذی کان علیہ۔

حضور اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں، جب تم سے کوئی شخص ڈراونی خواب دیکھے تو بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور تین مرتبہ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھے اور پہلو بدل کر سو جائے۔

گھر میں داخل ہوتے وقت کیا کہا جائے؟

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولج الرجل بیتہ فلیقل حضور اکرم ارشاد فرماتے ہیں، جب آدمی گھر میں داخل ہو رہا ہے تو اسے چاہئے کہ یہ دُعا پڑھے اور سلام کرے۔ اللھم انی اسألک خیر المولج وخیر المخرج بسم اللہ ولجنا بسم اللہ خرجنا وعلی اللہ ربنا توکلنا ثم یسلم علی اھلہ۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا بنی اذا دخلت علی اھلک فسلم یکن برکۃ علیک وعلی اھل بیتک حضورؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں جب کوئی شخص اپنے اہل و عیال کے پاس چلا جائے تو چاہئے کہ وہ سلام کرے تاکہ اس پر اور اس کے گھر والوں پر برکت نازل ہو۔

حزن و ملال کے وقت کیا کیا جائے

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا حزنہ امر قال یا حی یا قیوم برحمتک

استغیث ۔ حضور اکرم کو جب کوئی الم انگیز واقعہ پیش آتا تو آپ یہ دُعا فرماتے یاحی یاقیوم برحمتك استغیث یا حی یاقیوم اے قیوم میں تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوۃ ذی النون اذ دعا بھا وھو فی بطن الحوت' لا الٰہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین. لم یدع بھا رجل مسلم فی شی قط الا استجاب اللہ لہ ۔ حضور اکرم ارشاد فرماتے ہیں حضرت یونس کی دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی، کوئی مسلمان پڑھے تو وہ مقبول و مستجاب ہو گی ۔

دشمن سے مقابلہ کے وقت کی دُعا

حضور اکرم جب کسی قوم سے نقصان کا اندیشہ محسوس کرتے تو یہ دُعا فرماتے اللھم انا نجعلك فی نحورھم ونعوذ بك من شرورھم اور دشمن سے مقابلہ کے وقت حضور اکرم یہ دُعا فرماتے اللھم انت عضدی وانت نصیری بك اجول وبك اصول وبك اقاتل اے اللہ تعالیٰ صرف تیری ہی ذات میرے لئے قوت بازو ہے اور تو ہی دشمنوں کے مقابلہ میں میرا محافظ ہے اور میں صرف تیرے فضل و کرم کے سہارے آگے بڑھ کر حملہ کر رہا ہوں ۔

اور آپ یہ دُعا بھی فرماتے حسبنا اللہ ونعم الوکیل اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید ہمارے لئے کافی ہے' اور وہی ہمارا بہترین محافظ ہے ۔

شیطان کے شر سے بچنے کیلئے خدا کی پناہ

حضور اکرم شیطان کے شر اور فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے یہ دعا فرماتے تھے ۔

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم من ھمزہ ونفخہ ونفثہ ۔ قال عثمان بن ابی العاص قلت یا رسول اللہ إن الشیطان حال بینی وبین صلاتی وبین قرأتی یلتبسھا علیّ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ذاك شیطٰن یقال لہ خنزبٌ فاذا احسنہ فتعوّذ باللہ منہ واتفل عن یسارك ثلاثا ففعلت ذلك فأذھبہ اللہ عنی ۔ حضرت عثمان بن ابی عاص نے حضور اکرم سے عرض کیا یا رسول اللہ! شیطان میری نماز میں حائل ہو جاتا ہے اور وسواس و شبہات میں مبتلا کر دیتا ہے حضور اکرم نے فرمایا اس شیطان کو خنزب کہتے ہیں ۔ جب کبھی تمہیں ایسا محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرو اور تین مرتبہ اپنے بائیں جانب تھوک دو ۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں ۔ میں نے حضور کے ارشاد پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے شیطان کے شر سے بچا لیا ۔

انعام خداوندی حاصل ہونے پر ادائے شکر

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا رأی ما یسرہ قال الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات ۔ واذا رأی ما یسوءہ قال

الحمد للہ علیٰ کل حال ' حضور اکرمؐ اپنے لئے جب کوئی آسانی دیکھتے تو فرمایا کرتے الحمد للہ الذی بنعمت تتم الصالحات تعریفیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس سے تمام نیکیاں پوری ہوتی ہیں ' اور جب اپنے لئے کوئی تکلیف دیکھتے تو ارشاد فرماتے الحمد للہ علیٰ کل حال ' ہر حال میں خدائے تعالیٰ کی تعریف تحمید ہوتی رہے گی۔

مصیبت پہنچنے پر صبر وضبط کا مظاہرہ کیا جائے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لیسترجع احدکم فی کل شیئ حتیٰ فی شسع نعلہ فانھا من المصائب۔

حضور اکرم کا ارشاد ہے ہر چھوٹی بڑی تکلیف پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا جائے حتیٰ کہ جوتے کا تسمہ ضائع ہونے پر بھی ' کیونکہ اس کا ٹوٹ جانا بھی مصیبتوں میں سے ایک ہے۔ قالت ام سلمۃ رضی اللہ عنھا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : مامن عبد تصیبہ مصیبۃ فیقول انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا الا اجرہ اللہ فی مصیبتہ واخلف لہ خیرا منھا۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور اکرمؐ کو یہ فرماتے سنا ' جو بندہ کسی مصیبت کے پہنچنے پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہے اور یہ دعا کرے اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا (اے اللہ تعالیٰ مجھے اس مصیبت پر اجر عطا فرمائے اور اس کے عوض مجھے خیر اور بھلائی عطا فرما)

تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو مصیبت پر صبر کرنے کی وجہ سے اجر وثواب عطا فرماتا ہے اور اس کے بدلہ میں کوئی بھلائی عطا کرتا ہے۔

قرض کی بلا سے کیسے نجات حاصل کی جائے

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان مکاتبا جاءہ فقال انی عجزت عن کتابتی فاعنی قال الا اعلمک کلمات علمنیھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ' لوکان علیک مثل جبل دینا أداہ اللہ عنک؟ قل اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک

حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ ایک مکاتب آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں اجرت دینے سے عاجز آچکا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں تمہیں وہ دعائیہ کلمات سکھلا دیتا ہوں جن کی تلقین حضور اکرمؐ نے فرمائی ہے ' اگر تم اس کو پڑھتے رہو گے تو تمہارا قرض ادا ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ پہاڑ کی طرح ڈھیر ہی کیوں نہ ہو ' یہ دعا پڑھتے رہو اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عن سواک

اے اللہ تو مجھے اپنی حلال چیزیں کافی کردے ' اور تیرے فضل وکرم سے مجھے اسی طرح غنی کردے ' کہ

تیرے سوا کسی کا محتاج نہ رہ سکوں۔

مریضوں کے لئے دعائے صحت

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعوذ الحسن والحسین رضی اللہ عنہما اعیذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے لئے پڑھا کرتے تھے۔ اعیذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان و ھامۃ ومن کل عین لامۃ۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال من عاد مریضا لم یحضر اجلہ فقال عندہ سبع مرات اسأل اللہ العظیم رب العرش العظیم أن یشفیک الا عافاہ اللہ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مریض کی عیادت کی اور سات مرتبہ یہ دعائیہ کلمات پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس مریض کو صحت عطا فرماتا ہے۔

اسال اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیک۔

وعن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعوذ بعض اھلہ یمسح بیدہ الیمنیٰ و یقول حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل کے لئے یہ دعا فرماتے اور اپنا سیدھا ہاتھ مریض پر پھیر دیتے۔ اللھم رب الناس اذھب الباس واشف انت الشافی لاشفاء الا شفاؤک شفاء لا یغادر سقما۔

اے لوگوں کے پروردگار، اس مرض کی تکلیف دور فرما اور شفا عطا فرما، صرف تو ہی شافی ہے۔

عن عثمان بن ابی العاص انہٗ شکا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعا یجدہ فی جسدہ منذ اسلم۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضع یدک علی الذی یألم من جسدک وقل بسم اللہ ثلاثا وقل سبع مرات اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر

حضرت عثمان بن ابی عاص سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میرے جسم میں قبول اسلام کے وقت سے درد ہے۔ حضورؐ نے آپ سے فرمایا، اپنا ہاتھ جسم کے اس حصہ پر رکھو جہاں درد ہے اور بسم اللہ تین مرتبہ پڑھو اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھو اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر۔

زیارت قبور کی دعا

السلام علیکم اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ لکم لاحقون۔ نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ قبرستان میں داخل ہوتے وقت اہل قبور سے یوں خطاب کیا جائے، اس دیار کے مومنین اور مسلمین پر سلامتی ہو، خدا نے چاہا تو ہم بھی تمہارے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنی عافیت اور تمہاری عافیت کے

خواہاں ہیں۔

نزولِ بارش کی دُعا

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت شکا الناس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قحوط المطر فأمر بمنبر فوضع له فی المصلیٰ و وعد الناس یوما یخرجون فیه۔ فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین بدا حاجب الشمس فقعد علی المنبر فکبّر وحمد اللہ عزوجل۔ ثم قال انکم شکوتم جدب دیارکم واستئخار المطر عن ابان زمانه عنکم وقد أمرکم اللہ سبحانه ان تدعوه۔ ووعدکم ان یستجیب لکم ثم قال الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین لا الٰہ الا اللہ یفعل ما یرید اللھم انت اللہ لا الٰہ الا اللہ انت انت الغنی ونحن الفقراء انزل علینا الغیث واجعل ما انزلت لنا قوۃ وبلاغا الی حین۔ ثم رفع یدیه فلم یزل فی الرفع حتی بدا بیاض ابطیه۔ ثمّ حوّل الی الناس ظھرہ وقلب او حوّل رداءہ و رفع یدیه۔ ثم اقبل علی الناس ونزل فصلی رکعتین۔ فانشأ اللہ عزوجل سبحانه۔ وعدت وبرقت ثم امطرت باذن اللہ تعالیٰ۔ فلم یأت مسجدہ حتیٰ سالت السیول۔ فلما رأی سرعتھم الی الکنّ ضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ بدت نواجذہ فقال اشھد ان اللہ علیٰ

کل شیئٍ قدیر وانی عبد اللہ ورسولہ۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ لوگوں نے ایک مرتبہ حضورؐ اکرم سے بارش نازل نہ ہونے کی شکایت کی۔ آپؐ نے عیدگاہ میں منبر نصب کرنے کا حکم صادر فرمایا، اور ایک دن لوگوں کو جمع ہونے کے لئے کہا۔ اس کے بعد حضور اکرمؐ عیدگاہ تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تم لوگوں نے اپنے شہروں میں بارش نازل نہ ہونے کی شکایت کی اور ملک میں قحط سالی کا ذکر کیا اور وقتِ مقررہ پر بارش نہ ہونے کی خبر دی۔

لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اس کو پکارو، اور اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ تمہاری دُعا سن لیگا۔ پھر آپ نے فرمایا تمام تعریفیں اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں، وہی رحمان اور رحیم ہے اور وہی روزِ جزا کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ای اللہ تو ہی معبود ہے اور صرف تو غنی ہے اور ہم محتاج ہیں۔ ہم پر بارش فرما اور ہمیں قوت اور طاقت عطا فرما۔

پھر آپ نے دعا میں اپنے دونوں ہاتھوں کو بہت دیر تک اُٹھائے رکھا یہاں تک کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہوگئی۔ اس کے بعد آپ نے چادر مبارک سمیٹ لی اور لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے اُترے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

اتنے میں بجلیاں کوندنے لگیں اور بارش نازل

ہونے لگی یہاں تک کہ بارش ایک سیلاب کی طرح اُبل پڑا اور لوگ دوڑے ہوئے اپنے گھر جانے لگے۔ نبی کریمؐ اس قدر مسکرانے لگے کہ تمام دندان مبارک دکھائی دئے۔ اور آپؐ نے اس موقعہ پر ارشاد فرمایا انّ اللہ علیٰ کلّ شیئٍ قدیر اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے میں تو اس کا بندہ اور رسولؐ ہوں۔

آندھیاں چلنے کے وقت کیا کیا جائے۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأی ناشئاً فی افق السماء ترك العمل وان کان فی صلاۃ ثم قال اللھم انی اعوذ بك من شرھا، فان مطر قال اللھم صیّبا ھنیئا حضورؐ اکرم جب کبھی آسمان میں بدلی اور تند و تیز ہواؤں کو چلتے ہوئے دیکھتے، تو سب کام چھوڑ دیا کرتے حتیٰ کہ نماز بھی، آپ دعا میں مشغول ہو جاتے اللھم انی اعوذ بك من شرھا اے اللہ تعالیٰ میں ان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، اور اگر بارش نازل ہونے لگتی تو آپ یہ دعا فرماتے:

اللھم صیّبا ھنیئا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الریح من روح اللہ تأتی الرحمۃ، وتأتی العذاب فاذا رأیتموھا فلا تسبوھا واسألوا اللہ خیرھا واستعیذوا باللہ من شرھا۔

حضور اکرم ارشاد فرماتے ہیں۔ ہوا قدرت الٰہی کی نشانی ہے۔ رحمت کا پیام بھی لاتی ہے اور کبھی عذاب بھی لاتی ہے۔ جب بھی ہوائیں چلنے لگیں تو گالیاں نہ دیا کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کا خیر طلب کرو، اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔

حضور اکرمؐ کی عادت تھی جب بھی ہوائیں چلنے لگتیں تو آپ یہ دُعا فرماتے اللھم انی اسألك خیرھا وخیر ما فیھا وخیر ما ارسلت بہ۔ واعوذ بك من شرھا وشر ما فیھا وشر ما اُرسلت بہ۔

اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے اس کا خیر چاہتا ہوں، اور اس میں ودلیعت شدہ بھلائی کا طالب ہوں اور میں اُس خیر کا خواہاں ہوں جو تو اس کے ذریعہ بھیج رہا ہے اور میں تجھ سے اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں اور اس میں جو شر موجود ہے اس سے امان چاہتا ہوں اور اس کے ذریعہ سے تو نے جو شر بھیجا اس سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

بجلیاں چمکنے کے وقت تسبیح پڑھی جائے

کان عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اذا سمع الرعد ترك الحدیث وقال سبحان الذی یسبح الرعد بحمدہ والملٰئکۃ من خیفتہ۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ جب بھی بجلیاں چمکتے ہوئے دیکھتے تو بات چیت بند کر دیتے اور فرماتے سبحان الذی یسبح الرعد بحمدہ والملٰئکۃ من خیفتہ۔

سبحان اللہ! بجلیاں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہیں، اور فرشتے اس کے جلال کی وجہ سے حمد کر رہے ہیں۔

چاند دیکھ کر کیا کہا جائے

حضور اکرمؐ جب بھی نیا چاند دیکھتے تو ارشاد فرماتے: اللہ اکبر۔ اللھم اھلہ علینا بالامن و الایمان والسلامۃ والاسلام والتوفیق کما تحب وترضیٰ ربنا وربک اللہ اے اللہ تعالیٰ تو اس چاند کو ہمارے لئے امن۔ ایمان سلامتی اسلام اور توفیق کے لائق بنا دے جیسا کہ تیری رضا ہے، ہمارا رب اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

آداب سفر

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اراد ان یسافر فلیقل لمن یخلف استودعکم اللہ الذی لا تضیع ودائعہ۔ حضور اکرم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص سفر کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے پیچھے چھوڑنے والوں کے بارے میں یہ دعا کرے استودعکم اللہ تو اللہ تعالیٰ اس کے اہل وعیال کو بلاؤں سے محفوظ رکھیگا۔

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ اذا استودع شیئاً حفظہ۔

حضور اکرم ارشاد فرماتے ہیں، جب کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں چھوڑ دی جائے تو خدائے تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلا قال یا رسول اللہ انی ارید ان اسافر فاوصینی، قال علیک بتقوی اللہ والتکبیر علیٰ کل شرف۔ فلما ولی الرجل، قال اللھم اطولہ البعد وھون علیہ السفر۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور اکرمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میں سفر کا ارادہ کیا ہوں، آپ مجھے وصیت فرمایئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرو اور وقتِ مقررہ پہ فریضۂ نماز ادا کرتے رہو۔

جب وہ آدمی بارگاہِ رسالت سے رخصت ہوا، تو حضورؐ نے اس کے لئے یہ دعا فرمائی: اللھم اطولہ البعد وھون علیہ السفر۔

کسی نئے مقام پہ پہنچیں تو کیا دعا پڑھی جائے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نزل منزلا ثم قال اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق لم یضرہ شیئ حتیٰ یرتحل من منزلہ ذلک۔ حضور اکرم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص کسی نئے مقام پہ ٹھہرے تو یہ دعا پڑھے کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچاتی، یہاں تک کہ وہ وہاں سے چلا جائے اعوذ بکلمات اللہ التامات من

شر ما خلق۔

کھانے کے آداب

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بنی اللہ سَمِّ اللّٰہ وکل بیمینك وکل مما یلیك

حضورؐ اکرم فرماتے ہیں کھانا کھاتے وقت بسم اللہ کہے اور سیدھے ہاتھ سے کھائے اور برتن میں اپنے قریب کے حصہ سے کھائے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا أکل احدکم فلیذکر اسم اللہ تعالیٰ فی أوله۔ فان نسی ان یذکر اللہ تعالیٰ فی أوله فلیقل بسم اللہ اوّله وآخرہ۔

حضورؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں، کھاتے وقت بسم اللہ کہا جائے اور اگر ابتدا میں کہنا بھول جائے تو بسم اللہ اوله وآخرہ کہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیرضیٰ عبدا ان یاکل الاکلة فیحمدہ علیها ویشرب الشربة فیحمدہ علیها حضورؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتا ہے، جو کسی چیز کو کھاتے ہوئے اس نعمت پر اللہ کی حمد بیان کرے اور کوئی چیز پیتے وقت اس نعمت پر اللہ کی تعریف کرے۔

آدابِ سلام

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخلوا الجنة حتی تومنوا، ولا تومنوا حتی تحابوا أفلا ادلکم علیٰ شئ اذا فعلتموہ تحاببتم؟ أفشوا السلام بینکم۔

حضور اکرم ارشاد فرماتے ہیں، تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ۔ اور اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ باہم محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز بتلاؤں جس کے ذریعہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو۔ آپس میں سلام پھیلاؤ۔

قال عمران بن حصین، جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال السّلام علیکم۔ فرد علیه ثم جلس۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر ثم جاء آخر۔ فقال السلام علیکم ورحمة اللہ فردّ علیه۔ فجلس فقال عشرون ثم جاء آخر فقال السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته؛ فردّ علیه فجلس فقال، ثلاثون۔ عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور السلام علیکم کہا۔ حضورؐ نے جواب دیا اور کہا انہیں دس نیکیاں حاصل ہوئیں۔ پھر اس کے بعد دوسرا آدمی آیا اور اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ حضورؐ نے جواب دیا اور کہا انہیں بیس نیکیاں حاصل ہوئیں، پھر اس کے بعد تیسرا آدمی آیا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہا۔ حضورؐ نے جواب دیا اور فرمایا اس شخص کو تیس نیکیاں

حاصل ہوئیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إن أولی الناس باللہ من بدأهم بالسلام۔
حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، بندگانِ خدا میں اللہ کے پاس وہ آدمی اچھے ہیں جو سلام کرنے میں جلدی فرماتے ہیں۔ قال انس رضی اللہ عنہ۔ مرّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی صبیان یلعبون۔ فسلم علیھم حضرت انسؓ فرماتے ہیں، حضور اکرم ﷺ راستہ سے گذر رہے تھے اور بچے کھیلنے میں مصروف تھے آپ نے بچوں کو سلام کیا۔

نکاح کے بعد کی دُعا

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال، لو أن احدکم اذا اتی أھلہ قال بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنّب الشیطٰن ما رزقتنا فقضی بینھما ولد لم یضرہ شیطان أبدا۔ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو یہ دُعا پڑھے اور اگر اس کو بچہ تولد ہوجائے تو شیطان کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطٰن وجنب الشیطان ما رزقتنا۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا تزوّج احدکم امرأة او اشتری خادما۔ فلیقل اللھم انی اسألك خیرها وخیر ما جبلتها علیہ وأعوذ بك من شرّها وشر ما جبلتها علیہ۔
حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، جب کوئی شخص شادی کرے یا خادم حاصل کرے تو اس کو چاہئے کہ یہ دُعا پڑھے: اللھم انی اسألك خیرها وخیر ما جبلتھا علیہ وأعوذ بك من شرّها وشر ما جبلتھا علیہ اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے اس بیوی یا خادم سے بھلائی چاہتا ہوں جو اس کے اندر موجود ہے اور اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جو اس کے اندر پایا جاتا ہے۔

بچوں کے لئے دعائے برکت

قالت عائشة رضی اللہ عنھا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُؤتی بالصبیان فیدعو لھم بالبرکة ویحنکھم حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ لوگ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں بچوں کو لاتے۔ آپ ان بچوں کے حق میں برکت کی دعا فرماتے اور کھجور کو اپنے دانتوں سے نرم فرماتے اور ان کے منہ میں کچھ ڈال دیا کرتے۔

مرغ گدھے اور کتّے کی آواز سننے پر کیا کہا جائے

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم نھاق الحمیر فتعوذوا باللہ من الشیطٰن۔ فانھا رأت شیطانا۔ واذا سمعتم صیاح الدیکة فسلوا اللہ من فضلہ: فانھا رأت ملکا۔ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جب گدھے کی آواز سنائی دے تو اعوذ باللہ من الشیطان الرحیم پڑھا کرو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے اور جب مرغ کی آواز سنائی دے تو اللہ کا فضل طلب کرو کیونکہ وہ فرشتہ

کو دیکھتا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمعتم نباح الکلاب ونہیق الحمیر باللیل فتعوذوا باللہ منھن۔ فانھن یرین ما لا ترون۔

حضور اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں' رات میں جب گدھے اور کتوں کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہو' بے شک وہ جو کچھ دیکھتے ہیں اس کو تم نہیں دیکھتے۔

آداب مجلس

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جلس فی مجلس فکثر فیہ لغطۃ فقال قبل ان یقوم من مجلسہ ذلک۔ سبحانک اللھم وبحمدک واشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک الا کفر اللہ لہ ما کان فی مجلسہ ذلک۔

حضورؐ اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں' جو شخص کسی جگہ بیٹھے اور وہاں گفتگو کرے اور مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے تو اس کے وہ گناہ جو اس نشست میں ہوئے تھے بخش دیئے جاتے ہیں۔ سبحانک اللھم وبحمدک واشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من قوم یقومون من مجلس لا یذکرون اللہ تعالیٰ فیہ الا قاموا عن مثل جیفۃ حمار وکان لھم حسرۃ حضور اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں لوگوں میں سے چند افراد جب ایک جگہ جمع ہوں اور وہ اس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں تو یہ نشست ان کے لئے ندامت کا باعث ہوگی۔

غیض و غضب کیوقت کیا کہا جائے

وقال سلیمان بن صرد کنت جالسا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلان یستبان واحدھما قد احمر وجھہ وانتفخت اوداجہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعلم کلمۃ لو قالھا لذھب عنہ ما یجد لو قال اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ذھب عنہ ما یجد۔

حضرت سلیمان بن صرد فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالتؐ میں بیٹھا ہوا تھا' دو آدمی باہم ایک دوسرے کو برا کہہ رہے تھے اور ایک کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوچکا تھا' اس موقعہ پہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا اگر یہ لوگ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیتے تو غصہ زائل ہوجاتا تھا۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر کیا کہا جائے

حضور اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں' جو شخص کسی آدمی کو مصیبت میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا پڑھے تو وہ اس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا

پیداوار حاصل ہونے پر دعائے برکت

قال ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ اذا رأوا اول الثمر جاؤوا بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا أخذہ رسول اللہ قال اللھم بارک لنا فی ثمرنا وبارک لنا فی مدینتنا وبارک لنا فی مدنا ثم یعطیہ اصغر من یحضر من الولدان۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھلوں کی پیداوار کا پہلا حصہ جب برآمد ہوتا تو لوگ بطور تبرک حضورؐ اکرم کی خدمت میں پیش فرماتے۔ آپ اس میں سے کچھ اٹھا لیتے اور یہ دعا فرماتے اور سب سے پہلے وہ چیز بچوں میں تقسیم فرماتے۔

اللھم بارک فی ثمرنا وبارک فی مدینتا و بارک لنا فی مدنا۔

اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت دے ہمارے پیمانوں میں برکت عطا فرمائے اور ہمارے شہر کی ہر چیز میں خیر و برکت عطا فرمائے۔

نظر بد کیلئے کیا کہا جائے

قال ابو سعید خدریؓ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتعوذ من الجان وعین الانسان حتی نزلت المعوذتان۔ فلما نزلتا اخذھما وترک ما سواھما۔

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں سورۂ فلق اور سورۂ ناس نازل ہونے سے قبل حضورؐ نظر بد کے لئے یہ دعا فرماتے تھے۔ اس کے بعد سے معوذتان پڑھنے لگے۔

حضرت ذوقی کی فارسی شاعری

از ڈاکٹر وحید اشرف صاحب ایم اے۔ پی ایچ ڈی
ریڈر شعبۂ عربی، فارسی، اردو
مدراس یونیورسٹی

حضرت علامہ محی الدین شاہ سید عبد اللطیف المتخلص بہ **ذوقی** نہ صرف خانوادۂ حضرت مکان کی ممتاز ترین ادبی شخصیت ہیں، بلکہ وفور گوئی کے اعتبار سے فارسی ادب کی پوری تاریخ میں ممتاز ترین شعراء کی صف میں آتے ہیں۔ اور اسی لئے حضرت ذوقی کی شاعری کا مطالعہ ایک فارسی کے طالب العلم کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا نظامی، خسرو، یا فیضی کے کلام کا مطالعہ ــــ! اس مختصر سے مضمون میں حضرت ذوقی کی قد آور شخصیت کا پورا تعارف ممکن نہیں۔ اس تحریر کا مقصد آپ کی ادبی شخصیت کی صرف چند جھلکیاں پیش کرنا مقصود ہے۔

قادری سلسلہ کے اس خاندان کے پہلے شخص سید عبد اللطیف قادری بیجاپوری ۱۱۳۸ھ ویلور میں مقیم ہوئے اور یہیں ۱۱۴۹ھ میں وفات پائی۔ بارھویں صدی سے لیکر چودھویں صدی تک اس خاندان کے افراد شریعت و طریقت حدیث، فقہ اور خدمت خلق کے علاوہ زبان و ادب کی بھی گراں بہا خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ اس خاندان کے سب سے پہلے عالم و صوفی جو فارسی شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ وہ سید عبد اللطیف قادری کے فرزند سید ابو الحسن قربی ہیں۔ آپ نہایت ذہین اور طباع تھے، ساتھ ہی ایک بلند پایہ صوفی بھی تھے۔ آپ کے حالات میں آپ کے ایک نہایت ذہین اور لائق شاگرد **باقر آگاہ** نے ایک کتاب تالیف کی ہے جو **تحفۃ الحسن فی مناقب ابی الحسن** کے نام سے موسوم ہے۔ اس کتاب میں اس خاندان کے ابتداء سے لے کر حضرت ذوقی تک کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ حضرت ذوقی باقر آگاہ کے معاصر اور دونوں ہی حضرت قربی کے شاگرد ہیں۔

حضرت قربی کا اردو دیوان چھپ چکا ہے۔ فارسی دیوان کا ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔ آپ کی چند غزلیں اور ایک قصیدہ باقر آگاہ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت قربی کی فارسی شاعری اگرچہ تصوف ہی کے مضامین کی حامل ہے، لیکن زبان و بیان کی شگفتگی، تغزل کی چاشنی اور قلبی واردات کا برجستہ اظہار ان کے پختہ ادبی ذوق کی گواہی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے وہ شاگرد جو شاعرانہ

ذوق بھی رکھتے تھے۔ خصوصیت کے ساتھ شعر وشاعری کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت قربیؔ کی صحبت نے ان کے ذوق کو جلادی اوران کی شاعرانہ صلاحیت کی پوری نشو ونما کی اس دیار میں حضرت قربیؔ کی شخصیت شریعت وطریقت اور فارسی ادب کے ایک روشن مینار کی ہے جس سے یہاں اس راہ کے ہر رہرو نے رہبری حاصل کی۔ تصوف کے مضامین کو شاعرانہ بانکپن عطا کرنا آرٹ اور فن ہے جس سے حضرت قربیؔ واقف ہیں۔ ان کے یہاں تصوّف سے قطع نظر خالص تغزل بھی پایا جاتا ہے۔ جس سے ان کی طبیعت کی شگفتگی اور فطری ذوق شاعری کا پتہ چلتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محض زاہد خشک نہ تھے، فارسی شاعری کے ذریعہ انہوں نے فارسی زبان وادب کو بھی یہاں پروان چڑھایا اور تصوف و اخلاق کی بھی نگہبانی کی۔ ان کی یہ روش ان کے اور سلسلۂ طریقت کی توسیع میں بھی معاون ہوئی۔ معمولی تعلیم یافتہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہر ایک ان کا حلقہ بگوش ہوگیا۔ ان کی غزل کی دلآویزی ہر ایک کو اپنا گرویدہ کرلیتی تھی۔ یہاں ان کے اشعار پیش کرنے کا موقعہ نہیں صرف ایک غزل کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ان کے رنگ کا اندازہ ہوسکے۔ ـــ

بحمداللہ سعادت دارم امشب
کہ مہماں شدست عیارم امشب
رخش گل، چشم نرگس، زلف سنبل
زتاب این چمن گلزارم امشب
ز زلفِ او پس از چندیں شب تار
بدستِ خویش تاری دارم امشب
شود از دولت آں بخت بیدار
رفیقم بخت و دولت یارم امشب
ز ذوق دیدن آں روئے چوں گل
سراپا دیدہ نرگس دارم امشب
دو عالم بر رخش قربیؔ حجاب است
حجاب از پیش او بر دارم امشب

حضرت قربیؔ نے فارسی نثر میں بھی متعدد رسالے لکھے ہیں جن کا تعلق شریعت وطریقت کے مختلف مسائل سے ہے۔ ان رسالوں سے ان کے روحانی تجربات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی زبان بالعموم صاف اور سادہ ہے۔ اس دیار میں فارسی شاعری اور ادب کا جب بھی ذکر ہوگا تو قربیؔ کے ذکر کے بغیر وہ ذکر ناقص رہے گا۔

اس خانوادہ کے اکثر بزرگ اہل علم وفضل ہوئے ہیں اور ساتھ ہی صاحبانِ تصنیف وتالیف بھی لیکن حضرت قربیؔ کے فرزند حضرت ذوقیؔ نے فارسی شاعری میں جو کمال حاصل کیا۔ وہ بعض اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت ذوقیؔ ۱۱۵۱ھ ویلور میں پیدا ہوئے اور صرف ۴۴ سال کی عمر میں ۱۱۹۴ھ میں وفات پائی۔ اس عرصہ میں ان کی ڈیڑھ سو تصنیف کا ذکر ملتا ہے۔ یہ شاعری

تصوف، تفسیر، عروض، فقہ اور دوسرے موضوعات پر حاوی ہیں۔ وہ ایک بلند پایہ صوفی تھے، اور ریاضت شاقہ کے بعد تصوف میں یہ مقام حاصل کیا تھا۔ وہ ایک بہترین مدرس، مفسّر اور مفتی بھی تھے۔ وہ روحانی مرشد بھی تھے، جن کی ذات سے عوام وخواص سب ہی روزانہ مستفیض ہوتے تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ اس کے بعد چودہ یا پندرہ سال کی عمر میں کشتی اور تیر اندازی کی طرف مائل ہوئے اور اس میں مہارت حاصل کرنے کے بعد سولہ سال کی عمر میں پھر پڑھنا شروع کیا۔ فارسی میں کامل مہارت حاصل کرنے کے بعد عربی پڑھنا شروع کیا، اور صرف ونحو عروض معقول ومنقول اور تصوف میں عبور حاصل کیا، پھر سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مسندِ درس وخلافت پر متمکن ہوئے۔ اس مختصر سی عمر میں اتنے کثیر علمی دینی اور روحانی فرائض انجام دینے کے باوجود ایک روایت کے مطابق انہوں نے تین لاکھ اشعار کا گراں بہا سرمایہ چھوڑا ہے، ایک ایسی غیر معمولی بات ہے جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ حضرت ذوقی نے اپنی خدا داد صلاحیت سے وہ علمی ادبی اور روحانی مرتبہ حاصل کیا کہ باقر آگاہ جیسے مردِ آگاہ نے انہیں یگانۂ روزگار کا خطاب دیا۔

حضرت ذوقی کی وفور گوئی، قادر الکلامی اور مختلف علوم وفنون میں درک جس کا اظہار ان کی شاعری میں ہوتا ہے، قدماء کی یاد دلاتے ہیں۔ حضرت ذوقی نے شعر گوئی میں ان تمام شرائط کی پابندی کی ہے، جن کا ذکر نظامی عروضی نے اپنی کتاب چہار مقالہ میں کیا ہے، جس کی ایک شرط یہ ہے کہ شاعری میں قدم رکھنے کیلئے قدماء کے دس ہزار اشعار زبانی یاد ہونا چاہئے۔

نظامی گنجوی کا شرف نامہ تو حضرت ذوقی کے نوک زباں تھا جس کو انہوں نے اس التزام کے ساتھ ازبر کیا تھا کہ ایک سو اشعار روزانہ زبانی یاد کرتے تھے۔

حضرت ذوقی کا ایک نادر کارنامہ ان کا شاہنامۂ اسلام ہے جو معجزِ مصطفےٰ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ سوانح رسول اکرمؐ اور غزوات وغیرہ کے ذکر پر مشتمل ہے۔ اسی طرح کی ایک مثنوی مرزا غالب بھی لکھنا چاہتے تھے جس کا نام انہوں نے مثنوی ابرِ گہربار رکھا تھا، مگر اس کی تمہید ہی ہو سکی تھی اور یہ مثنوی ناتمام رہی۔ حضرت ذوقی کی یہ مثنوی تقریباً ساڑھے سات ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں رزمیہ انداز بھی ہے اور بزمیہ بھی، فلسفیانہ افکار بھی ہیں اور متصوفانہ بھی، واقعہ گوئی بھی ہے اور جذبات نگاری بھی۔ اس لئے اس مثنوی سے نہ صرف سیرت رسولؐ بلکہ شاعر کے مختلف افکار اور نظریات پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ مثنوی بتیس سال کی عمر میں لکھی گئی اور ڈیڑھ ماہ میں مکمل ہوگئی جیسا کہ خود بیان کیا ہے ؎

مستم شد این نامۂ رنجکاہ
بتائید حق در یک و نیم ماہ
دراں وقت کایں نامہ رخ برکشود
فزوں تر ز سی سال عمرم نبود

ذیل کی اس مثنوی میں حضرت ذوقی کے صرف بعض افکار اور اندازِ بیان کے صرف چند پہلوؤں کی طرف اشارے کئے گئے ہیں۔

اس مثنوی میں حمد کے اشعار میں زیادہ تر تصوف کے مسائل کا ذکر ہے۔ جس میں نظریۂ وحدت الوجود کا اثبات ملتا ہے۔ ؎

دراں دیدہ کو بنگرد سوئے تو
بود روی تو پردۂ روی تو

یعنی ہر آنکھ جو تیری طرف دیکھتی ہے، اس آنکھ کے لئے تیرا چہرہ ہی تیرے چہرے پر پردہ ہے۔ یہی آواز بازگشت مرزا غالب کے اردو شعر میں اس طرح سنائی دیتی ہے ؎

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

پھر کہتے ہیں ؎

مرا این دیدہ کو خلق را بنگرد
نخستین فروغ تو ترا بنگرد

یعنے خصوصاً ذوقی کی آنکھ جب مخلوق کی طرف دیکھتی ہے تو سب سے پہلے اسے تیرا ہی نور نظر آتا ہے۔ اس طرح کے بہت سے اشعار مختلف اندازمیں کہے گئے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شئے میں خدا کا جلوہ موجود ہے اور اسی کے نور سے ہر شئے مستنیر ہے۔

چند اشعار اور ملاحظہ ہوں:-

جہاں داورا پادشاہی تراست
ہمہ خادم اندر خدائی تراست

اے دنیا کے مالک بادشاہی تیری ہے۔ سب خادم ہیں اور تو مالک ہے۔

بدیں خوبی افراختی نہ سپہر
برافروختی چہرۂ ماہ و مہر

تو نے اس خوبی سے نو آسمان بلند کیا اور اس میں چاند سورج کے چہرے کو روشن کر دیا۔

توئی کافریدی بدیں آب ورنگ
لآلی بدریا جواہر بسنگ

وہ تو ہی ہے جس نے کہ اس آب ورنگ کے ساتھ دریا میں موتی اور پتھر میں جواہر پیدا کر دیا۔

طلا پاشی مہر رخشاں زتست
گہر ریزی ابر نیساں زتست

چمکتے ہوئے سورج کی طلا پاشی تجھ سے ہے ابر نیساں کی گہر ریزی تجھ سے ہے۔

ز توفیق تو یافت دروقت کاد

تن ناتوان و دلِ ناقرار
کام کے وقت تجھی سے توفیق حاصل ہوتی ہے،
میرے تن کو توانی اور دل کو قرار تجھ ہی سے میسر ہے۔

رہِ تنگ و تاریک نور از تو یافت
دلِ دردمنداں سرور از تو یافت

اس تاریک دنیا میں نور تجھ سے پھیلا ہے اور تاریک قلوب میں تجھ سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔ دردمندوں کے دل کو تجھ ہی سے سرور ملتا ہے۔

خرد بر جمالِ تو شیدا بود
ز ہر ذرہ مہرِ تو پیدا بود

عقل تیرے جمال پر شیدا ہے۔ ہر ذرہ سے تیرا مہر ہویدا ہے۔

چو عالم ہمہ عکسہای تو شد
لقای ہمہ خود لقای تو شد

جب ساری دنیا تیرا ہی عکس ہے تو سب کی دید تیری ہی دید ہے۔

دعائیہ اشعار سے بھی حضرت ذوقی کے صوفیانہ ذوق کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے بیشتر اشعار طلبِ معرفت پر مشتمل ہیں، صرف دو شعر ملاحظہ ہوں ؎

رہ با دمن در نوردم ہمہ
تو من باشی و من تو گردم ہمہ

اے خدا تیرا ہی کے راستہ کو لپیٹ کر گم کر دے تاکہ مجھے صرف تو ہی نظر آئے یہاں تک کہ مجھے اپنی ذات کے وجود کا بھی احساس نہ رہے۔

اسی بات کو پھر دوسرے انداز میں کہتے ہیں ؎

ببود تو فانی شود بود من
جز این نیست مقصود و مطلوب من

اے خدا تیرے وجود میں میرا وجود فنا ہو جائے اس کے سوا میری کوئی خواہش نہیں ہے۔

یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ذوقی کے کمالات نے ان کے بہت سے حاسدین پیدا کر دئے تھے جنہوں نے انہیں بہت اذیت پہنچائی تھی۔

ز سر کوبی خست ناکساں
بخاک او فتادم بچرخم رساں

اے خدا کمینوں کو کمینگی اور ایذا رسانی سے میں خاک میں پڑ گیا ہوں، تو ہی مجھے بلندی عطا فرما۔

اس کے بعد نعت اور معراج کے بیان میں اشعار ہیں۔ معراج کے بیان میں رات کی روشنی، براق کی برق رفتاری اور دیدارِ الٰہی کے ذکر میں جزئیات نگاری اور ایجاز گوئی کا مظاہرہ کیا ہے۔ دیدارِ خداوندی کے بعد رسولِ اکرمؐ کی معراج سے واپسی کا ذکر کرتے ہوئے صرف ایک شعر میں پوری شان و شوکت اور کیفیت و کمیت کا اظہار کر دیا ہے، جس سے شعر انتہائی بلیغ ہو گیا ہے، کہتے ہیں ؎

فرود آمد از آسماں برزمیں
قضا در یسار و قدر در یمیں

آنحضرتؐ آسمان سے زمین پر اس شان سے واپس آئے کہ آپؐ کے بائیں ہاتھ میں قضا اور داہنے ہاتھ میں قدر تھی یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو قضا و قدر کا مالک بنا دیا۔

واقعات کے بیان کے درمیان نبوت کے فرائض، ہادی کی صفات اور دوسرے فضائل اور خود اپنے جذبات دروں کا بھی اظہار کرتے جاتے ہیں۔ اس بات کو کہ جو نبی کی ہدایت کو قبول کر لیتا ہے، وہ غم دوجہاں سے نجات پا جاتا ہے، ورنہ قعرِ غم میں ڈوب جاتا ہے اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ہر آنکس کہ شد راہ او رستہ شدہ
ہر آں کو نہ شد آں روختہ شدہ

حق تعالیٰ جسے سربلندی عطا کرتا ہے وہ دوسروں کو بھی سربلند کرتا ہے اور جس سے اپنا منہ پھیر لیتا ہے، محرومی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

کسی را کہ حق برکشد برکشد
از آں کس کہ رو درکشد درکشد

اس شعر کے ہر مصرعہ میں ایک ہی فعل کی تکرار ہے، مگر ہر فعل کا فاعل اور مفعول دونوں الگ الگ ہیں اور مفعول محذوف بالقرینہ ہے اسمیں تجنیس تام بھی ہے اور ایجاز بھی ہے یعنی شعر خیر الکلام ما قل و دل کا پورا مصداق ہے۔

شود مرہم خستہ در خستگی
جہاں را بگیرد بآہستگی

وہ خستہ دلوں کے لئے مرہم بن جاتا ہے اور دنیا کو رحمت و رافت سے اپنا لیتا ہے۔

مجھے یہ خیال آیا کہ نظامی نے جس موقعہ پر اپنا ایک بلیغ شعر کہا تھا اسے حضرت ذوقی نے کس طرح ادا کیا ہے۔ نظامی کا شعر یہ ہے ؎

چو عنوان گاہ عالمتاب را دید ز تو گوئی سگ گزیدہ آب را دید

یعنی جب عالم کے روشن کرنے والے کے خط کے مضمون کو شاہ ایران نے پڑھا تو اپنی طاقت کے غرور میں وہ غصہ سے پاگل ہو گیا گویا کسی سگ گزیدہ نے پانی دیکھ لیا ہو۔ اس نے نامۂ مبارک کو چاک کر ڈالا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ ایران کو اپنے نامۂ مبارک میں اسلام کی دعوت دی تھی، پانی کا کام ٹھنڈک پہنچانا ہے۔ پانی دماغ اور قلب و جگر کی تسکین کا سبب ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام روح کے قرار کا پیغام ہے لیکن جس شخص کو پاگل کتے نے کاٹ کھایا ہو ٹھنڈا پانی دیکھ کر بھی وہ اور زیادہ پاگل ہو جاتا ہے، بس یہی حالت رحمت عالم صلعم کے پیغام رحمت کو دیکھ کر شاہ ایران کی ہو گئی تھی۔ شاہ ایران کی کیفیت کو نظامی نے ایک تشبیہ مرکب کے ذریعہ نہایت بلیغ انداز میں پیش کیا ہے۔

حضرت ذوقیؔ نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے۔

پس آں نامۂ نامزد را درید
نہ نامہ جگر گاہِ خود را درید

یعنی شاہ ایران نے نامۂ مبارک کو کیا پھاڑا کہ اس نے خود اپنے جگر کے ٹکڑے کر دئے۔ انسان کے جسمانی نظام کو چلانے کے لئے دل اس کے تمام عضووں کو خون سپلائی کرتا ہے اسی خون کی روانی پر سارا جسمانی نظام منحصر ہے۔ لیکن یہ خون خود کہاں سے آتا ہے، جگر یہ خون بناتا ہے جسمانی قوت اور بقا کے لئے جسم کے تمام حصے جگر کے محتاج ہیں۔ شاہ ایران نے خود اپنے جگر کو چاک کر ڈالا یعنی اس نے اپنی سلطنت کے نظام کو خود اپنے ہاتھوں درہم برہم کر ڈالا۔ یہ کام وہی کرے گا جو اپنے ہوش و حواس میں نہ ہو، یا غرور سے مدہوش ہو، یا غصہ سے پاگل ہو، غرور، غصہ اور پاگل پن کی اس کیفیت کے اظہار کے ساتھ جملہ "جگر گاہِ خود را درید" سے اس تاریخی واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے، جو بعد میں ایران میں پیش آیا اور کسریٰ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ حضرت ذوقیؔ کے اس شعر میں ایجاز کا پہلو زیادہ ہے۔ ایک وسیع مضمون کو چند لفظوں میں سمیٹ دیا ہے۔ اس شعر کے بعد شاعر نے اس جملہ "جگر گاہِ خود را درید" کی مزید تشریح یوں کی ہے:

چوں بشنید آں شاہِ دنیا و دیں
کہ زد چاک آں نامہ کسریٰ زکیں

بفرمود کو نامۂ ما درید
درد ملک اورا خدائے مجید

چو زینگونہ فرمود شاہِ انام
بکسریٰ در افتاد کسر تمام

آخری شعر میں الفاظ کسریٰ اور کسر میں تجنیس پیدا ہو جانے سے شعر کا حسن دوبالا ہو گیا ہے۔

غزوات کے ذکر میں شاعر کا رزمیہ انداز نمایاں طور پر اُبھر آیا ہے۔ میدانِ کارزار میں سپاہیوں کا جوش و خروش کمان کی تان اور تیروں کی بارش، گھوڑوں کی ٹاپ اور خنجر و نیزے کی جھنکار، اور ان سب کے اثر سے میدان جنگ کی ہیبتناک تصویر کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ یہاں صرف جنگ بدر کے بیان میں چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں ؎

یکی روز کاندر سوادِ سپہر
درخشید از تیغ گہ تیغ مہر

ایک روز آسمان کی سیاہی میں تیغ کی جگہ سے سورج کی تیغ نمودار ہوئی۔

بجاں شعلہ زد آتش از ہر کنار
کہ اُفتاد در خرمنِ شب شرار

ہر طرف آگ کے شعلے اس طرح بھڑکنے لگے کہ رات کے خرمن میں آگ لگ گئی۔

رسیدند کفار از ہر طرف

دراں قاع صف صف کشیدند صف

ہر طرف سے کفار پہنچے، اور اس میدان میں قطار در قطار صف بستہ ہوئے۔

بمیدان دویدند چوں پیل مست
کمانہا بہ مشت و سنانہا بدست

مست ہاتھیوں کی طرح میدان میں دوڑے۔ انکی مٹھیوں میں کماں اور ہاتھوں میں سنان تھے۔

دراں جنگ آتش بگرداں فگند
تزلزل بگردوں گرداں فگند

اس جنگ میں پہلوانوں میں آگ لگا دی، یہاں آگ سے کنایہ پہلوانوں کے جوش غضب کی طرف بھی ہے اور یہ بھی ہے کہ آتش خنجر سے پہلوانوں کو موت کے گھاٹ اُتار گیا۔

زبس جوش زد خون گردن کشاں
فرو ماندہ اندر شفق زو نشاں

اس جنگ نے آسمانوں میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ مغروروں کے خون سے زمین اسقدر پُر جوش تھی کہ شفق اس کے آگے بے نشان ہو گئی تھی۔

یکی گفت ہاں، دیگری گفت ہیں
ازیں ہین و ہاں گشتہ لرزاں زمیں

ایک نے ہاں کہا، دوسرے نے کہا ہیں، اس ہین و ہاں سے زمین لرزاں تھی۔

ز ابر کف سروراں بے دریغ
بباریدہ باران پیکاں و تیغ

سرداروں کے ہاتھوں کے ابر سے تیغ و پیکان کی بارش ہو رہی تھی۔

ازاں بارش سخت آشوب ناک
ہمی رُست صد فتنۂ نو ز خاک

اس سخت آشوب ناک بارش سے زمین سے سینکڑوں فتنے اُگ رہے تھے۔

زبس گرد برخاست از ہر طرف
زبس آتش کیں برآورد تف

ہر طرف سے بے اندازہ گرد اٹھ رہی تھی۔ جنگ کی آگ سے بے اندازہ تف پیدا ہو رہی تھی۔

چکیدن گرفت آسماں بر زمیں
زمیں شد بجای سپہر بریں

آسماں زمین پہ ٹپکا پڑتا تھا۔ زمین آسمان پہ اٹھ رہی تھی — یعنی زمین و آسمان تہ و بالا ہو رہے تھے۔

ہمہ سنگ پارہ ستارہ شدہ
ستارہ ہمہ سنگ پارہ شدہ

آسمان پہ ستارہ کی طرح اٹھ رہے تھے اور آسمان کے ستارے سنگ پارہ بن کر ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پہ گر رہے تھے۔

کواکب بروی زمیں راہ جو
مواکب بچرخ بریں تیز پو

ستارے ٹوٹ کر زمین کی طرف آ رہے تھے اور جنگی گھوڑے

آسمان کی طرف گامزن تھے۔

مندرجہ بالا اشعار میں انداز بیان نے بھرپور رزمیہ کیفیت پیدا کردی ہے۔ ذیل میں اس رزمیہ کیفیت کا تجزیہ نہایت اختصار سے پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) اشعار میں تجنیس کی صنعت رزمیہ تصویر کشی میں بہت معاون ہوتی ہے۔ تجنیس کی موسیقیت اور آہنگ طبل جنگ یا جنگی ساز کا کام کرتی ہے' جیسے اوپر کے شعروں میں گرد، گردان' اور گردوں' ہیں وہاں' کواکب مواکب وغیرہ۔

(۲) ایک ہی کیفیت کو مسلسل کئی شعروں میں مختلف انداز اور مختلف تشبیہ و استعاروں میں بیان کرنے سے رزمیہ اثر بڑھ جاتا ہے۔ یہ انداز جنگ کی یلغار کی تصویر کشی میں معاون ہوتا ہے۔ مثلاً آخری تین شعر ؎

۱) چکیدن گرفت آسماں بر زمیں
زمیں شد بجای سپہر بریں

۲) ہمہ سنگ پارہ ستارہ شدہ
ستارہ ہمہ سنگ پارہ شدہ

۳) کواکب بروی زمیں راہ جو
مواکب بچرخ بریں تیز پو

(۳) جنگ کا نقشہ کھینچنے کے لئے شاعر تشبیہ و استعارہ کا استعمال کرتا ہے' لیکن یہاں تشبیہات مرکب کا استعمال زیادہ مفید ہوتا ہے۔ مرکب تشبیہات استعمال میں زیادہ شاعرانہ فنکاری اور طباعی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے شاعر کا کمال زیادہ ابھرتا ہے۔ مرکب تشبیہات سے ہر طرح کا کام لیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس موقع پر صرف انہیں تشبیہات کی ضرورت ہوتی ہے جس سے جنگ کی کسی کیفیت کی تصویر کشی ہوتی ہو اور وہ تصویر کشی ایسی ہو کہ قاری یا سامع کی آنکھوں میں پھر جائے۔

(۴) کبھی کبھی صرف ایک لفظ یا ایک مصرعہ سے مختلف کیفیات کی طرف اشارہ کردیا جاتا ہے' پھر اس کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ گویا ایک مصرعہ یا لفظ بہت سی تفصیلات کا عنوان بن جاتا ہے۔ یہ عنوان جنگ کی تیاری یا مزید آمادگی کی کیفیت کی نشان دہی کرتا ہے' جیسے اوپر شعروں میں یہ مصرعہ ؏

ہمی رست صد فتنۂ نو زخاک

(۵) رزمیہ انداز میں مبالغہ سے بھی کام لینا پڑتا ہے لیکن یہ مبالغہ استعاراتی ہوتا ہے جس کے بغیر انسان نہ تخئیل کا مکمل اظہار کرسکتا ہے' نہ خود اپنے جذبات کی بھرپور وضاحت کرسکتا ہے۔ گویا یہ مبالغہ شاعرانہ فنکاری ہے' اور جزو شاعری ہے۔ رزمیہ شاعری میں اسکی ضرورت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں شاعر کی طباعی' جودت ذہن' فنکاری اور اس کی پوری قادرالکلامی کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت ذوقی کے رزمیہ اشعار اس وصف سے معمور ہیں' مثلاً اوپر کے شعروں میں کہ افتاد در خرمن شب شرار

تزلزل بگردوں گرداں فگند۔
چکیدن گرفت آسماں بر زمیں سے لیکر تینوں شعر
حضرت ذوقیؔ کی اپنی اس مثنوی کی قدر و قیمت کا پورا
اندازہ تھا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ۔

غبار است او مایۂ انبساط
اشارات او دادہ جاں را نشاط
خضر در سوادِ حروفش چو دید
از آں ظلمتش آبِ حیواں چکید
چو او نیست لعل یگان جہاں
جہانی ز جان است و جانِ جہاں
نگاہی بکن اندریں بحر ژرف
کہ ہر قطرۂ اوست دُرّ شگرف

نظم کو حضرت علیؓ کی مدح پر ختم کیا ہے۔ حضرت ذوقیؔ
فرماتے ہیں کہ مجھے تذبذب تھا کہ یہ نظم مکمل ہو سکے گی یا نہیں
لیکن حضرت علیؓ کی روحانیت نے میری مدد کی اور میں
اس کام کو پورا کر سکا۔

بتاسیس ایں روضۂ دلپذیر
نبود اعتمادی مرا بر ضمیر
بتائیدِ کردارِ والا نژاد
همی داشتم روز و شب اعتماد
علی ولی شیر بہ خواہ موز
کہ از عیب او شد عدو پشت کوز
بمیداں کیں از حسام چو مہر
تپ لرزہ افگندہ اندر سپہر
ز تقبیل درگاہ او ہر سحر
شہ آسماں را بچرخ است سر
ز گردی کہ از راہ او خاستہ
فلک دیدۂ انجم آراستہ
من از جان و از دل بدام وی ام
غلامِ غلامِ غلام وی ام
سر ذوقیؔ خستہ بر خاک اوست
دل و جان او بند فتراک اوست

اس مثنوی و خمسہ کی مثنویوں کے علاوہ حضرت ذوقیؔ
نے اور بھی کئی مثنویاں لکھی ہیں۔ ان میں سے کچھ پائی جاتی
ہیں۔ حضرت ذوقیؔ کے قصائد کے دو مجموعوں کا پتہ چلتا ہے
ان میں سے ایک دیوان راقم الحروف کو مل سکا ہے۔ اس دیوان
کے قصائد بیشتر خاقانی، انوری، سلمان ساوجی اور عرفی
کے قصائد کے تتبع میں لکھے گئے ہیں۔ اس کا پہلا قصیدہ
۲۹۵ اشعار پر مشتمل ہے جیسا کہ قصیدہ کے آخر میں الگ سے
اس تعداد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن چند اشعار کم
ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ورق یا بعض اوراق
اس مجلد مجموعہ سے گم ہو چکے ہیں۔

یہ قصیدہ صرف انیس ۱۹ سال کی عمر میں لکھا گیا ہے
جیسا کہ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے: ۔ ؎

بسال یکصد و ہفتاد بر ہزار نمود
بوستان جہاں ایں چنیں گل رعنا

یعنی سنہ ۱۱۷۰ھ میں یہ قصیدہ لکھا گیا۔ اسوقت حضرت ذوقؔ کی عمر ۱۹ سال سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن اس عمر میں وہ ایک وفور گو مشاق شاعر کی حیثیت سے مشہور ہو چکے تھے۔ اس قصیدہ میں وہ لکھتے ہیں ؎

ازبسکہ لولوی لالا فشانم از خاطر
سحاب می شود از سورت حیا شتا (شتی)

میں اپنی طبیعت سے بے اندازہ روشن موتی بکھیرتا ہوں۔ جیسے دیکھ کر بادل شرم کی شدت سے پراگندہ ہو رہا ہے۔

منم امیر جہان سخن بتاج کمال
چو من اکا ز براعت شدن کرا یا یار

میں شاعر کی دنیا کا بادشاہ ہوں اور میرے سر پہ کمال کا تاج ہے۔ میری طرح فضل و دانش اور فصاحت و بلاغت کے زر و جواہر کی کان بننے کا یارا کسی میں نہیں ہے۔

مرا سزا است سخن گفتن و گہر سُفتن
کہ نیست در بر ہر مفلسی مہین خارا

شعر کہنا لفظ و معنی کی موتی پرونا میرا حصہ ہے، ہر مفلس کو زیب تن کرنے کے لئے قیمتی خارا کپڑا میسر نہیں ہو سکتا۔

بصدر شعر چو شبنم، دبیر مکتب چرخ
چو بندہ راست کند پیشِ من دو دیدہ لخا

جب میں شعر کی مسند پہ بیٹھتا ہوں، تو دبیر فلک ایک غلام کی طرح میرا جوتا سیدھا کرنے کے لئے میری طرف دوڑتا ہے۔

بہ جوہ پیش سنگ گہر می فشانم از خاطر
ز بہر مدحت من سنگ می شود گویا

جب میں پتھر کے سامنے اشعار کے موتی بکھیرتا ہوں، تو پتھر بھی میری طرح مدح کرنے کے لئے گویا ہو جاتا ہے۔

پی شنودن شعرم چناں شود مجمع
کہ روز عید شود درمیان شوق منا

میرے شعر سننے کے لئے اتنا مجمع ہو جاتا ہے جیسے منیٰ میں حج کے موقعہ پہ عید کے دن۔

اگر نگاہ من از مہر تا بہ اندر دہ
ہمہ جواہر از ہر شوند سنگ و حصا

اگر میری نگاہِ لطف کے راستہ پر پڑ جائے تو راہ کے سارے پتھر اور سنگریزے روشن و منور جواہر میں تبدیل ہو جائیں۔ یعنی شاعری میں معمولی لفظ میرے استعمال سے آبدار بن جاتے ہیں۔

زبسکہ خاطر من نور می دہد ہر دم
کسی نہ شد شب تار طالب تارا

میری طبیعت ہر وقت اتنی زیادہ روشنی دیتی رہتی ہے کہ اندھیری رات میں لوگ تاروں کی روشنی کے طالب نہیں ہوتے۔

بخوان دانش من صد چو ہرمس و بقراط
ز راہ گدیہ و دریوزہ پہ کنند امعا

میرے عقل کے دسترخوان پہ ہرمس و بقراط جیسے سینکڑوں مجھ سے عقل کی بھیک مانگتے ہیں۔

کرا مجال کہ در پیش من سخن گوید

کجا گداز د الماس سخت دراحشا

کس کی مجال ہے کہ میرے سامنے کوئی سخن گوئی کرے پیٹ میں سخت ہیرا کہاں پگھلتا ہے ۔

انیس سال کی عمر میں حصول علم کے ساتھ ساتھ شاعری میں ایسا ملکہ حاصل ہونا ایک ایسا نادر الوجود واقعہ ہے جس کی مثال ساری دنیا میں کہیں مشکل ہی سے ملیگی۔

حضرت ذوقؔ نے اس عمر میں شاعرانہ تعلی ہر شاعر کا حق تسلیم کیا گیا ہے بشرطیکہ وہ اس کا مستحق ہو۔ تعلی کرتے وقت شاعر اپنے کو ایک آزمائش میں مبتلا کرتا ہے، یعنی اگر اس کی تعلی نازیبا ہوئی تو یہی اسکی رسوائی کا سبب بھی بن سکتی ہے اور اس حق کو اسی لئے تسلیم کیا گیا ہے، کہ کوئی غیور شخص اپنی رسوائی نہ چاہے گا۔

اُردو کے شاعر میرؔ نے کہا تھا ؎

سارے عالم پہ ہوں میں چھایا ہوا
مستند ہے میرا فرمایا ہوا

اور بڑے بڑے اساتذہ نے اسے تسلیم کر لیا۔

نہ ہوا پر نہ ہوا میرؔ کا انداز نصیب
ذوقؔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا
غالبؔ یہ اپنا عقیدہ ہے بقولِ ناسخؔ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میرؔ نہیں

فردوسی نے کہا تھا "عجم زندہ کردم بدیں پارسی" یعنی میں نے اپنی شاعری سے ایران کو زندہ کر دیا۔ سبھی بڑے شعراء کے یہاں اس قسم کی تعلیاں ہیں۔ حضرت ذوقؔ نے بھی بجا طور پر اس شاعرانہ حق کو استعمال کیا ہے

لیکن حضرت ذوقؔ محض شاعر نہ تھے۔ ابتداء سے ان کا دل مالک حقیقی کی یاد کی طرف مائل تھا۔ ان کا زیر بحث قصیدہ بھی طلب معرفت اور دام گہہ آب و گل سے رہائی کے مضامین سے پُر ہے۔ انہوں نے شاعری میں اپنے فضل و کمال اور علم و دانش کا زبردست دعویٰ کیا ہے، جو بظاہر ایک صوفی کے شان کے خلاف معلوم ہوتا ہے لیکن قطع نظر اس کے کہ شاعری میں دعوی کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ انہوں نے اس دعویٰ سے ایک ایسا خاص نکتہ پیدا کیا ہے جس سے ان کے اخلاص اور صفاتِ قلب کا پتہ چلتا ہے۔ اس سے ان کا بیان نہایت بلیغ ہو گیا ہے اور ساتھ ہی یہ نکتہ دوسروں کے لئے درس عبرت بن گیا ہے۔ وہ اس کا اعتراف کرنے کے بعد کہ میں نے علم و فضل میں بڑی شہرت حاصل کی ہے، کہتے ہیں ؎

شدہ است لازم عالم چو لفظ را معنا

یعنی جس طرح سے لفظ معنی کے بغیر ناقابل تصور ہے۔ اسی طرح عالم کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ اپنے علم کا معانی بن جائے۔ مثلاً ایک عالم کو علم ہے کہ اگر بندہ مقبول بارگاہِ الٰہی بننا چاہتا ہے تو وہ عبادت اس طرح کرے گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یوں کرے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے لیکن یہ علم اس وقت بامعنی ہوگا جب عالم اس علم پر عمل پیرا ہوگا۔

اس طرح حضرت ذوقؔ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میرے علم و فضل نے مجھ پر زیادہ ذمہ داری ڈال دی۔ اسی لئے وہ اس قصیدے کے بہت سے اشعار میں اپنی کوتاہیوں کا اظہار کرتے ہیں اور خدا سے شرع پر عمل کرنے کی توفیق طلب کرتے ہیں۔ اس معنی میں اُردو کا بھی ایک مشہور

شعر ہے ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔

ایک حدیث قدسی میں کہا گیا ہے: اشد الناس عذاب یوم القیامۃ من لم ینفعہ علمہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس پر نازل ہوگا جس کے علم نے اس کو کچھ نفع نہ دیا یعنی علم دین حاصل کیا لیکن اس پر کچھ بھی عمل نہ کیا ہو۔

یہ قصیدہ حضرت ذوقی کا ابتدائی عمر کا لکھا ہوا ہے جبکہ انہوں نے سلوک میں قدم نہیں رکھا تھا۔ مثنوی معجز مصطفےٰ اور اس قصیدہ میں ایک خاص فرق نظر آتا ہے۔ معجز مصطفےٰ تیس سال کی عمر میں لکھا تھا۔ اس کے مضامین سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ذوقی نے سلوک کی منزلیں بہت جلد طے کر لی تھیں۔ اب شریعت پر کامل طور پر عمل کرتے کرتے ان کے دل میں عشق الٰہی کا جذبہ موجزن ہو چکا تھا۔ اب ان کا مطلوب و مقصود صرف ذات مولیٰ تھی۔ اب ان کی اطاعت جنت کی طمع اور جہنم کے خوف سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ ان پر یہ راز واضح ہو چکا تھا کہ بندہ کا فرض ہی بندگی ہے — لیکن ۱۹ سال کی اس کم عمر میں بھی حضرت ذوقی پر زہد و ریا اور طاعت و بندگی کے اسرار کا بہت کچھ انکشاف ہو چکا تھا۔ یہ پورا قصیدہ تصوف کے باریک مسائل اور طریقت کے اسرار سے پُر ہے۔ یہ ایک بہترین ہدایت نامہ اور ہر مومن کے لئے نسخۂ کیمیا ہے۔ اس عمر میں یہ بالغ نظری غیر معمولی بات ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قصائد کے اس مجموعہ میں ایک قصیدہ ہے، جو ۱۳۰۴ھ میں ۲۳ سال کی عمر میں لکھا گیا ہے۔ تاریخ تصنیف "ترکیب باغ صفا" سے حاصل کی گئی ہے۔ اب ان کی زبان اور انداز بیان میں زیادہ پختگی آ چکی ہے۔ یہ قصیدہ بھی تصوف و عرفان کے مضامین کا حامل ہے، جو اس طرح شروع ہوتا ہے:

دل من گوی غلطانست حکم شرع چوگانش
انابت شہسوار تیز و استغفار میدانش

اب وہ دل شریعت کے ہاتھوں میں دے چکے ہیں اور اپنی رضا کو رضائے الٰہی کے تابع کر دیا ہے، اس لئے کہتے ہیں: میرا دل ایک گیند کے مانند ہے۔ ظاہر ہے کہ گیند اپنے ارادے سے حرکت نہیں کرتا۔ اس کا محرک دوسرا ہوتا ہے۔ حضرت ذوقی کہتے ہیں، میرے دل کے گیند کا محرک شریعت یا حکم الٰہی ہے۔ ایک سالک کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے ارادے کو ترک کر کے اور مالک کے ارادے کا تابع بن جائے۔

شارع علیہ السلام سے یہ دعا بھی مروی ہے اللھم خرلی واخترلی ولا تکلنی الی اختیاری، اس قصیدہ میں بھی حضرت ذوقی نے اپنے فن شاعری میں اظہار فخر کیا ہے ؎

من آنم کز صہیل ابرش کلک رواں من
دہد عرفی عرق از رشک تا گویند قربانش

میں وہ ہوں: میں وہ ہوں کہ میرے کلک رواں گھوڑے کی آواز سے عرفی کے چہرہ پر رشک سے پسینہ آ جاتا ہے اور لوگ

اس سے کہنے لگتے ہیں کہ ذوقی کے اشعار پہ قربان ہو جاؤ یا خود عرفی کہتا ہے کہ قربان ذوقی کے اشعار پہ۔

بہ چوں سوی ساوہ شد آوازۂ من بہر نظارہ
در آمد پیش چشم او درود از جان سلمانش

جب میری شہرت ساوہ تک پہنچی تو ذوقی کے سامنے سلمان کی جان سے درود کے کلمات جاری ہو گئے۔

بہ چوں شد از فضل ثنای این گہر از لفظ من نیراں
صدف شد آب از رشک در شہوار غلطانش

جب خدا کے فضل سے میرے لفظوں کے موتی جھڑنے لگے تو میرے دُرِ شہوار کو غلطان دیکھ کر صدف شرم سے پانی پانی ہو گیا۔

حضرت ذوقی کے بیشتر قصائد اگرچہ دوسروں کے تتبع میں لکھے گئے ہیں لیکن ان کے اکثر قصیدوں سے ان کی تخلیقی صلاحیت، مضمون آفرینی، جدتِ طبع اور تخیل کی بلندی آشکار رہے۔ یہاں زیادہ مثالیں پیش کرنا طوالت سے خالی نہیں، صرف چند اشعار پہ اکتفا کیا جاتا ہے ـــــ عرفی کا ایک مشہور قصیدہ نعت شریف میں ہے۔ اسی بحر، ردیف قافیہ میں حضرت ذوقی نے بھی نعت لکھی ہے اور اپنی قادر الکلامی اور جدت طبع سے نئے نئے معانی پیدا کئے ہیں یا معانی کو نیا اور دلکش اسلوب عطا کیا ہے۔

از بسکہ دیم یافت ز فیضان تو رتبت
ابری نتواند کہ کشد بار دیم را

بارش سے تمہارے فیض سے وہ مرتبہ ملا ہے کہ بادل میں یہ تاب نہیں ہے کہ بارش کے بار کو اٹھا سکے۔

تا بحر کفت جوش زد از شورش سائل
حاجت بسوی آب نہ شد ابر و دیم را

سائل کے طلب نے تمہارے ہتھیلی کے سمندر میں وہ جوش پیدا کر دیا کہ اب بادل اور بارش کو سمندر سے پانی لینے کی حاجت نہ رہی۔

تا شمع دم خنجر تو تافت، ز تابش
خونابہ بجز دمع نہ شد چشم دژم را

جب تمہارے دم خنجر کی شمع چمکی تو اس کی تاب سے چشم بد کی آنکھوں سے خون آنسو بن کر گرنے لگے۔

ترسد فلک از ہیبت تو چوں نہراسد؟
کز نصفت تو پوست کشید ند ستم را

آسمان تمہاری ہیبت سے ڈرتا ہے اور کیوں نہ ڈرے کیونکہ تمہارے عدل کا یہ عالم ہے کہ تمہارے انصاف کے سبب ظلم کی کھال کھینچ لی جائے گی، یعنی جہاں تمہارا انصاف ہے وہاں ظلم کا نام و نشان نہیں۔

حضرت ذوقی کے قصائد حمد، نعت یا منقبت میں لکھے گئے ہیں، ان میں تشبیب کی دلکشی اور مدح کے اشعار میں بھی معنی آفرینی ان کے قصیدے کو وہ شاعرانہ حسن عطا کرتی ہے، جس کی وجہ سے ان کے اشعار ادب و فن کا ایسا نمونہ بن گئے ہیں، جو ہر اس شخص کے لئے دعوت قلب و نظر کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ جو فارسی ادب کا ذوق رکھتا ہے، اس کا تعلق خواہ کسی مذہب یا عقیدہ سے ہو۔ کبھی کبھی وہ بغیر تشبیب کے بھی مدح سے قصیدے

شروع کرتے ہیں لیکن قصیدہ کا معیار باقی رہتا ہے۔

ایک قصیدہ حضرت عمرؓ کی تعریف میں ہے۔ اس میں تشبیب کی جدت و دلکشی ملاحظہ ہو ؎

اگر تا بد لب لعل تو بر سنگ
بسان تنگ گردد پُر شکر سنگ

معشوق مجازی کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اگر تمہارے لب و لعل کا عکس پتھر پر پڑ جائے تو وہ ابھی ایسا شکر میں ہو جائے جیسے تنگ گردن صراحی شکر بھری ہوئی ہو۔

دل سخت تو در پہلو خریدہ
فگن از بر بیدای سیمبر سنگ

تمہارے پہلو میں بڑا سخت دل ہے اے سیمبر اپنے پہلو سے اس پتھر کو پھینک دے۔

بجای لعل بیروں آرد اخگر
ز آہِ ما جز یابد اگر سنگ

اگر پتھر کو میری آہ کی خبر ہو جائے تو اس کے اندر سے لعل کی جگہ چنگاری نکلے۔

بہجران تو ای خورشید پیکر
شود اندر کف ما سیم و زر سنگ

اے خورشید پیکر معشوق تیرے ہجر میں میرا یہ حال ہے کہ میرے ہاتھ میں سیم و زر کی حقیقت بھی پتھر سے زیادہ نہیں رہ گئی ہے، یعنی تمہارے بغیر ساری دولت ہیچ ہے۔

کنم یاد از دل سخت تو ای بت
بہ چو می آید مرا اندر نظر سنگ

اے بت اس وقت مجھے تمہارے سخت دل کی یاد آجاتی ہے، جب میری نظر میں کوئی پتھر آتا ہے۔

اگر یابد خبر کوہ از دلِ تو
سر خود را زند فی الحال بر سنگ

اگر پہاڑ کو تمہارے دل کی خبر ہو جائے تو اپنے سر کو فوراً پتھر پر پٹکنے لگ جائے۔

فساں یابد پی تیغ شہنشاہ
سزا باشد ز دل سازی اگر سنگ

بادشاہ کی تیغ کے لئے فساں چاہئے اگر تو اپنے دل کو پتھر بنائے تو مناسب ہے۔

فساں اُسے کہتے ہیں جس پر تلوار یا دھار دار چیز کو تیز کرتے ہیں، اور فساں بھی پتھر ہی ہوتا ہے۔ معشوق جو عاشق کے اقلیم دل کا بادشاہ ہوتا ہے اور جس کا کام اقالیم دل کو فتح کرنا ہے۔ اس کی تیغ کے لئے فساں کی ضرورت ہے لیکن یہ تیغ نگہ کی تیغ ہے۔ اس کے لئے اس نے اپنے دل کو فساں بنالیا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ معشوق نے اپنے دل کو سنگ فساں بنالیا ہے تو ٹھیک ہی ہے۔

اور اب گریز کا شعر ملاحظہ ہو:—

شہِ عالم عمرؓ کرد و فرو سنگش
بلرزد عالمی فرسنگ فرسنگ

دنیا کے بادشاہ حضرت عمرؓ جن کی شان اور جلال سے دنیا کا چپہ چپہ کانپتا ہے، گریز کا شعر جہاں اپنی جگہ پر ایک فن پارہ بن گیا ہے، وہاں اس تشبیب کے ساتھ اور قافیہ کی سختی کے ساتھ یہ مضمون آفرینی ہر شخص کے دامنِ دل کو کھینچتی ہے، طوالت کے خوف سے اب ہم مزید

مثالوں سے احتراز کرتے ہیں۔ یہ مثالیں بطور نمونہ: مشتے از خروارے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ قصائد میں بھی ذوقیؔ کا کلام فارسی کے اساتذہ کے کلام کے ہم پایہ ہے۔ باقر آگاہؔ نے ذوقیؔ کو مثنوی میں نظامیؔ کا ہم پلہ قرار دیا ہے اور بجا کہا ہے۔

ذوقیؔ نے اپنی تصنیف شعری میں اپنی شاعری پر فخر کا اظہار کیا ہے۔ کچھ پیش کی جا چکی ہیں۔ یہاں دو مثالیں اور پیش کی جاتی ہیں۔ ایک مثنوی معجز مصطفیٰ سے اور دوسری تاریخی مثنوی عجیب نامہ سے ؎

من آنم کہ شکر زبانی کنم
بنوکِ قلم درفشانی کنم
منم شہریارِ جہانِ سخن
بلند اخترِ آسمانِ سخن
درافشاں چو داما بدامانِ ہند
بگیتی ملقب بحسانِ ہند
ہمہ بہرہ مند از نوالِ من اند
ہمہ ریزہ چیں مقالِ من اند
سخن پرورانی کی بی ہمسرانہ
مرا در سخن پروری چاکرانہ

اور عجیب نامہ میں لکھتے ہیں ؎:

منم تاجدارِ جہانِ سخن
منم خسروِ آسمانِ سخن
بخاک درم شود چشمانِ ہند
چو گشتم ملقب بحسانِ ہند
ز خوانِ نوالم ہم بہرہ ور
ز کانِ کمالم جہاں پر گہر
چو سحرِ حلالم بر آورد دست
بروز از شبِ تار صد نقش بست
بر آب دریا ز دریائے من
گہر کیست مولای سولای من
عطارد کشد گردِ من در بصر
کہ تا در ہنر ہا بود دیدہ ور
سوادِ سطورم کہ پر نور شد
بصارت دہِ دیدۂ کور شد
ز فرِ سخن ہر یکی نامجوست
ولیکن سخن را ز من آبروست

حضرت ذوقیؔ نے ۱۱۹۴ھ میں وفات پائی۔ ان کے معاصر اور ہم سبق اور اپنے زمانے کے زبردست عالم و شاعر باقر آگاہ نے ان کا مرثیہ لکھا اور خراج عقیدت پیش کیا۔ یہ اشعار حضرت ذوقیؔ کے کمالات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کی تشریح اور تفصیل دفتروں میں کی جا سکتی ہے۔ باقر آگاہ نے اُسے چند اشعار میں قلمبند کر دیا ہے اس لئے یہاں بھی ان اشعار کو نقل کیا جاتا ہے تا کہ حضرت ذوقیؔ کے کمالات ایک نظر میں قاری کے سامنے آ جائیں:۔

ذوقیؔ کہ از طراوتِ فیضِ زبانِ او
گلزارِ نظم ونثر بنشو و نما رسید
خسرو وشی کہ شود می شکرّین او

چوں شہرت دبیر فلک جابجا رسید
افراخت چوں قصائد خود را به اوج عرش
خاقانی و ظہیر به تحت الثریٰ رسید
چوں لقمہ سنج شعر بغزل طوطیانِ ہند
گفتند ایں نوای غریب از کجا رسید
در مثنوی محیط لبش ریخت چوں گہر
گفتند اہل گنجہ کہ رشحی به ما رسید
در قطعہ و رباعی و ترجیع بند و فرد
فکرش به منتہای خیالِ رسا رسید
چوں دید نثر او دل شگفتۂ بہار
گفتہ به غنچہ ہای من اکنوں صبا رسید
در منطق و بیان و معانی ز نطق او
آساں شدہ بجای حروفِ ھما رسید
ہر کس کہ بنگرد به تصوف تصرفش
گوید به پیر جام کہ صدر ابو را رسید
در ماندہ ام به دردِ دل خود ز من مپرس
ای داغ ہجر تش کہ بجانم جہار رسید
تاریخ رحلتش چو طلب کردم از سرش
گہ ہمدم حکیم نظامیؒ ندا رسید
۱۱ ھ ۹۴

ذوقیؔ فارسی نثر میں بھی مختلف علوم و فنون پر کتابیں لکھی ہیں۔ نثر بالعموم سادہ ہے۔ نثر کے موضوعات بھی بیشتر مذہبی ہیں تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوّف کے مسائل پر حاوی ہیں۔

ذوقیؔ کے اکلوتے فرزند ابوالحسن محویؔ نے بھی تصوف کے مسائل پر فارسی زبان میں کئی رسالے لکھے۔ ان رسائل سے مصنف کے سالک عارفانہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ ان کا تخلص محویؔ ہونے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ شاعر بھی تھے۔ لیکن دیوان شعر کا پتہ چل نہ سکا۔

محویؔ کے دو صاحبزادے تھے۔ ان میں سے سیّد عبداللطیف مشہور بہ قطبؒ ویلور نے بہت شہرت پائی۔ آپ کے بارہ رسالوں اور کتابوں کا ذکر ملتا ہے، یہ سب کے سب فارسی زبان اور تصوف میں ہیں۔ یہ رسالے موضوعات اور مباحث کے اعتبار سے بڑے اہم ہیں۔ لیکن ان میں جواھر السّلوک خاص کتاب ہے۔ اس کا موضوع بھی تصوف اور سلوک ہے۔ اس کی خصوصیت اس کے بیان میں اختصار اور جامعیت ہے۔

اس کتاب کے دو حصّے ہیں۔ ایک تصوف، دوسرا سلوک، تصوف اور سلوک میں وہی نسبت ہے جو اصول فقہ اور فقہ میں ہے۔ چنانچہ تصوف کے موضوع پر اصولی بحث کی گئی ہے۔ اور سلوک میں ان طریقوں کا بیان ہے جن پر عمل کر کے ایک سالک مرتبۂ وصول تک پہنچتا ہے۔ اس کتاب میں تصوف کی بہت سی اہم کتابوں کے حوالے ملتے ہیں۔ حضرت قطبؒ ویلور نے ۱۲۰۷ھ میں متولد ہوئے ۱۲۸۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت قطبؒ ویلور کے اس خاندان میں کئی برگزیدہ اور صاحب علم شخصیتیں ہوئیں، ان میں سے مولانا رکن الدین سید محمد (۱۲۲۹ھ تا ۱۳۲۵ھ)

اوران کے صاحبزادے محی الدین سید عبداللطیف کو وائسرائے ہند کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب دیا گیا۔

اس خاندان کی علمی اورادبی خدمات کا تفصیلی جائزہ لینے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ اس مختصر مضمون کا مقصد اہل علم وادب حضرات کو ان کے کارناموں کی طرف متوجہ کرانا ہے تاکہ آئندہ ان کارناموں کی صحیح قدر وقیمت کو منصۂ شہود پر لایا جاسکے۔ ان بزرگوں نے علم وادب کی خدمت ویلور میں ان حالات میں کی ہے جبکہ دکن کا علاقہ فتنہ وفساد کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد ہی یہاں مرہٹہ، انگریزی فرانسیسی اور مقامی نوابوں میں فوجی کشمکش شروع ہوگئی تھی اور انگریزوں کا مکمل غلبہ ہونے تک یہاں امن وسکون کی فضا قائم نہ ہوسکی تھی۔ انگریزوں کے تسلط کے فوراً بعد یہاں ایک افسوسناک صورت حال یہ پیدا ہوئی، کہ شیعہ سنی فسادات رونما ہوئے۔

شیعہ سنی فسادنے بھی علماء کو ذہنی کوفت میں مبتلا کردیا۔ قطبؒ ویلور کے خلاف جعلی مقدمات قائم کئے گئے اور انہیں قید وبند میں بھی رہنا پڑا۔ انہوں نے اپنا کوئی وکیل مقرر نہیں کیا۔ آخر میں بری ہوگئے۔ اس دور میں ان بزرگوں میں سے اکثر نے فن حرب کی تعلیم بھی پائی تھی۔ حضرت ذوقی خود بھی نیزاکی، تیراندازی، شہسواری کی۔ لیکن جیسا کہ ان بزرگوں کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے، یہ زمانہ جہاں مسلمانوں کی زبوں حالی کا زمانہ تھا علم کے قدردان شاذ تھے، اخلاقی زوال بھی نمایاں تھا۔ ان حالات میں ان بزرگوں نے عوام کی تعلیمی اوراخلاقی حالت کو درست کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس سے پہلے انہوں نے خود بھی علم واخلاق کے زیور سے اپنے کو آراستہ کیا اور دوسروں کو بھی راہِ ہدایت دکھانا شروع کیا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ عموماً لوگ حصول دنیا کے لئے جائز وناجائز طریقہ کا راختیار کرتے تھے۔ دین سے بے بہرہ تھے۔ اس لئے ان بزرگوں نے تصوف کو اپنا شعار بنایا تاکہ لوگوں کی روحانیت کا احساس دلایا جاسکے، دین میں علم اوراخلاق پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ ہمارے رسولؐ نے خود دعا کی ہے رب زدنی علما لیکن کیا یہ علم وہی ہے، جس کی سند آج کل یونیورسٹیوں میں دی جاتی ہے؟

آجکل بیشتر علوم کے موضوعات وہ ہیں جو انسان کے خارج میں وجود رکھتے ہیں بعض علوم مثلاً نفسیات وغیرہ وہ ہیں جن کا کچھ تعلق انسان کے صرف بعض داخلی پہلو سے ہے۔ دراصل سب سے زیادہ اعلیٰ وارفع علم وہ ہے جو خود انسان کی ذات کا پتہ دیتا ہے جسے ہم خدا کا علم کہتے ہیں۔ جو سب سے زیادہ اعلیٰ ہے۔

یہ بزرگ وہ ہیں جنہوں نے سب سے زیادہ اعلیٰ علم کے حصول پر اپنی زندگیاں صرف کردیں۔ جن کا مقصد مادی منفعت کا حصول نہیں بلکہ علم کے ذریعہ اپنے اخلاق کو بلند کرنا اور دوسروں کو بھی اعلیٰ مقصد کی طرف بلانا ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جو انسانیت کے سچے خادم ہیں۔

۱/۱۵

حضرت قطب ویلور کے ایک نامور خلیفہ

حضرت عبدالغفار مسکین

از:-

سید صفی اللہ صاحب ایم۔اے
شعبۂ عربی و فارسی و اردو
یونیورسٹی آف مدراس۔

مخدوم ثانی محی الدین عبدالغفار مسکینؒ چشتی القادری نظامی سہروردی

حضرت قطبؒ ویلور کے نامور مریدوں میں سے تھے، ایک قابل محقق اور عارف کا درجہ حاصل کیا تھا۔ حضرت قطبؒ ویلور سے آپ کو دلی عقیدت تھی۔ آپ سے ملاقات کے لئے اپنے وطن سے تین دن اور تین رات چل کر ویلور پہنچتے تھے۔ حضرت قطبؒ ویلور کے دل میں بھی آپ کے لئے بڑی محبت تھی۔ آپ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور ہمیشہ "سید" کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت مسکینؒ کے والد ماجد نے بوقتِ وفات اور اس سے پہلے بھی آپ کو نصیحت فرمائی تھی کہ قطبؒ ویلور کی خدمت میں حاضر ہوتے رہیں۔ "حیات المسکین" میں حضرت مسکین کے ایک نامور مرید مولانا ابو محمد عبدالسلام علیمی نے آپ کے ارشادات وملفوظات جمع کئے ہیں، جن کے مطالعے سے آپ کا علمی رتبہ اور حضرت قطبؒ ویلور سے آپ کی انتہائی عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت مسکینؒ کی ولادت بروز شنبہ غرہ ماہ رمضان ۱۲۵۱ھ بوقت نماز فجر بنگلور میں ہوئی۔ والد ماجد حضرت زین العابدین جیلانی کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسینؓ اور والدہ ماجدہ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسنؓ سے ملتا ہے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ سیدنا غوث الاعظمؒ کی اولاد سے تھیں۔

حضرت مسکینؒ کے والد حضرت قطبؒ ویلور کے بے حد معتقد تھے۔ سنہ ۱۲۷۹ھ میں حضرت مسکینؒ کو خرقہ پہنایا تو یہی نصیحت فرمائی کہ جب تم سے ممکن ہو حضرت قطبؒ الہند کی قدمبوسی کے لئے ویلور جانا کیونکہ آج دکن کے وہی قطب ہیں۔ بوقتِ انتقال بھی آپ کے والد نے آپ سے فرمایا تھا کہ: "حضرت قطبؒ ویلور کی خدمت میں حاضری دیتے رہو تا کہ انوارِ ربانی آپ پر منکشف ہوں"۔ آپ کے ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قطبؒ ویلور کی قدمبوسی کے لئے اور کبھی کچھ شبہات دور کرنے کی غرض سے ویلور کے سفر پر پیدل چل کھڑے ہوتے۔

حیات المسکین کے مطالعہ سے ایسے تین سفروں[ع] کا حال معلوم ہوتا ہے۔ یہ سفر پیادہ ہوتے اور تین رات تین دن تک سفر کی صعوبت اٹھانی پڑتی، لیکن مرشد سے مرید کی محبت کا حال دیکھئے کہ اس کے باوجود حضرت مسکینؒ کس شوق سے اس کا بیان فرماتے ہیں:-

"فقیر پیادہ تین رات دن چل کر دارالنور ویلور پہونچا۔ اور آستانۂ حضرت قطب الہند

عــه ان سفروں کے حالات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی پہلا سفر نہ تھا کیونکہ ہر سفر میں شیخ کے انداز تخاطب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت مسکینؒ سے پہلے سے واقف تھے۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان سفروں سے پہلے بھی آپ نے ویلور کے سفر کئے تھے، جن کا ذکر یہاں نہیں ملتا۔

پر کھڑا رہا۔ تھوڑے عرصے کے بعد میرے مولا برآمد ہوئے۔ فقیر نے قدمبوسی کی فرمایا "سید کھانا کھائے ہو کہ نہیں"۔ عرض کیا "حضور کو دیکھا طبیعت سیر ہو گئی" فرمایا "یہیں ٹھیرو ابھی آتا ہوں"۔ مکان تشریف فرما ہوئے اور ایک ظرف میں کھانا اور اس پر بالائی ڈال کر چند آم کرتے سے ڈھانکے ہوئے لے آئے اور اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلوایا۔"

اس اقتباس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت کو آپ سے کس قدر محبت تھی۔ مرشد کی اس نوازش کو یاد کر کے آپ زار زار رونے لگے تھے۔

حضرت مسکینؔ کا ایک اور سفر ویلور، حضرت گیسو دراز کے رسالۂ وجودیہ کے مطالعے کے دوران ہوا تھا، اس رسالے میں حضرت بندہ نوازؒ کے ایک جملہ یہ کہ "اگر امام محی الدین ابن عربی زندہ بودے بجدید کلمہ ازوے کنانیدی" آپ کو نہایت تردد ہوا۔ حل کی کوئی صورت نہ نکلی تو اپنے ایک پیر بھائی مولوی فقیہہ محمد عبد الرحمٰن صاحب سے رجوع ہوئے۔ فقیہہ صاحب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "ہم کو ان معاملات میں مداخلت کرنی زیبا نہیں"۔ لیکن حضرت مسکین کو اطمینان نہیں ہوا۔ اُلجھن اور بڑھی تو سیدھے ویلور روانہ ہو گئے۔ حاضر بارگاہ قطب لاہند ہوئے۔ اس وقت حضرت مسجد میں وضو فرما رہے تھے۔ آپ نے حضرت کے قدم چومے اور عرض حال کیا۔ حضرت نے سن کر فرمایا "سید صاحب آپ کا عقیدہ اس کی نسبت کیا ہے"؟ آپ نے عرض کیا "اگر امام محی الدین ابن عربی دوزخ میں چلے جانے کا اشارہ فرمائیں تو بندہ بلا تامل دوزخ میں چلا جائے گا"۔ حضرت نے ارشاد فرمایا "جزاکم اللہ۔ علامہ شیخ منتہی ہیں اور حضرت بندہ نواز بوقت تصنیف رسالہ وجودیہ مبتدی تھے۔ آپ کی پچھلی تصنیفیں شیخ کی تعریفوں میں بھری پڑی ہیں۔ جواب سن کر حضرت مسکین کو تشفی ہو گئی۔

ویلور کے جس تیسرے سفر کا ذکر ملتا ہے، وہ آپ کے والد ماجد کے انتقال کے بعد کا ہے۔ والد ماجد نے بوقت انتقال آپ کو حضرت قطب ویلور کی خدمت میں حاضر ہونے کی نصیحت فرمائی تھی۔ آپ کے والد کا انتقال سکندرآباد میں ۱۲۸۲ھ میں ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ نے بغرض سکونت ویلور کا سفر اختیار کیا تھا لیکن یہ سفر والد کی وفات کے فوراً بعد نہیں ہوا تھا بلکہ تین سال بعد ۱۲۸۵ھ میں ہوا تھا۔ آپ کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ والد کی وفات کے بعد آپ کا یہ پہلا سفر ویلور تھا کیونکہ اس میں آپ حضرت قطب ویلور کو والد کی رحلت کی خبر بھی دیتے ہیں۔ ۱۲۸۲ھ سے ۱۲۸۵ھ تک یعنی آپ کے والد کی وفات سے زیر تذکرہ سفر واقع ہونے تک آپ کے حالات زندگی پر کسی ماخذ سے روشنی نہیں پڑتی۔

والد کے انتقال کے بعد آپ کے ویلور پہنچے اور حضرت

ہاں ملازمت اختیار کرنے کا حال اس طرح فرماتے ہیں : ۔

" اپنے وطن سے پیدل ویلور کو روانہ ہوا، اور تین رات دن کے سفر کے بعد ویلور پہنچا۔ آستانہ مبارکہ پہ کلمہ طیبہ لکھا ہوا پایا۔ دل میں گذرا کہ وہم دوئی تک دروازہ مبارکہ کے اندر گذر نہیں سکتی اور ہر آنے والے پہ بمصداق لکل داخل دھشة ایک خوف خدا طاری ہوجاتا ہے۔ مسجد درگاہ میں دوگانہ شکرانہ ادا کیا اور دریافت یہ معلوم ہوا کہ آفتاب حقیقت حجرۂ مبارکہ میں نہاں ہے فقیر خود کو سنبھالے ایک گوشہ میں کھڑا رہا۔ اس عرصہ میں آفتاب حقیقت طلوع ہوا، یعنی قطب الہند امام المشائخین فخر العلماء .... الشیخ عبد اللطیفؒ .... حجرۂ مبارکہ سے برآمد ہوے اور مسجد کا رُخ فرمایا۔ روئے مبارک آئینۂ حقائق تھا۔ علمائے کاملین اور فقرائے متوکلین کوئی پچاس ایک کے شمار میں ساتھ تھے۔ فقیر نے دوڑ کر قدمبوسی فرمائی۔ فرمایا ہاں ہاں سید صاحب خیریت سے ہو۔ فقیر پہ رقّت طاری ہوی اور عرض کیا کہ فقیر کے والد نے انتقال کیا اور حضور کی ملازمت اختیار کرنے کی فدوی کو وصیت فرمائی ہے۔" فرمایا خدا تو زندہ ہے نا۔" پھر مرحوم کا ذکر فرماتے ہوے مسجد میں آئے۔

فقیر نے بعد نماز عرض کیا " سلسلۂ غلاماں میں فقیر کو داخل فرمالیا جائے "۔ حضور نے فرمایا جزاکم اللہ وبارک اللہ " پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اور فقیر نے دست حق پر بیعت کی۔ فقیر کو مولوی محی الدین صاحب کے بازو والا کمرہ عنایت فرمایا اور یہ مسرت ۹ ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ کو نصیب ہوی "۔

اس کے بعد آپ کو حضرت قطبؒ ویلور کی باقاعدہ خدمت کا موقع مل گیا۔ ویلور کے قیام حضرت کی خدمت میں رہنے کی کچھ تفصیل اور حضرت کے شب وروز کے معمولات، یہ بھی " حیات المسکین " سے روشنی پڑتی ہے، ایک دو اقتباسات کا یہاں پیش کردینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں : ۔

" ہمارے قطب الہند بعد نصف شب بیدار ہو جاتے اور فقیر بیت الخلاء میں پانی اور کلوخ مہیا کردیتا تھا۔ بعد فراغت وضو کے لئے پانی تیار کر دیتا تھا۔ حضور وضو فرماکر حجرہ میں چلے جاتے اور نماز صبح کے لئے مسجد کو تشریف فرمایا کرتے۔ نماز صبح کے بعد ذکر اور مراقبہ میں مشغول رہتے۔ اور اشراق پڑھ کر مسجد کے باہر نکلتے تھے اور مدرسہ وخانقاہ میں تشریف فرماکر مسافروں کے کھانے پینے کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ پھر مکان میں داخل ہوتے اور مسافروں کے آرام، مریدوں کی آسائش اور طلبہ کے خورد ونوش کا سامان مہیا فرماکر مدرسہ میں آتے اور تفسیر اور حدیث کا درس بارہ بجے تک دیا کرتے تھے۔"

"دوپہر کے کھانے کے بعد تالیف و تصنیف اور مطالعہ میں مشغول رہتے تھے، اگر فتاوے آتے تو ان کے جواب تحریر فرمادیتے، اور ظہر کے بعد مریدوں اور مسترشدوں کو تعلیم و تفہیم میں مصروف رہا کرتے اور بعد عصر تا مغرب وظائف میں مشغول رہتے اور مغرب اور عشا میں نماز کے سوائے کوئی اور کام نہ کرتے تھے۔ بعد عشاء اور تناولِ ماحضر، ہفتہ میں دو مرتبہ وعظ مدرسہ میں فرمایا کرتے تھے۔"

۱۲۸۹ھ تک حضرت مسکین نے ویلور کو اپنا مسکن بنائے رکھا۔ اس دوران آپ حضرت قطبؒ ویلور سے بیحد متاثر ہوتے رہے، فرماتے ہیں :—

"ہمارے قطب الہند کو جو بھی ایک مرتبہ دیکھ لیتا، پھر حضرت کا گرویدہ ہوجاتا تھا۔ آپ کثیر البکاء قوی التوجہ، روشن دل اور صاحب باطن تھے۔"

آپ کے مریدوں کی کثرت کے متعلق حضرت مسکین یوں گویا ہیں :—

"میرے قطب الہند کے ہزاروں مرید اور متوسلین تھے۔"

ذیل کا اقتباس حضرت قطبؒ ویلور کی تاریخ پیدائش، تعلیم اور مدرسہ میں آپ کی آمد سے متعلق حقائق پر روشنی ڈالتا ہے :—

"میرے قطب الہند ۱۴ ربیع جمادی الاول ۱۲۰۷ھ بروز شنبہ تولد ہوئے۔ حفظ قرآن مجید، عقائد و فقہ، ادب و اخلاق، انشاء، صرف و نحو، منطق کلام، فلسفہ، طب، معقول و منقول وغیرہ اپنے والدِ ماجد سے پڑھے اور ۱۲۳۸ھ میں مدراس تشریف فرما ہوئے اور ملک العلماء حضرت بحر العلومؒ، مولانا عبد العلی، مولانا باقر آگاہ، مولانا علاؤ الدین اصولی کی خدمت میں تکمیل علوم فرمایا۔ بعد نقل حضرت ملک العلماءؒ ہمارے قطبؒ الہند نے مولانا علاء الدین سے سندِ فضیلت حاصل (فرمائی) اور خاتم المحدثین حضرت شاہ عبد العزیزؒ اور آپ کے بعد شاہ محمد اسحٰقؒ سے سندِ حدیث کی حاصل فرمائی اور ۱۲۴۳ھ میں مسندِ خلافت اور فقر پر تشریف فرما ہوئے۔ ۱۲۶۰ھ میں سفر حجاز فرمایا اور ۹ ذی الحجہ ۱۲۶۲ھ کو مراجعت فرما ہوئے۔"

حضرت قطبؒ ویلور کی خدمت کا موقعہ آپ کو ۱۲۸۷ھ تک ہی ملا، کیونکہ اس سال حضرت قطبؒ ویلور مدینہ منورہ میں مقیم ہوجانے کا ارادہ کرکے سفرِ حجاز پر روانہ ہوئے تھے۔ اس وقت آپ کو وداع کرنے کے لئے آپ کے سارے مرید ویلور میں حاضر تھے۔ حضرت کی روانگی کا عالم بھی آپ ہی کی زبانی سنئے :—

"چونکہ یہ سفر آخر میں تھا۔ لہٰذا دو ایک لاکھ آدمی حضرت کی قدمبوسی کے لئے ویلور میں جمع ہوگئے۔ فقیر بھی حاضر تھا۔ جاتے وقت فرمایا "سید کیا چاہتے ہو" عرض کیا "ہمراہی خواہم" فرمایا جزاک اللہ مفارقت

جسمانی ہے۔ روحانی ملاقات تو روز ہوگی،
اللہ پاک ساتھ ہے، گھبرانا نہیں ۔۔!
فقیر رونے لگا اور حضرت ادھر روانہ ہوگئے۔"

حضرت قطبؒ ویلور سے آپ کی روحانی قربت کا حال دیکھئے کہ جس دن شام کو حضرتؒ کی رحلت کی خبر ملی۔ اس دن صبح میں آپ کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ فرماتے ہیں :۔

"حضرت قطبؒ الہند کی ہجرت کے بعد فقیر نے ایک روز
حضرت قطبؒ الہند اور میرے دادا شیر علیؒ کو آسمان پہ
مشرقی سمت جاتے ہوئے ایک واقعے میں دیکھا۔ صبح کو
فقیر مضطر ہوگیا۔ شام تک حضرت کی رحلت کی خبر
پھیل گئی کہ حضرت قطب الہندؒ نے یازدہم محرم الحرام ۱۲۸۶ھ
کے عصر اور مغرب کے مابین حرم نبویؐ میں رحلت
فرمائی۔ انا للہ ...... "

حضرت قطبؒ ویلور کے اس آخری سفر حجاز میں آپ کے صاحبزادے سید محمدؒ قادری بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت کی رحلت کے بعد آپ ویلور واپس ہوئے اور حضرت مسکینؒ کو مثالی خلافت اور خرقہ عنایت فرمایا۔

اس کے بعد آپ نے مدراس میں سکونت اختیار کرلی۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ خود آپ نے ایک سے زیادہ شیوخ کے ہاتھ پہ بیعت، زبانی تھی جسے آپ جائز سمجھتے تھے۔ حیات المسکین (ص۱۱-۱۲) میں اس مسئلہ پہ آپ کی گفتگو مدلل اور بے لاگ ہے۔ شریعت کے سختی سے پابند تھے۔

فرمان و سنن رسولؐ کی دل و جان سے پیروی کرتے تھے۔ خود بھی اپنے مریدوں سے فرماتے تھے کہ "جہاں تک ہوسکے اپنے سرکار رسالتؐ کی پیروی کرو۔ زبانی، قلبی، روحی، قولی، فعلی، اور حالی پیروی۔ ایسے بن رہو کہ مجسم سنّت نظر آنے لگو، یہی دولت ہے، یہی نعمت ہے، یہی شریعت ہے۔" بعض ہم مشربوں کے اس خیال سے "شریعت پوست ہے، اور حقیقت مغز ہے مغز حاصل کرنے کے بعد پوست کی کون ضرورت ہے" آپ سخت ناراض تھے۔ دست بوسی اور قدم بوسی کو جائز سمجھتے تھے لیکن کسر نفسی کا یہ عالم کہ اپنے لئے اسے مکروہ کر رکھا تھا۔ فرماتے تھے :۔

کسی مرشد کی مجلس میں اگر کوئی اجنبی آجائے
اور وہ پہچانے کہ مرشد کون اور مرید کون کون
ہیں تو اس مجلس پر خدا کی رحمت نہیں اترتی۔"

آپ کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا۔ "حیات المسکین" میں منصورؒ، علامہ ابن عربیؒ، مولانائے رومؒ اور حضرت غوث الاعظم پہ آپ کے ملفوظات سے آپ کی وسیع معلومات، نکتہ رس نگاہ اور ذہن رسا کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ محمود بحری کی دکنی مثنوی، "مثنوی من لگن" کی شرح آپ کا عظیم علمی کارنامہ ہے مثنوی کے مطالب کو جس خوبی، مہارت اور علمی شان کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی سے دنیائے علم پہ آپ کی عظمت آشکار ہے۔ خود بھی ایک بلند پایہ شاعر تھے۔ اردو اور فارسی کا دیوان شائع ہوچکا ہے۔ آپ کے کلام میں تصوفانہ رنگ نمایاں ہے

اور عارفانہ مطالب سے دیوان پُر ہے۔

آپ کی فارسی مثنویاں "کنزِ مرغوب" اور "عیون المظاہر" تو آپ کے علمی مرتبہ پہ دال ہیں۔ آپ کا ایک کتب خانہ تھا جس میں پتہ نہیں کیسی کیسی قیمتی کتابوں کا ذخیرہ رہا ہوگا۔ آپ کے بعد یہ کتبخانہ آپ کے خلیفہ سید برہان الدین حسینی کے پاس پہنچا یا گیا تھا جو آپ کے رشتہ دار تھے اور ملازمت سرکار انگریزی میں افسر جنگلات تھے۔ ایسی بلند مرتبت ہستی کی نجی زندگی کا حال ایک جملہ میں صاحب "حیات المسکین" کی زبانی ملاحظہ فرمائیے :۔

"ہمارے شیخ الاسلام کو ہفتہ بھر میں کم از کم چار دن کھانا نہ ملتا تھا اور ان ایام میں آپ بہت خوش رہتے اور حقائق و معارف بہت بیان فرماتے۔"

۷۶ برس کی عمر میں ۱۲۲۶ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ درگاہ شریف حضرت مخدوم الحق ساویؒ (مدراس) میں حوض کے مشرقی کنارے مدفون ہوئے۔

رحلت سے ایک دن پہلے ۲۳ صفر کو بعد نماز جمعہ غسل دینے کی فرمائش کی۔ غسل کے بعد شیخ کے پیرہن مبارک زیب تن کیا جسے حضرت قطب ویلور کی وصیت پہ آپ کے صاحبزادے حضرت سید محمد قادری نے مثالی خلافت کے ساتھ عنایت فرمایا تھا اور جسے حاصل کرنے کے لئے آپ پا پیادہ اور برہنہ سر دفتر بھنگیات تک گئے تھے اور اس "بار امانت" کو سر پر اٹھائے ہمراہ لائے تھے۔

اللہ اللہ کیسی عقیدت ہوگئی تھی آپ کو اپنے شیخ مرشد سے، یہ سچ فرمایا ؎

یہ لطیف پیر محی الدین کہ نظیر اس کا کوئی نہیں
کوئی دیکھے اس کے جمال کو تو خدا ہی جلوہ نما کہے

مرشد سے اپنی اس عقیدت کا اظہار آپ نے اپنے فارسی اور اردو کلام میں جا بجا کیا ہے۔ اپنی فارسی مثنوی "کنزِ مرغوب" میں مرشد کی توصیف کے لئے ایک الگ باب مقرر کیا ہے، اور مناقب غوث الاعظم کے بعد اور سبب تصنیف مثنوی سے پہلے ۲۲ شعروں میں "مرشد انام المشہور قطب الہند قدس سرہٗ" کے اوصاف بیان فرماتے ہوئے آخر میں آپ کے وفات کی تاریخ اور تفصیل نظم کی ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے پورا قطعہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

مرشدِ دوراں زبس وصف منیف — پاک و بلند
اسم پاکش سید و عبد اللطیف
شہ محی الدین معروف و علم
قطب هندش وصف در عرب و عجم
پیشوائے عارفان و واصلاں
مقتدائے عاشقان و کاملاں
عاملِ شرعِ محمدؐ مصطفےٰ
واصلِ حق طالباں را حق نما
ترک از وے سنتِ نبویؐ نشد
ہیچ در عالم چنیں تقوی نشد — پاک و خالص

او شریعت را مقدّم داشتے | یک سرِ مو شرع را نگذاشتے
بود محمودِ زماں باکرّ و فر | از حسودانش یکے دُر فلیست خیر
صلحِ کُل اخلاقِ او مشہور بود | شہرۂ آفاق نزد و دُور بود
ہر کہ فاضل تر بود محسود تر | از زبانِ خود بگفتے زود تر
زاہداں از زہد او حیراں شدند | عابداں مبہوت و سرگرداں شدند
از عبادات ریا شستند دست | پیش او بربستہ استادند دست
عالماں در پیش او افتادہ سر | عاشقاں را خاکِ پاش اندر بصر
طالبان حق کمالش یافتند | جلوۂ حق در جمالش یافتند
عاشق از دیدار او حق را بیافت | از جمالش دید مطلق را بیافت
بندۂ از بندگانِ آں شہم | کمترین مسکین سگِ آں درگہم
خاکِ پایش کحلِ چشمِ جانِ ماست | جاں فدا بر نامِ او ایمانِ ماست
حامئ ما اوست در دنیا و دیں | محی دین است محی دین است محی دیں
در مدینہ مشہدِ پاکش بداں | نزدِ روضہ سیّدِ اہلِ جناں (امام حسن رض)
بود سالِ رحلتِ قطبِ زماں | دو صد و ہشتاد و نہ بر الف داں
۱۲۸۹ھ
یازدہ ماہِ محرم با ثبات | در میانِ عصر و مغرب شد وفات
روزِ پنجشنبہ وفاتش بعدِ عصر | گشت روزِ جمعہ مدفونش بقبر

رحمتِ حق باد بے حد و شمار
بر روانِ پاک تا روزِ شمار

روحِ پاک
۱۲

۲/۶

صلی اللہ علیہ وسلم

تذکرہ سیرت نبی کریم

مولانا محمد حسین صاحب ایم اے
استاذ دار العلوم لطیفیہ
مکانِ حضرت قطبِ ویلور

فضیلت مآب اعلیحضرت مولانا ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد عبد اللہ باقر صاحب قبلہ قادری دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین خانقاہ حضرت قطبِ ویلور قدس سرہ کی زیر صدارت، دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبِ ویلور کے وسیع ہال میں **جلسۂ سیرۃ النبی** صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس میں مولانا محمد حسین صاحب ایم اے استاذ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبِ ویلور نے خطاب فرمایا تھا، وہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وخاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین۔

اعلیحضرت قبلہ مدظلہ العالی، حضرت ناظم صاحب قبلہ اساتذہ دار العلوم اور عزیز طلبہ! ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد منانے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ یہ محض ایک رسم دنیا ہے، ورنہ مسلم زندگی میں کونسا دن ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد نہیں کی جاتی۔ ہدیۂ درود وصلوٰۃ نہیں بھیجے جاتے۔ آپ کا نام تو ہر قلبِ مؤمن میں موجود ہے اور جو سعید وخوش نصیب ہیں، ان کے دلوں میں ہر بار نئی زندگی کا باعث ہے۔ تاہم ایسے جلسے بھی ضروری ہیں۔ ہم رسم دنیا اور رسم زمانہ کو بالکل نظر انداز نہیں کرسکتے۔ ہمارے لئے یہ ضروری بھی ہے کہ دستور زمانہ اور رسم دنیا کو بھی اپنے معاملات میں ملحوظ رکھیں۔ اگر یہ دستور حسکم ندا وندی کے خلاف نہ ہو۔ ہم دنیا اور زمانہ سے اپنے تئیں منقطع کرلیں تو دنیا بھی ہمیں نظر انداز کردیگی۔ ہماری کوئی شنوائی نہ ہوگی اور ہم اپنے بعض ایسے فرائض جو اس دنیا سے متعلق ہیں ادا نہ کرسکیں گے۔

یہ جلسے اس غرض سے منعقد کئے جاتے ہیں کہ حاضرین کے دلوں میں ایمان وایقان مضبوط اور مستحکم ہو۔ ایمان تازہ اور شگفتہ رہے۔ ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور شغف میں زیادتی ہو۔ اللہ اور رسول کے احکام سے واقفیت بڑھے اور ان پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہو۔ صحیح بخاری میں ہے۔ وقال معاذ اجلس بنا نؤمن ساعۃ حضرت معاذؓ نے فرمایا "ہمارے ساتھ بیٹھو ہم ایک ساعت ایمان لائیں" یعنی ایمان کا تذکرہ کریں، اپنے ایمان میں استحکام پیدا کریں، اور اپنے ایمان کو تازہ اور شگفتہ رکھیں"۔ جب حضرت معاذؓ جیسے جلیل القدر صحابی ایمان تازہ اور شگفتہ رکھنے کے لئے مل بیٹھنے کی فرمائش کرتے ہیں تو ہم جیسے دور افتادگوں کو کس قدر اس امر کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ ہمارے مل بیٹھنے اور ہماری محفلوں اور مجلسوں کا کیا مقصد ہونا چاہئے۔

تجدید ایمان، تازگی و شگفتگی ایمان، ایمان میں افزائش کے وسائل کا کھوج لگانا، تعاون علی البر والتقویٰ نیکی اور تقویٰ کے لئے ایک دوسرے کی مدد کرنے کے منصوبے کرنا، اماطۃ الاذیٰ عن الطریق یعنی گندگی اور باعث اذیت چیزوں کو راستہ سے دور کرنے کے مواقع بہم پہنچانا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان کی پیروی اور اتباع کے ذکر و اذکار سے دل و جان کو منور کرنا، درود و سلام کے ہدایا ارسال کرنا۔

حضرت انسؓ سے امام بخاری نے روایت کی ہے لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین، جب تک کسی میں اپنے ماں باپ اپنی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ ہو، اس میں ایمان کی حقیقت کا فقدان ہے۔

آج کا یہ جلسہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عقیدت اور وابستگی، محبت اور شیفتگی کے اظہار کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔ کون مسلم ہے جس کو ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت نہیں۔ اس دور میں بھی جبکہ ہم نے آپ کے پیغامات اور تعلیمات کے بیشتر حصہ کو پس پشت ڈال دیا اور فراموش کر دیا ہے اور ان سے بے پروائی اور انحراف کو اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کا ذکر مبارک تسکین دل و جان ہے۔ ہم اپنے قلوب میں اس اسم مبارک کے لئے کچھ ایسی کشش پاتے ہیں کہ بے اختیار درود پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ خدا کے ہر حکم کی نافرمانی کو گوارا کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی سے دریغ کرتے رہے ہیں لیکن اپنی زندگی کی ایک آن بھی ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخی اور شوخی تو ایک طرف ادنیٰ سی بے ادبی کا شائبہ بھی برداشت نہیں کیا۔ ان پڑھ، بے علم، نادان اور جاہل بھی اپنی جانوں پر کھیل جاتے ہیں ؎

منکر یزداں توانی می شدن
منکر شانِ نبیؐ نتواں شدن (اقبالؒ)

ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہم میں سے ہر ایک اپنی جان اور اپنا سب کچھ فدا کرنے پر مستعد اور آمادہ رہا ہے۔ ہم نے کبھی بھی کسی مدعیِ نبوت کو معاف نہیں کیا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو کسی معنی میں بھی نبی ماننے کے روادار نہیں رہے۔ ع باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

یہ ہمیشہ ہمارا عمل رہا۔ کوئی بدھو ہی ہوگا جو کسی انسان کو خالق کائنات سمجھ لے لیکن نبوت کے ادعاء سے البتہ فتنوں کا دروازہ کھل جاتا ہے اور امت کی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں ہی میں سے انبیاء بھیجے۔

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو اپنے مخالفین سے قتال کی دعوت دی تو کہا: اذھب انت وربك فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون (۵:۲۴)

"تو اور تیرا رب دونو جاؤ اور قتال کرو، ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔" محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے لئے نکلنے سے پہلے ان انصار سے دریافت فرمایا جن سے

یہ معاہدہ ہوا تھا کہ اگر مکہ والے مدینہ پر حملہ کریں تو اس وقت مدینہ کی مدافعت اور بچاؤ کے لئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہو کر لڑیں گے۔ یہ بات نہ تھی کہ مدینہ سے باہر جا کر قتال کرنے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہوں گے۔ معاہدہ کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قتال کے لئے نکلنے سے انکار کر سکتے تھے لیکن ان انصار نے فرمایا تو یہی کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں، آپ سے پہلے، ہم آپ کے آگے، آپ کے پیچھے، آپ کے بائیں، آپ کے دائیں، غرض آپ کے چاروں طرف دشمن سے قتال میں ہم اپنی جانیں آپ پر قربان کر دیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں وہ قتال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ یہ تاریخ عالم کی فیصلہ کن جنگوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اس کی اہمیت کا اس بات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ لڑائی سے قبل سربسجود ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے نہایت تضرع اور الحاح کے ساتھ مناجات کی کہ اے اللہ! اگر یہ جماعت مؤمنین ہلاک ہو گئی تو پھر اس زمین پر صرف تیری عبادت کرنے والے باقی نہ رہیں گے۔

اس جذبۂ فداکاری اور جاں نثاری کی بدولت اللہ نے ان کی مدد کی، کافروں کے دلوں پر ان مؤمنین کا رعب چھایا اور لشکر قریش کو باوجود کثرت عدد اور سازو سامانِ حرب کی فراوانی کے شکستِ فاش ہوئی اور ان کے بڑے بڑے قائدین ہلاک ہوئے۔

ہم کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا دعویٰ ہے، ہم بھی اپنی جانیں نثار کرنے کے لئے مستعد اور آمادہ نظر آتے ہیں لیکن محبت رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضوں سے غافل اور بے پرواہ ہیں ان المحب لمن یحب یطیع! جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو وہ اسکی فرماں برداری اور اطاعت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اسی لئے بھیجا کہ ان کی اطاعت کی جائے! وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (٦٤ : ٤) ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ صرف زبانی اظہار محبت سے وہ سعادتیں اور برکتیں حاصل نہیں ہو سکتیں جو محبت کے تقاضوں کو پورا کرنے والوں کو حاصل ہیں۔ صرف زبانی اظہار محبت سے اس کا بھی اندیشہ ہو سکتا ہے کہ کہیں نفاق راہ نہ پا جائے جس سے اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع، ان کی پیروی، ان کے نقش قدم پر چلنے، ان کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہونے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی ضمانت ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (٣١ : ٣) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع اور پیروی کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا وسیلہ اور دنیا و آخرت کی فلاح و بہبودی کا باعث ہے۔

نیز فرمایا قل ان کان آباؤکم وابناؤکم

واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموها وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین (۹:۲۴) کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان اور وہ مال جو تم نے کمائے اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جدوجہد سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں، تو انتظار کرو، یہاں تک کہ خدا اپنا حکم عذاب بھیجے، اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

صحابہ کرام اور عصر اول کے مسلمانوں کو احکام الٰہی اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا بالفاظ دیگر اعتصام بالکتاب والسنہ کے طفیل توفیق نصرت الٰہی نصیب ہوئی۔ ظہور اسلام کے وقت دنیا میں عربوں کی کیا شنوائی تھی؟ تمدن میں تہذیب میں ان کا کیا مقام تھا اور کس دنیوی جاہ وشوکت اور سطوت وسلطنت کے وہ مالک تھے؟ رسول کریم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ کے احکام پر عمل پیرا ہوئے تو ان کی دنیا بدل گئی۔ وہ قیصر وکسریٰ کی سلطنتوں کے مالک ہوئے۔ ان کے اعمال واخلاق میں وہ جاذبیت اور کیفیت پیدا ہوئی کہ بہتیرے لوگ اور بہت سی قوموں کی بڑی بڑی جماعتیں بطیب خاطر مسلمان ہوگئیں۔ جب تک ایمان میں استحکام اور شگفتگی رہی اور جس حد تک مذہب پر عمل رہا اسی حد تک وہ کامیاب رہے۔ زندگی کے ہر میدان میں سربلندی حاصل رہی اور جوں جوں ایمان میں ضعف پژمردگی پیدا ہونے لگی ہم من حیث القوم شقاوت کی طرف کھنچے چلے گئے۔

اس قوم کی فلاح وکامیابی کا سارا انحصار اعتصام اور عمل بالکتاب والسنہ پر رہا۔ تاریخ سے جس کو ذرا بھی واقفیت حاصل ہے، وہ جانتا ہے کہ دنیا میں دوسری قومیں ہیں جو جس قدر اپنے مذہب سے دور ہوتی گئیں اسی قدر انہیں دنیاوی سربلندی حاصل رہی۔ عیسائیت سے قبل رومی حکومت کی شوکت وسطوت درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی تھی عیسائیت قبول کرنے کے بعد رومی حکومت کا زوال شروع ہوا۔ اقوام یوروپ میں مذہبی اقتدار کا دور، دور ظلمت سمجھا جاتا ہے۔ اقوام یوروپ کی ترقیوں اور خوشحالیوں کی ابتدا اس وقت ہوئی جب وہ رومی کلیسا کے شکنجے سے اپنے تئیں آزاد کرنے لگے۔ مذہب کی بجائے عقل کو اپنا راہ نما بنایا۔

امریکہ کی ترقی کی بھی یہی داستان ہے اور سبھی اس امر سے واقف ہیں کہ سوویٹ روس نے نہ صرف کلیسائی مذہب کو خیرباد کہا بلکہ اس کے خلاف ہر طرح کے ہتھیار استعمال کئے۔ برخلاف اس کے قوم مسلم کی سرفرازی ونیکنامی دنیوی کامرانی اور فیروزمندی اسی وقت تک رہی جب تک کہ وہ ایمان کے اقتضاء پر احکام خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو رہے۔ مسلمان دین سے دور ہوئے تو ان کی دنیا بھی گئی۔

یہ حقیقت اس لئے واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارے بعض تعلیم یافتہ امریکہ روس اور یوروپ کی ترقیوں کو دیکھ کر یہ سمجھنے لگے ہیں کہ جب تک ان قوموں کی طرح

مذہب سے انحراف یا انکار نہ ہوگا دنیوی ترقی ناممکن ہے۔

قوم مسلم کا معاملہ دوسرا ہے۔ دوسری قوموں پہ قیاس کرنا بڑی ہی غلطی اور گمراہی ہے: "من یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما (۷۱:۳۳) جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس کو فوز عظیم بڑی کامیابی اور فیروز مندی حاصل ہے ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبینا (۳۳:۳۶) اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہے اور جو گمراہ ہوا اس کی نسبت ارشاد فرمایا: ومن یضلل فاولئك ھم الخاسرون اور جو گمراہ ہیں وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا (۵۹:۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دیں اسکو مضبوطی سے تھام لو۔ اس پہ حسب استطاعت پورا پورا عمل کرو اور جس عمل سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ ہم نے نافرمانی کی تو ہم پہ مصائب کا ہجوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے خبردار بھی کیا فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ أن تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم (۲۴:۶۳) جو لوگ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس بات سے خبردار اور متنبہ ہوں کہ وہ فتنوں میں مبتلا ہوں گے یا انہیں دردناک عذاب پہنچیگا۔

کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ آج ساری دنیا میں مسلمان فتنوں کے شکار ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتنوں کی پیشگوئی فرمائی تھی ان ھذہ امتکم جعل عافیتھا فی اولھا وسیصیب آخرھا بلاء وامور تنکرونھا یہ تمہاری امت اس کے شروع میں عافیت اور اس کے آخر میں ان پہ بلائیں آئیں گی اور ایسے امور واقع ہوں گے جن سے تم کراہت کروگے۔ جب ایک فتنہ آئے گا فیقول المؤمن ھذہ مھلکتی ثم تنکشف فتجئ فتنۃ فیقول المؤمن ھذہ ھذہ تو مومن کہے گا یہی میرے لئے ہلاکت ہے پھر جب وہ فتنہ دور ہوگا تو دوسرا فتنہ آئے گا تو پھر مؤمن کہیگا یہی تو ہلاکت ہے۔ فتنے سمندر کی موجوں کی طرح یکے بعد دیگرے برپا ہوتے رہیں گے اور ہر فتنہ کے وقت یہی گمان ہوگا کہ یہ سب سے بڑا فتنہ ہے۔ حالات زمانہ سے باخبر اشخاص خوب جانتے ہیں کہ ہم کس طرح ایک فتنہ کے بعد اس سے بڑے فتنہ میں مبتلا ہو رہے ہیں اور کیسی آزمائش کی گھڑیوں سے گذر رہے ہیں۔ ہر طرف عذاب الیم کا سامنا ہے چین اور اطمینان کہیں نصیب نہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں آنے والے دور فتن کا ذکر کیا تو ایک صحابی نے دریافت فرمایا من قلۃ نحن یومئذ شاید اس وقت ہم قلت میں ہونگے۔ تو فرمایا: لا بل انتم کثیر "نہیں" بلکہ تم تعداد میں کثیر ہوں گے لیکن دریا کے جھاگ اور کف کے مانند ہوگے ولینزعن اللہ من صدور عدوکم المھابۃ منکم ولیقذفن فی قلوبکم الوھن قیل وما الوھن قال حب الدنیا وکراھیۃ الموت۔ اللہ تعالیٰ

تمہارے دشمنوں کے دلوں سے ہیبت اور تمہارا رعب دور کردیگا اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔ پوچھا گیا وہن کیا چیز ہے، تو فرمایا دنیا سے محبت اور موت سے کراہت۔ کیا آج کے عالم اسلام پر یہ پیشین گوئی صادق نہیں ہوتی؟ کیا ہم میں سے اکثروں کی زندگیوں میں یہی دو باتیں کارفرما نہیں۔ دنیا کی محبت ہمیں برائیوں کی طرف لے جاتی ہے۔ اور کراہیۃ الموت۔ بہت سارے اعمالِ نیک کے انجام دینے میں اظہار و اعلانِ حق کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ ایک وہ دن بھی تھے: اذ یوحی ربك الی الملٰئکۃ انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق و اضربوا منھم کل بنان (۸:۱۲)

جب تمہارے رب نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم مؤمنین میں استقامت پیدا کرو۔ میں ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے کفر کیا ہیبت اور رعب ڈال دوں گا تم ان کی گردنیں اڑا دو اور ان کے ہاتھ کاٹ دو کہ ہتھیار نہ اٹھا سکیں وانزل الذین ظاھروھم من اھل الکتاب من صیاصیھم وقذف فی قلوبھم الرعب فریقا تقتلون وتاسرون فریقا (۲۶ : ۳۲) اور ان اہل کتاب کو جنہوں نے قریش کی پشت پناہی اور حمایت کی، اپنے قلعوں سے باہر نکالا اور ان کے دلوں میں ہیبت اور رعب ڈال دیا، بعض کو تم نے قتل کیا اور بعض کو گرفتار کرلیا۔ ان اہل کتاب سے مراد یہود بنی قریظہ ہیں۔

لیکن آج یہ حال ہے کہ اسرائیلی یہود عرب ممالک پر جب چاہیں اور جس طرح چاہیں حملہ کرتے ہیں۔ ان کی زمینوں پر قبضہ کرتے ہیں اور کوئی انہیں روکنے والا نہیں اور ان عربوں میں اس قدر ہمت اور استطاعت بھی نہیں کہ کامیابی کے ساتھ ایک لڑائی بھی ان یہود سے لڑ سکیں اور بیت المقدس پر دوبارہ قبضہ کرسکیں۔ کہنے کو آج دنیا میں بہت ساری اسلامی حکومتیں ہیں لیکن کوئی حکومت بھی واقعی طور پر خود مختار اور اپنا دفاع خود کرنے کے قابل نہیں۔ ان میں کچھ سوویٹ روس کے رحم وکرم پر ہیں تو کچھ امریکہ کی چشم مرحمت کے متوقع اور امیدوار۔ درحقیقت اس صورت حال کی تعبیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی تھی۔ بطن الارض خیر لکم من ظھرھا زمین کی پیٹھ سے زمین کا بطن تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

قوم مسلم کی یہ زبوں حالی اور عبرت ناک صورت حال کیوں ہے؟ اس کا صرف ایک جواب ہے، اور وہ ہے ایمان کی کمزوری، ورنہ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی طرف توجہ کیوں ہوتی۔ ایمان کی کمزوری کا باعث اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سے انحراف و روگردانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: اعدوا ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ

وعد وکم وآخرین من دونهم لا تعلمونهم
(۸:۶۰) جس قدر تم سے ہو سکے قوت مہیا کرو اور سرحدوں پر گھوڑے تیار رکھو تاکہ تم اللہ کے دشمنوں میں اور اپنے دشمنوں میں دہشت پیدا کرو۔ اور ان کے علاوہ اور لوگ جنہیں اب تم نہیں جانتے اور اللہ انہیں جانتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ فوجی اور جنگی اعتبار سے تمام ضروری ساز و سامان سے ہر وقت مستعد رہیں۔ اس حکم سے بے پروائی برتی تو نتیجہ یہ ہوا کہ ہر معرکہ میں غیروں سے شکست پائی قال تعالیٰ یوم یعض الظالم علی یدیہ یقول یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا یاویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا ۵ لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی وکان الشیطان للانسان خذولا ۵ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا (۲۵:۲۷-۳۰)

جس دن ناعاقبت اندیش ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کھائے گا اور کہیگا کہ ای کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے شامت کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا اس نے میری پاس کتاب نصیحت آنے کے بعد مجھے بہکا دیا اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے اور پیغمبر کہیں گے اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔

اگر ہماری عقلیں سلب نہیں کر لی گئی ہیں اور ہمارے دلوں پر مہریں نہیں لگ گئی ہیں تو اپنی موجودہ بدبختی اور شقاوت کو دور کرنے کے لئے ہمیں قرآن کی رہنمائی میں تلافیٔ مافات کی جدوجہد کرنی چاہیئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس امت کے اگلے لوگوں کی جس ذریعہ سے اصلاح ہوئی پچھلوں کی اصلاح بھی اسی ذریعہ سے ہوگی۔ یعنی کتاب و سنت سے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے۔ حضور اکرم کی سیرت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جب کفارِ مکہ نے آپ کی رسالت اور سچائی کا انکار کیا تو آپ نے اپنی رسالت کی یہ دلیل پیش فرمائی:۔
فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون۔
(۱۰:۱۶) میں اس سے پہلے یعنی اعلانِ نبوت سے پہلے تمہارے درمیان ایک عمر گزار چکا ہوں بھلا تم سمجھتے نہیں۔ ایک دلیل رسالت سیرتِ رسول ہے تو دوسری دلیل قرآن مجید ہے۔ یہ دونوں یعنی سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن حکیم ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول کان خلقہ القرآن اس کا شاہد ہے۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیر اور اس سے استفادہ کے لئے قرآن فہمی کی اسی قدر ضرورت ہے جس قدر قرآن کے مطالب و معانی کے صحیح فہم و ادراک کے لئے سیرت و سنت رسول سے کما حقہ واقفیت ضروری ہے۔

جنگ احد کے واقعات سے آپ واقف ہوں گے۔ اس

بس دو باتیں توجہ طلب ہیں۔ پہلی بات یہ کہ حضورؐ کی مرضی نہ تھی کہ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کریں۔ اکابر صحابہ بھی آپ کے ہم خیال تھے لیکن نوجوان اور نوخیز صحابہ نے اور جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے انہوں نے اصرار کیا کہ مدینہ سے نکل کر مقابلہ کیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ سے باہر نکلتے ہی تین سو کی جماعت نے ساتھ چھوڑ دیا۔ تہائی قوت کم ہو گئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اکثر تیر انداز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی صریح خلاف ورزی میں اپنی معترہ جگہ سے ہٹ گئے اور مال غنیمت لوٹنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ فتح شکست سے بدل گئی۔ ستر صحابہؓ شہید ہو گئے اور بہت سارے زخمی ہوئے۔ خود حضور اکرمؐ کا مقدس چہرہ زخمی ہو گیا۔ صحابہ کا ایمان قویٰ تھا۔ انکا جذبۂ جاں نثاری اور جاں بازی بھی ایک نافرمانی کے عواقب اور نتائج سے انہیں بچا نہ سکا۔

ہم ذرا اپنے احوال کو دیکھیں، صحابۂ کرام کی زندگیوں سے اپنی زندگیوں کا مقابلہ کریں۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے ایمان اور اپنے اعمال سے واقف ہے تفصیل و بیان کی کوئی حاجت نہیں۔ نیکوکاروں کی ایک نافرمانی کا جب ایسا نتیجہ تھا تو ہم جیسے سیہ کاروں کی نافرمانیوں کا کیا حشر ہوگا؟ ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے۔

حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور صداقت کی دوسری دلیل قرآن حکیم ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

فلا اقسم بما تبصرون ٭ وما لا تبصرون ٭ انه لقول رسول كريم ٭ وما هو بقول شاعر قليلا ما تؤمنون ٭ ولا بقول كاهن قليلا ما تذكرون ٭ تنزيل من رب العالمين ٭ (٤٣-٣٨ : ٦٩) ہم کو ان چیزوں کی قسم جو تم کو نظر آتی ہیں اور ان کی بھی جو تم کو نظر نہیں آتی ہیں کہ یہ قرآن رسول عالی مقام کا پیغام ہے یہ کسی شاعر کا کلام نہیں لیکن تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو اور نہ کسی کاہن کے مزخرفات ہیں لیکن تم لوگ بہت کم فکر کرتے ہو، یہ تو پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔

اگلی قوموں کی تقلید میں اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہا معجزات حسیہ کا مطالبہ کیا فليأتنا بآية كما ارسل الاولون (٥ : ٢١) جیسے اگلے پیغمبر نشانیاں دیکر بھیجے گئے تھے اسی طرح یہ بھی ہمارے پاس نشانی لائے۔

وقالوا لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعا ٭ او تكون لك جنة من نخيل وعنب فتفجر الانهار خلالها تفجيرا ٭ او تسقط السماء كما زعمت علينا كسفا او تأتي بالله والملائكة قبيلا ٭ او يكون لك بيت من زخرف او ترقى في السماء ولن نؤمن لرقيك حتى تنزل علينا كتابا نقرؤه قل سبحان ربي هل كنت الا بشرا رسولا ٭ (٩٣-٩٠ : ١٧) اور وہ کہنے لگے کہ ہم تم پہ ایمان نہیں لے آئیں گے جب تک کہ یا تو ہمارے لئے زمین میں سے چشمے جاری

ہو، یا تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو،
اور اس کے بیچ میں نہریں بہا لے جاؤ۔ یا ہم پہ آسمان کے
ٹکڑے جیسا تم کہا کرتے ہو لا گراؤ، یا خدا اور فرشتوں کو
ہمارے سامنے لاؤ، یا تمہارے سونے کا گھر ہو، یا تم آسمان
پر چڑھ جاؤ، اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے،
جب تک کہ کوئی کتاب نہ لاؤ، جسے ہم پڑھ بھی لیں۔ کہدو
سبحان ربی میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا انسان
ہوں۔ اس قسم کے مطالبات کے جواب میں حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کو اپنے معجزے کی حیثیت
سے پیش کیا اور تمام منکرین کو یہ چیلنج دیا کہ قرآن سے
زیادہ ہدایت کرنے والی یا قرآن جیسی کتاب لائیں اور اگر
یہ نہ ہوسکے تو دس سورتیں ہی بنا لائیں، اگر یہ بھی نہ ہوسکے
تو قرآن کی سورتوں کی مثل ایک سورت ہی لائیں۔

معجزۂ قرآن اور دوسرے حسی معجزات میں نمایاں
فرق یہ ہے کہ حسی معجزات صرف صاحب معجزات کی قوم کے
ہمعصروں کے لئے حجت ہوسکتے تھے اور قرآن کریم تو تمام
ہمعصروں کے لئے تمام آئندہ زمانوں کے لئے اور جن جن لوگوں
تک قرآن پہونچے چاہے وہ عرب ہوں یا عجمی ہوں اور کہیں
بھی بستے ہوں سبھوں کے لئے حجت ہے۔ قرآن جیسا دائمی
معجزہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کافۃ الناس کے لئے بھیجے گئے تھے اور خاتم النبیین تھے،
آپ کو ویسے معجزات بھی دئے گئے تھے جیسے انبیاء سابقین
کو دئے گئے تھے۔ ان کے علاوہ قرآن کا دائمی وسرمدی معجزہ
بھی دیا گیا جس کا مثل پیش کرنے سے تمام اہل عالم الی یومنا
ہذا عاجز رہے ہیں اور انشاء اللہ رہیں گے۔

جس معجزۂ حسی کا مشرکین قریش کے سرداروں نے
مطالبہ کیا تھا وہ معجزہ انہیں دکھایا گیا۔ ان کے مطالبہ پہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک کے اشارے
پہ چاند کے دو ٹکڑے کئے اور پھر تھوڑے وقفہ کے بعد
وہ دونوں مل گئے۔ جن مشرکین نے چاند کو شق ہوتے دیکھا
انہوں نے اسکو جادو سے تعبیر کیا اور کہا کہ آپ کا جادو
صرف زمین پہ نہیں بلکہ آسمانوں پہ بھی اثر کرجاتا ہے۔ اس کو
سحر مستمر کہنے سے باز نہیں آئے۔

قرآن کریم میں امم سابقہ کے جو احوال بیان ہوئے ہیں،
ان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب کبھی کسی قوم میں اس
قوم کا نبی ظاہر ہوا اس قوم نے اپنے پیغمبر سے مطالبہ کیا کہ
اپنے برحق پیغمبر ہونے کی کوئی نشانی دکھلائے اور جب اس
پیغمبر نے ان کو نشانی دکھلائی تو نشانی دیکھنے کے بعد اس
پیغمبر کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو اس جھٹلانے
کی پاداش میں اپنی مقررہ مہلت دینے کے بعد ہلاک کیا۔ ایسا
کبھی نہیں ہوا کہ کسی قوم نے اپنے پیغمبر اور اللہ کی بھیجی ہوئی نشانیوں
کی تکذیب کی ہو اور وہ بچ جائے۔

سورۂ انعام میں فرمایا وقالوا لولا انزل علیہ
ملک اور انہوں نے یہ کہا کہ اگر یہ شخص اپنے دعوی میں سچا

ہے۔ تو کیوں اس پہ فرشتہ نہیں اترا تا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں"۔ ان کو یہ جواب دیا گیا ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لاینظرون اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو ساری باتوں کا فیصلہ ہی ہو جاتا پھر ان کے لئے مہلت ہی نہ رہتی کہ مانیں یا نہ مانیں (۶:۸)۔

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کیا اور نادم ہوئے لیکن ان کی ندامت ان کو عذاب الٰہی سے بچا نہ سکی فاخذتھم الرجفۃ فاصبحوا فی دارھم جاثمین "پس ایسا ہوا کہ انہیں لرزا دینے والی ہولناکی نے آلیا اور جب ان پہ صبح ہوی تو اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے (۷:۷۸)۔

سورۂ اعراف میں پچھلی قوموں کی تکذیب انبیاء اور ان کی ہلاکت کا ذکر کیا گیا ہے۔ فکذبوہ فانجیناہ والذین معہ فی الفلک واغرقنا الذین کذبوا بآیاتنا انھم کانوا قوما عمین (۷:۶۴) ان لوگوں نے نوح کو جھٹلایا پس ہم نے اسے اور ان سب کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دی اور جنہوں نے ہماری نشانیاں جھٹلائی تھیں غرق کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بالکل اندھے ہو گئے تھے۔

قوم عاد کے متعلق فرمایا: وقطعنا دابر القوم الذین کذبوا بآیاتنا (۷:۷۲) اور جنہوں نے ہماری نشانیاں جھٹلائی تھیں ان کی بیخ و بن تک اکھاڑ دی۔

قوم لوط کا ذکر فرمایا: وامطرنا علیھم مطرا۔ فانظر کیف کان عاقبۃ المجرمین (۷:۸۴) اور ہم نے ان پہ پتھروں کا مینہ برسا دیا تھا سو دیکھو مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

اصحاب مدین قوم شعیب علیہ السلام کی تباہی بیان کی:۔

فاخذتھم الرجفۃ فاصبحوا فی دارھم جاثمین الذین کذبوا شعیبا کان لم یغنوا فیھا (۷:۹۱-۹۲)

پس ایسا ہوا کہ انہیں لرزا دینے والی ہولناکی نے آلیا اور جب ان پہ صبح ہوئی تو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔ گویا وہ لوگ جنہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تھی، کبھی ان بستیوں میں بسے ہی نہ تھے۔

فرعون کی حکایت کا خاتمہ یوں ہوا: فانتقمنا منھم فاغرقناھم فی الیم بانھم کذبوا بآیاتنا وکانوا عنھا غافلین (۷:۱۳۹) بالآخر ہم نے ان کی بدعملیوں پر انہیں سزا دی، یعنی اس جرم کی پاداش میں کہ ہماری نشانیاں جھٹلائیں اور ان کی طرف سے غافل رہے انہیں سمندر میں غرق کر دیا۔

سورۂ شعراء میں بھی ان قوموں کی تکذیب اور تکذیب کی پاداش کا ذکر فرمایا:۔

كذبت قوم نوح المرسلین (۱۰۵)

ثم اغرقنا بعد الباقین (۱۲۰)

کذبت عاد المرسلین (۱۲۳)

فکذبوہ فاھلکناھم (۱۳۹)

کذبت ثمود المرسلین (۱۴۱) فاخذھم العذاب (۱۵۸)
کذبت قوم لوط المرسلین (۱۶۰) وامطرنا علیھم مطرا (۱۷۳)
کذبت اصحاب الایکۃ المرسلین .. (۱۷۶)
فکذبوہ فاخذھم عذاب یوم الظلۃ ... (۱۸۹)

سورہ فرقان میں ان قوموں کے صراحۃً ذکر کے ساتھ ان قوموں کی طرف مجملاً اشارہ فرمایا جو قوم عاد و ثمود کیطرح تکذیب کی پاداش میں ہلاک کئے گئے وقوم نوح لما کذبوا الرسل اغرقناھم وجعلناھم للناس آیۃ واعتدنا للظالمین عذابا الیما وعادا وثمود واصحاب الرس وقرونا بین ذالک کثیرا وکلا ضربنا لہ الامثال وکلا تبرنا تتبیرا (۳۷-۳۹) اور قوم نوح نے جب جھٹلایا تو ہم نے انہیں سیلاب میں ڈبو دیا اور انہیں لوگوں کے لئے ایک عبرتناک نشانی بنا دی۔ اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود اور اصحاب الرس اور ان کے درمیان کی بہت سی قومیں ہر ایک کے لئے ہم نے مثال بیان کی ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے برباد کر ڈالا۔ اس آیت میں قرونا بین ذالک کثیرا فرمایا تو سورۂ ابراھیم میں بتایا والذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللہ (۸) یعنی ان کی گنتی اللہ ہی جانتا ہے۔

سورۂ مؤمنون میں ہے قال عما قلیل لیصبحن نادمین ٥ فاخذتھم الصیحۃ بالحق فجعلنا ھم غثاء فبعدا للقوم الظالمین ٥ ثم انشأنا من بعدھم قوما آخرین ٥ ما تسبق من امۃ اجلھا وما یستأخرون ٥ ثم ارسلنا رسلا تترا کلما جاء امۃ رسولھا کذبوہ فاتبعنا بعضھم بعضا وجعلناھم احادیث فبعدا للقوم لا یومنون (۴۰-۴۴) فرمایا عنقریب ایسا ہونے والا ہے کہ یہ اپنے کئے پر شرمسار ہونگے۔ چنانچہ فی الحقیقت ایک ہولناک آواز نے انہیں آپکڑا اور ہم نے خس و خاشاک کیطرح انہیں پامال کر دیا تو محرومی ہو اس گروہ کے لئے کہ ظلم کرنے والا ہے۔ پھر ہم نے ان کے بعد قوموں کے اور بہت سے دور پیدا کئے۔ کوئی قوم اپنے مقررہ وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔ پھر ہم نے لگاتار یکے بعد دیگرے اپنے رسول بھیجے لیکن جب کسی قوم میں اس کا رسول ظاہر ہوا معًا وہ جھٹلانے پر آمادہ ہوگئی۔ پھر ہم بھی ایک کے بعد ایک کرکے انہیں ہلاک کرتے گئے اور ان کی ہستیاں افسانہ بن گئیں تو ان کے لئے محرومی و نامرادی ہو جو آیات حق پر یقین نہیں کرتے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ کے انکار اور تکذیب سے بے حد رنجیدہ ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلعلک باخع نفسک علیٰ آثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا (۱۸:۶) ای پیغمبر تمہاری حالت تو ایسی ہو رہی ہے کہ جب لوگ یہ واضح بات نہ مانیں

تو عجب نہیں، ان کی ہدایت کے پیچھے مارے افسوس کے اپنی جان ہلاکت میں ڈال دیں۔ سورۂ شعراء میں فرمایا لعلك باخع نفسك الا یکونوا مومنین (۲۶:۳) آپ کی تسلی اور جمعیت خاطر کے لئے امم سابقہ اور ان کی تکذیب کی پاداش میں ان کی ہلاکت کے واقعات بیان کئے اور پھر یہ بھی فرمایا: وان یروا کل آیۃ لا یؤمنوا بھا (۶:۲۵) اگر سچائی کی ہر ایک نشانی بھی دیکھ لیں جب بھی یہ یقین کرنے والے نہیں۔ معجزۂ شق القمر کے دیکھ لینے کے بعد وہ معجزے طلب کرتے رہے اور اللہ کی سخت قسمیں کھا کر کہتے تھے اگر کوئی معجزہ ان کے سامنے آجائے تو وہ ضرور اس پر ایمان لے آئیں گے فاقسموا جھد ایمانھم لئن جاءتھم آیۃ لیؤمنن بھا قل انما الآیات عند اللہ وما یشعرکم انما اذا جاءت لا یومنون (۶:۱۱۰) کہہ دو اے پیغمبر معجزے تو اللہ کے پاس ہیں اور اے مسلمانو! تمہیں کیا معلوم؟ اگر معجزہ آبھی جائے جب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اور نیز فرمایا لو نزلنا علیك کتابا فی قرطاس فلمسوہ بایدیھم لقال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین (۶:۷) اور اے پیغمبر اگر ہم آپ پر ایک کتاب کاغذ پر لکھی لکھائی اتار دیتے اور یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیتے کہ سچ مچ کو کتاب ہے، پھر بھی جن لوگوں نے انکار کی راہ اختیار کی ہے وہ کبھی نہ مانتے، وہ یہ کہتے کہ یہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ آشکارا جادوگری ہے۔

سرداران قریش نے معجزۂ شق القمر کے دیکھنے کے بعد اس سے اعراض و روگردانی کی اور اس کو سحر مستمر قرار دیا اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر (۵۴:۱-۲)۔ اس تکذیب کی بنا پر عذاب الٰہی کا ان پر واقع ہونا لازم ہو گیا فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (۳۵:۴۳) تم اللہ کے طریق کار میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ سنن الٰہیہ کے مطابق مدت امہال کے بعد وہ سب کے سب جنگ بدر میں اور اس سے پہلے ہلاک ہو گئے۔

شق القمر کے معجزے کے بعد دیگر کفار قریش نے معجزے طلب کئے تو انہیں صاف جواب دے دیا گیا: انما الآیت عند اللہ معجزے تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔ مزید معجزے نہ دکھلانے کی وجہ یہ بیان کی: وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بھا الاولون۔ وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بھا وما نرسل بالآیات الا تخویفا (۱۷:۵۹) اور جو نشانیاں یہ منکر طلب کرتے ہیں ان نشانیوں کے بھیجنے سے کیا بات ہمیں روک سکتی ہے مگر یہ کہ ہم جانتے ہیں کہ پچھلے عہد کے لوگ ایسی ہی نشانیاں جھٹلا چکے ہیں اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی کہ ایک آشکارا نشانی تھی لیکن انہوں نے

اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیوں کو صرف اس واسطے بھیجتے ہیں کہ لوگ ڈریں۔

کفار مکہ نے بار بار ان نشانیوں کا مطالبہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت میں یہ گذر چکا تھا کہ اہل مکہ جلد یا بدیر ایمان لائیں اور اسلام کی خدمت انجام دیں اور وہ لوگ تھے جنہوں نے شق القمر کے معجزے کا مطالبہ نہ کیا تھا' اللہ تعالیٰ کی رحمت نے انہیں آزمائش میں مبتلا کرنا نہ چاہا' اہل مکہ پر عموماً عذاب نازل نہ کرنے کی ایک خاص وجہ بھی بیان کی ہے واذ قالوا اللهم ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب اليم ۝ وما کان الله ليعذبهم وانت فيهم وما کان الله معذبهم وهم يستغفرون (۸ : ۳۱ - ۳۲) اور کفار مکہ نے کہا تھا خدایا اگر یہ بات یعنی پیغمبر اسلام کی دعوت تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دے یا ہمیں کسی دوسرے دردناک عذاب میں مبتلا کر دے اور اللہ ایسا کرنے والا نہیں تھا کہ تم ان کے درمیان موجود ہوں اور پھر انہیں عذاب میں ڈالے اور اللہ ایسا کرنے والا بھی نہیں تھا کہ انہیں عذاب میں ڈالے حالانکہ وہ معافی مانگ رہے ہوں۔

چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد اہل مکہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ ان میں قابل ذکر خالد بن ولید' عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ ہیں۔ اور فتح مکہ کے بعد تمام اہل مکہ بجز تین مردوں اور ایک عورت کے مسلمان ہو گئے۔ عرب کے اکثر قبائل قریش مکہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فیصلے کے منتظر تھے۔ فتح مکہ کے بعد تمام قبائل عرب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفود بھیجے اور اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

تفصیلات مذکورۂ بالا سے یہ امر واضح ہو جائے گا' کہ شق القمر کے معجزے کے بعد کیوں دوسرے معجزات کے مطالبات کو رد کر دیا گیا۔ اب رہے وہ معجزات و خوارق عادات امور جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشے ان میں سب سے زیادہ عظیم الشان اسراء اور معراج کے معجزے ہیں۔ دیگر انبیائے کرام کو جیسے معجزے دئے گئے تھے وہ آپ کو بھی دئے گئے تھے اور ان کا شمار اور احصاء بہت مشکل ہے۔ معجزات کے تنوع اور کثرت کا مضمون ایک شاعر نے یوں ادا کیا ہے ؎

حسن یوسف' دم عیسیٰ' ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ممکن ہے خاص خاص معجزات کی روایت بطریق آحاد ہوئی ہو' لیکن وقوع معجزات کی روایتیں یقیناً تواتر کی حد تک پہنچتی ہیں' جن کا انکار مستلزم کفر ہے۔ شق القمر' اسراءٔ اور معراج قرآن کریم کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں جن سے انکار کسی مومن کے بس کی بات نہیں۔

باوجود ان حسی معجزات کے تنوع اور کثرت کے ان کو اسلام نے اس لئے حجت نہیں قرار دیا کہ حسی معجزات اور سحر کے

کرشموں اور شعبدوں میں امتیاز ہر کسی سے ممکن نہیں۔

پچھلی قوموں نے معجزات دیکھے اور ان کی بناء پر وقتی طور پر ان میں سے بعض اپنے پیغمبروں کو ماننے لگے لیکن جب کسی نے کوئی شعبدہ دکھا دیا تو پھر ان پیغمبروں کی تعلیم کو یکسر بھلا دیا لیکن وہ لوگ جو شعبدہ اور معجزے میں فرق کر سکتے تھے وہ البتہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔

مثال کے طور پر موسیٰ علیہ السلام کے اسرائیلی متبعین اور ساحران فرعون کے ایمان کا فرق قابل لحاظ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام چالیس راتوں کے لئے کوہ طور پر گئے تو ان کی غیر حاضری میں سامری نے زیوروں کے سونے چاندی سے ایک بچھڑا بنایا جس میں بیل کی سی آواز نکلتی تھی اور اسرائیلیوں سے کہا کہ یہی تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا بھی معبود ہے' تو وہ اسکی پوجا کرنے لگے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں موسیٰ علیہ السلام نے معجزے کے ذریعہ نجات دلائی تھی اور سامری نے اپنے شعبدے کے ذریعہ سے انہیں بہکایا۔ برخلاف ان کے ساحران فرعون نے جب خوب اچھی طرح جان لیا جو نشانی موسیٰ نے پیش کی اور جس نے ان کے سحر کو باطل کر دیا' وہ اللہ ہی کی بھیجی ہوئی نشانی ہے اور کوئی جادو کا کرشمہ نہیں' تو رب موسیٰ و ہارون پر اپنے ایمان کا اعلان کیا اور فرعون کی دھمکیوں کے باوجود اپنے ایمان پر قائم رہے اور فرعون سے کہا تم جو حکم دینا چاہتے ہو دیدو' وہ صرف اسی دنیا کی زندگی کا عذاب ہوگا۔ ہم اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور اسے بھی جو تم نے ہم سے زبردستی جادو کرایا۔ اور خدا بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ قوم موسیٰ نے تو موسیٰ سے بتوں کی فرمائش کی مگر جادوگران فرعون نے اپنا عذاب شدید میں مبتلا ہو کر مرجانا گوارا کیا مگر ایمان میں کوئی تزلزل یا کمزوری گوارا نہ کی۔

قرآن کریم نے کائنات کی ہر چیز کو اپنی نشانی قرار دیا۔ مظاہر فطرت گنوائے کہ ان میں عقل والوں کے لئے غور و فکر کرنے والوں کے لئے' فہم و دانش والوں کے لئے' مومنین کے لئے' شعور والوں کے لئے' متقین کے لئے اللہ کی نشانیاں ہیں' سب معجزے ہیں۔ خود انسان کی زندگی میں بے شمار آیتیں ہیں۔ آفاق و انفس میں' خلق السموات والارض میں' اختلاف اللیل والنہار میں اللہ کی نشانیاں معلوم کرنے کے لئے دعوت فکر و تذکیر دی۔ دنیا کی تمام الہامی کتابوں کو ٹٹول لیے۔ کسی کتاب میں بھی آپ کو یہ دعوت فکر فی الآفاق والانفس اور خدا کی دی ہوئی عقل و بصیرت کے استعمال کے لئے کہیں کوئی ہدایت نہ ملے گی۔ یہ قرآن کا امتیاز اور فضیلت ہے کہ اس نے اس کثرت اور اس تاکید سے اس کی ضرورت جتلائی۔ عقل و بصیرت کے استعمال نہ کرنے والوں کو چوپایہ کہا اور ان سے بھی زیادہ گمراہ قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا قل

انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ مثنیٰ وفرادیٰ ثم تتفکروا۔ (۴۶ : ۳۴)

کہدو کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خدا کے لئے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ اور پھر غور و فکر کرو۔

آخر اس غور و فکر سے کیا مقصود ہے؟ قرآن میں جابجا کہا گیا وسخر لکم ما فی السمٰوات وما فی الارض جمیعا منہ ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون (۱۲ : ۴۵) اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ بلاشبہ ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں اس بات میں بڑی نشانیاں ہیں۔ تسخیر کائنات کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں تمام مظاہر فطرت کی قوتیں، اور تاثیریں اس طرح تمہارے تصرف میں دیدی گئی ہیں کہ جس طرح چاہو کام لے سکتے ہو۔ خلقت آدم کا مقصد ہی استخلاف فی الارض ہے اور یہ استخلاف بغیر تسخیر کائنات کے ممکن نہیں اور تسخیر کائنات آفاق والنفس میں غور و فکر کے بغیر ممکن نہیں۔ خدا کا منشاء ہر حال میں پورا ہوتا ہے ہم نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے مغربی قوموں سے یہ کام لیا۔ فرمایا وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم (۳۸ : ۴۷) اگر تم روگردانی کرو، تو وہ تمہارے عوض دوسری قوم کو لائے گا۔

آج ہم زمین کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، اور اغیار آسمانوں کی سیر اور ستاروں کی تسخیر میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے کہ ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا اور سنت رسولؐ سے بے پروا ہو گئے۔ اگر اب بھی ہم متنبہ ہوئے اور اپنی غلطیوں کا تدارک کریں۔ نیت اخلاص اور عزم راسخ کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں سعی و جدوجہد کریں تو اللہ غفور و رحیم ہے، اس کا وعدہ ہے الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو اسکی راہ میں جدوجہد کرتے ہیں وہ انہیں اپنی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے (۶۹ : ۲۹)۔

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو عزم راسخ۔ نیت صادق اور استقامت کے ساتھ اسکی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

اللھم صل علیٰ سیدنا ونبینا خاتم النبیین واشرف المرسلین مولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین والحمد للہ رب العالمین۔

قرآن حکیم کا نزول

از
جناب سید محمود صاحب
قادری حیدرآبادی

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک کثیر تعداد میں انبیائے کرام مختلف قوموں کی طرف مختلف زمانوں میں مبعوث کئے جاتے رہے اور یہ سلسلہ حضورؐ اکرم کی ذات اقدس پر منتہی ہو گیا۔ آپ پر جو کتاب مقدس نازل کی گئی اسی کو ساری قوموں کے لئے تا قیام قیامت خدا کا آخری اور دائمی پیغام قرار دیا گیا۔ کہ بعد کسی دوسرے نبی کی بعثت اور نئی شریعت و کتاب کا نزول ہی نہیں۔ آپ پر نازل شدہ کتاب کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے، وہ ذکر، کتاب، صحف فرقان اور دیگر ناموں سے یاد فرمایا ہے۔

قرآن کریم ماہ رمضان المبارک کی مبارک شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کیا گیا اور حضورؐ اکرم کو جیسے جیسے احکامات کی ضرورت پیش ہوتی تو آیات وحی کی جاتی رہیں۔

یہ پہلی مرتبہ وحی کا نزول ۱۷ر رمضان المبارک سنہ نبوی مطابق ۱۷ر اگست ۶۱۰ء جمعہ کے روز ہوا۔ اس وقت حضورؐ اکرم کی عمر شریف قمری حساب سے چالیس سال سات ماہ اور شمسی حساب سے انتالیس سال تین ماہ اور سولہ دن تھی۔ حضورؐ اکرم ان دنوں بیحد عزلت نشین رہتے۔ چنانچہ آپ کا معمول تھا کہ غار حرا تشریف لے جاتے اور وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر میں مشغول رہتے اور یہ سلسلہ کئی کئی دن جاری رہتا۔

آپ پر پہلی وحی اسی مقام پر نازل ہوئی اور سب سے پہلے سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات کو حضرت جبرئیل نے آپ کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضورؐ اکرم کی زندگی میں یہ پہلا واقعہ تھا۔ اللہ کے فرشتہ کو دیکھ کر خوف محسوس ہوا اور آپ اس بے قراری کی حالت میں گھر تشریف لے گئے اور اپنی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجہؓ سے اس ناگہانی واقعہ کی خبر دی۔ کچھ دیر کے بعد یہ اضطراب ختم ہوا تو حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو توریت کے جید عالم تھے۔ ورقہ نے جب کلام الٰہی کے نزول کی خبر سنی تو مسرت کا اظہار کیا۔

یہ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد تقریباً ڈھائی سال تک حضورؐ اکرم پر دوسری وحی نازل نہیں ہوئی۔ اس نعمت کے منقطع ہو جانے پر آپ بے حد مضطرب رہنے لگے۔

اور کبھی کبھی پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے جاتے اور یہ خیال فرماتے کہ کیوں نہ اس پہاڑی پر سے اپنے آپ کو گرا دیا جائے، ایسی زندگی سے کیا لطف و سرور جس میں اللہ تعالیٰ سے شرفِ تکلم کی نعمت ختم ہو گئی ہے۔ اسی خیال کے ساتھ حضرت جبرئیلؑ نمودار ہوتے اور آپ سے عرض کرتے، اے محمدؐ! آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں! ان کلمات سے حضور اکرمؐ کو سکونِ قلب کی دولت حاصل ہوتی۔

ڈھائی سال بیت جانے کے بعد حضور اکرمؐ پر دوسری وحی نازل ہوئی اور یہ حکم دیا گیا کہ اب دینِ حق کی تبلیغ کے لئے مستعد ہو جائیے یاایھا المدثر قم فانذر۔ اس مرتبہ بھی آپ وحی پانے کے بعد حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور آیات کو پڑھ کر سنایا۔ حضرت خدیجہؓ انتہائی رغبت کے ساتھ اسلام کو قبول کر لیتی ہیں۔ حضرت خدیجہؓ سب سے پہلی خاتون تھیں جنہیں روئے زمین پر سب سے پہلے وحی کے الفاظ سننے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت خدیجہؓ کے بعد حضور اکرمؐ کے دوسرے قریبی رشتہ دار اور احباب مشرف بہ اسلام ہونے لگے اور اسلام کا اثر ایک مخصوص حلقہ میں پھیلنے لگا۔ یہاں تک کہ ۱۲ ربیع الاول ۴ نبوی کو وحی نازل کی گئی کہ اب دینِ حق کی علانیہ تبلیغ کی جائے فاصدع بما تؤمر۔

اس حکم کے بعد حضور اکرمؐ مختلف قبائل کے پاس تشریف لے جاتے اور انہیں دینِ حق کی دعوت دیتے رہے اور یہاں سے وحی کا سلسلہ بھی پے در پے جاری ہو گیا۔ کبھی مکمل سورت نازل ہوتی اور کبھی چند آیات بیک وقت نازل ہو جاتی تھیں۔ اس دور کی آیات میں توحید، رسالت حشر و نشر سے متعلق مضامین بیان کئے جاتے رہے تا کہ اسلام کے بنیادی عقائد لوگوں کے ذہنوں میں اچھی طرح راسخ ہو جائیں اور یہ سلسلہ ۱۲ برس پانچ ماہ تک چلتا رہا۔

اس کے بعد حضور اکرمؐ نے مکہ مکرمہ سے یثرب کی جانب ہجرت فرمائی۔ یہاں پہنچنے کے بعد احکامات کے نزول کا سلسلہ شروع ہو گیا کیونکہ بنیادی عقائد کی تعلیم مکمل ہو چکی تھی اور اسلامی معاشرہ وجود میں آ چکا تھا۔ لوگوں کو آئے دن نئے نئے مسائل کی ضرورت پیش ہو رہی تھی۔ چنانچہ مدنی زندگی میں نزولِ وحی کا سلسلہ دس برس چھ ماہ اور نو دن تک جاری رہا۔ اور آخری وحی: یستفتونك قل الله یفتیکم ۳ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ روز شنبہ نازل ہوئی۔ اس طرح سے مکی اور مدنی زندگی میں کل ۶۶۶۶ آیات نازل ہوئیں جن میں سے ۵۰۰ آیات کا تعلق احکام سے ہے۔

قرآن کریم کی آیات اور سورتیں جیسے جیسے نازل ہوتی رہیں حضور اکرمؐ اسی وقت ان کی کتابت فرمایا کرتے تھے اور اس خدمت کے لئے بہت سے صحابہؓ کرام منتخب تھے۔ جن میں سے خلفائے راشدین اور حضرت زید، حضرت خالد بن سعید اور حضرت معاویہ وغیرہ بہت

مشہور ہیں۔ قرآن کریم کی کتابت حضور ؐ اکرم کے حسب منشاء ہوتی تھی اور آپ کو حضرت جبرئیل کی طرف سے منجانب اللہ ہدایت دی جاتی تھی۔ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتبانِ وحی کو حکم دیتے کہ یہ آیت فلاں آیت کے بعد' اور یہ سورت فلاں سورت کے بعد لکھ دی جائے۔ چنانچہ موجودہ قرآن کی ترتیب خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہے۔ مکہ مکرمہ میں جن آیات کی کتابت ہوئی' وہ سب خط قیرا موزی تھا کیونکہ یہی خط بنو ہاشم میں رائج تھا۔ مدینہ منورہ میں خط حیری کا رواج تھا جس کی وجہ سے یہاں آیتوں کو اسی خط میں لکھا گیا۔

حضور ؐ اکرم کی وفات کے وقت قرآن کریم مدون کتاب کی شکل میں نہیں تھا بلکہ کھجور کے پتوں' جانوروں کی کھالوں اور ہڈیوں پر لکھا ہوا تھا اور اکثر و بیشتر صحابہؓ کرام کے سینوں میں محفوظ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ جب خلیفۂ اسلام منتخب ہوئے تو آپ کے عہد میں ارتداد کا فتنہ پھیل گیا جس کے انسداد کے لئے جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور ان جنگوں کے اندر کثیر تعداد میں حفاظ شہید ہونے لگے اور خصوصاً جنگ یمامہ میں حفّاظ کی بھاری اکثریت ختم ہوگئی۔ اسی واقعہ سے حضرت عمرؓ کو فکر لاحق ہوگئی کہ کہیں رفتہ رفتہ حفاظ کے ساتھ قرآن کریم بھی چلا جائے۔ لہٰذا قرآن کو ایک مدوّن کتابی شکل دی جائے چنانچہ آپ نے حضرت ابوبکر رضؓ سے خواہش ظاہر فرمائی' حضرت ابوبکرؓ ابتداء میں پس و پیش ہوئے اس کے بعد آپ پر بھی یہ ضرورت واضح ہوگئی۔ آپ نے اس کام کا مکمل ارادہ کیا اور حضرت زید کو حکم دیا کہ قرآن کے اجزاء کو جمع کیا جائے۔ حضرت زید نے صرف اپنے حفظ اور کتابت شدہ اپنی اجزاء پر اکتفا نہیں کیا' بلکہ دوسرے حفّاظ سے مدد لی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں قرآن کو ایک مدوّن مصحف کی شکل میں پیش کیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے تمام حفاظ سے قرآن کی سماعت اور مختلف کتابت شدہ اجزاء کا مطالعہ' اور باہم صحابۂ کرام کے مشورہ سے قرآن کو مدوّن فرمایا۔ اور حضرت عثمان غنی رضؓ نے اپنے عہد حکومت میں اختلاف قرأت کی بناء پر ایک ہی مجموعۂ قرآن جو حضرت ابوبکرؓ کا مرتب کردہ تھا اسی کو سارے عالم اسلامی میں پھیلا دیا۔ اور وہی قرآن آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک بغیر کسی تغیر و تبدل اور تحریف کے محفوظ رہے گا۔



شاعری کا ایک تحقیقی مطالعہ

از
مولانا محمد حسین صاحب نیم اے
استاذ دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

شاعری کو کبھی منطقی اور عقلی اساس پر مبنی نہیں سمجھا گیا کیونکہ ایسا سمجھنا تمام حقیقی شاعروں کے تجربۂ نفسی کے خلاف ہوتا۔ اس بات پر ہمیشہ اتفاق رہا کہ قوت شعر کی حرکت ایک مخصوص حرکت ہے، جو اگرچہ عقلی حرکت سے متصادم نہیں ہوتی، مگر اس سے بالکل مختلف ہے شعر سرمایۂ آگہی بھی ہے۔ اس کے ذریعہ ہم کائنات کو ایک خاص وضع سے دیکھتے ہیں لیکن یہ آگہی علم تصوری سے مختلف ہے، جو مدرکات حواس اور ان مدرکات میں ترتیب و تصرف سے حاصل ہوتا ہے جس کی صحت منطقی اصول و قواعد کی پابندی پر منحصر ہے۔

علم سے مراد اگر وہ کیفیت ہے جس سے انکشاف اشیاء حاصل ہوتا ہے تو ایک علم وہ ہے جو حواس کے واسطہ سے حاصل ہوتا ہے اور ایک علم وہ ہے جس میں حواس کا واسطہ نہیں۔ قدماء نے پہلی قسم کے علم کو علم حصولی اور دوسری قسم کے علم کو علم حضوری سے تعبیر کیا ہے۔

علم حصولی کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ بڑی حد تک قیاسی ہے اور اکثر قیاسات میں امکان غلط ہے اس سے بچنے کے لئے منطقی اصول و قواعد کی پابندی ضروری ہے۔ برخلاف اس کے علم حضوری بلا واسطہ اور اچانک حاصل ہوتا ہے۔ اس میں ہماری سعی و کوشش کو دخل نہیں شک و شبہ کی مطلق گنجائش نہیں اور غلطی و خطا کا امکان نہیں۔ اسی لئے منطق کے قواعد و اصول کی پابندی سے آزاد ہے۔ جیسے اپنے وجود کا علم، اپنی ذات کا شعور، علم حصولی میں انکشاف سطحی مگر واضح اور علم حضوری میں حقیقی مگر مبہم۔ پہلے انکشاف کے وقت با حواس رہنا ضروری اور دوسرے انکشاف کے وقت حواس کا تعطل لازمی ہے۔

اس کیفیت کو بے حواسی، بے خودی، وجد اور کبھی جنون و دیوانگی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قدیم زمانے میں اس کیفیت کو حلول الٰہی یا مکالمۂ الٰہی سمجھتے تھے۔ اسی لئے شاعر اور پیغمبر میں مشکل سے امتیاز کرتے تھے اور اگر پیغمبر اپنے شاعر ہونے سے انکار کر دیتا تو اس کو مجنون قرار دیتے تھے کیونکہ شاعر پر بھی کبھی کبھی ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ ذیمقراطیس کا مشہور قول ہے کہ "کوئی شخص اگر دیوانہ نہیں تو شاعر بھی نہیں" خود غالب کو فخر تھا۔ ع

خمخانۂ جنوں میں دماغ رسیدہ ہوں
کیونکہ ع غفلت دیوانہ جز تمہید آگاہی نہیں
ہر شاعر کو ہمیشہ اس جنون کی تمنّا رہی۔ ؎
اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اُسے تنہا بھی چھوڑ دے

اسی بنا پر بندگانِ عقل و دانش نے ہمیشہ شعر و شاعری کو مطعون کیا۔ سقراط نے تحقیر و طنز سے کام لیا تو افلاطون نے شعر کو اپنی جمہوریت سے خارج کیا اور ارسطو نے شعر کو عقل و منطق کے بنائے ہوئے فنی اصول و قواعد کا پابند کرنا چاہا۔ عقل و دانش ہی سے انسان ممتاز ہے۔ فلسفی یہ چاہتے تھے کہ انسان صرف عقل و خرد کی پابندی کرے، اور ماوراء العقل اُمور سے پرہیز کرے۔

وہ شعراء کی آگہی اور دانش کو خطرناک سمجھتے تھے کیونکہ وہ اپنے معارف کی کوئی عقلی و برہانی توجیہہ نہیں کر سکتے تھے، وہ اپنے معارف کے اکتساب میں غیر عقلی قوت یا وجدان کے ممنون تھے، یا ایسے تخیل کے جس کے مبادی ماوراُ العقل سے متعلق ہیں۔ فلسفی اگر اپنے علم و عرفان کے لئے عقل کے ممنون ہیں تو شاعر اپنے وجدانِ روحی اور شعور کے۔

شاعر کا کمالِ شعری، اس کی ذہنی محنت و کاوش کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک عطیۂ خداوندی ہے۔ جو کچھ شاعر کے دل میں القاء ہوتا ہے، وہ بیان کر دیتا ہے۔ اسکو اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں۔ اگر یہ سلسلۂ بخشش منقطع ہو جائے، تو پھر شاعر کا کمال باقی نہیں رہتا۔ فلسفی کے پاس ہادیٔ عقل موجود ہے جو اس کو حیوان سے انسان بناتی، ذمہ دارانہ طور پر فنی تکمیل کے ساتھ اشیاءِ عالم پر تصرف کرنا سکھاتی اور کمالِ انسانی تک پہنچاتی ہے۔ عقل کی یہ پاسبانی اور ھدایت ہر وقت میسّر آسکتی ہے۔ شاعر قدرت کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہے، تو فلسفی اپنی کشتیٔ روح کا ناخدا ہے۔ اہلِ علم و فلسفہ کو ہمیشہ اس بات پر فخر رہا کہ وہ ہر معلوم شئ کی عقلی توجیہہ کر سکتے ہیں لیکن شعر کی واقعیت ان کے سامنے آئی، اس کی بے پناہ تاثیر اور سحر کاری نے عقل کو تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی بے بس کیا۔ روح میں اہتزاز اور ہیجان کی سی کیفیت محسوس ہونے لگی تو اس کی توجیہہ کرنا تو درکنار اس کو ہدفِ ملامت بنایا، اس کی ساحرانہ دل فریبی کا راز وہ اوصاف ہیں، جن کی حقیقت بیان نہیں کی جا سکتی۔ جن کو قواعد و ضوابط کے تحت لایا نہیں جا سکتا، جن میں علت و معلول کا سلسلہ نہیں پیدا کیا جا سکتا اور جو فرمائش پر نہیں پیش کئے جا سکتے۔

فطری طور پر آج بھی شعر کی موہوبیت اور اس کی القائی کیفیت کا اعتراف کیا جاتا ہے لیکن عملاً نقّاد اور متشاعر یہ سمجھتے ہیں اور انہیں اس کا یقین بھی ہے کہ چند قواعد و ضوابط اور چند علم عروض کے رسائل پڑھ کر ہر کوئی شاعر بن سکتا ہے۔ مضمونِ علم و فلسفہ کا مخاطب قوتِ فہم اور مضمونِ شعر کا مخاطب قلب و عاطفہ،

قوتِ انفعال و تاثر و تکیف ہے۔ علم کا مضمون سمجھ
میں آجائے تو اس کا جواب یا ردِ عمل تصدیق ہے، یا
انکار۔ ہاں یا نہیں۔

اگر شعر کا اثر ہو جائے تو اس کا ردِ عمل صرف آہ، یا
واہ ہے۔ علم کا موضوع صداقت اور شعر کا موضوع حسن ہے
یا بالفاظِ دیگر شعر دریافتِ حسن کے لئے اور علم دریافت
صداقت کے لئے ہے۔ شعر سے متلذذ ہونے والا ادراک
حسن میں مصروف ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا ذہن واقعہ سے
مطابقت یا عدم مطابقت کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ وہ صداقت
کا منتظر نہیں، بلکہ حسن کی جلوہ گری کے لئے چشم براہ ہوتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ اس مغالطہ میں آئے "احسن
باوست اکذب اوست"۔ ایسی حالت میں نفس مدرکہ
اپنے وظیفۂ طبعی، حکم بالصدق اور بالکذب' ادا نہیں کرتا
وہ کچھ دیر کے لئے معطل رہتا ہے۔ جب متشاعر نے شعر میں
یہ وصف دیکھا کہ ذہن صدق و کذب کے فیصلے سے غافل
رہتا ہے اور اس جیسی کیفیت اس وقت بھی ہوتی ہے، جب
کسی فقرے کی ترکیب و ترتیب میں غیر معمولی تبدیلی اور اس کے
اجزاء میں غیر مانوس اور غیر معتاد تقدم و تاخر ہوتا ہے، تو
یہ فرض کر لیا کہ نثر اور شعر میں غیر معتاد ترتیب ہوتی ہے حالانکہ
غیر معتاد ترتیب اور غیر مانوس تقدم و تاخرِ اجزاء کی صورت
میں نفس صرف اپنے وظیفۂ طبعی کی انجام دہی کو اس
وقت تک کے لئے ملتوی کر دیتا ہے جب تک کہ وہ جملہ
اجزاء کی ترتیب کو درست نہ کرلے۔ شعر کی یہ تاثیر نہیں
کہ نفس تصدیق یا انکار کو ملتوی کر دے بلکہ بالکل ہی
ترک کر دے۔ اسی طرح وزن و قافیہ کو بھی شعر کی ماہیت
میں کوئی دخل نہیں اگرچہ وہ محاسنِ شعر میں شمار کئے جاتے ہیں۔

حکیم اور فلسفی، سائنسدان اور عالم، حقائقِ کائنات
کے تصورات ذہنی میں مشاہدہ، تحلیل و تقسیم کے ذرائع
علمی سے کام لے کر علت و معلول کا رشتہ جوڑ کر، ایک
مسلسل و مربوط، مگر معقول تصویر پیش کرتے ہیں۔ جب
وہ کسی چیز کو موضوعِ بحث ٹھہراتے ہیں اور تصرفِ عقل کے
درپے ہوتے ہیں تو صرف خارجی اور محسوس پہلوؤں کا
ادراک کرتے ہیں، اور یہ اس لئے کہ عقل کے ذرائع صرف
حواسِ خمسہ ہیں، اور یہ حواس حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔
اس لئے حقیقت ان لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہتی ہے ؎

آگہی دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

اور بقول اقبال ؎

عقل گو آستاں سے دور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

شاعر کے تجربۂ نفسی اور صوفی کے جذب و حال میں بہت
سی مشابہتیں ہیں۔ ماوراء العقل قوتیں دونوں میں کارفرما
ہیں۔ دونوں کی روح میں ایک ہی نوع کی کشمکش اور
ہیجان ہوتا ہے۔ دونوں سختی کشانِ عشق ہیں۔ صوفی

اگر اپنے جذب و حال میں مست رہتا ہے تو شاعر بھی اپنی مستی و سوز میں سرشار ہے، برخلاف سائنسدانوں اور فلسفیوں کے۔ شاعر بھی صوفی کی طرح اپنے مطلوب کو جزأً فجزاً نہیں بلکہ کلیتہً حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اپنے تئیں اس میں یا اس کو اپنے اندر اس طرح بسا لینا ضم کر دینا چاہتا ہے کہ پھر دونوں میں کوئی مغائرت نہ رہے۔ اور جس طرح اپنی ذات کا علم حضوری حاصل ہے اسی طرح اپنے مطلوب کا بھی علم حضوری حاصل ہو جائے۔ یہ علم ذات یا ادراک حقیقت شاعر یا صوفی کو اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اپنے اور اپنے مطلوب کے درمیان سے مغائرت یا حجاب دوئی دور کر دیتا ہے۔ وہ حواس کے عمل کو معطل کر کے اپنے تخیل محض کو کام میں لاتا ہے ؎

چشم بند و گوش بند و لب ببند
گر نہ بینی سرِ حق بر ما بخند

لیکن شاعر کا تخیل حکیم و سائنسدان کے تخیل سے مختلف ہے۔ شاعر کا تخیل وجدان روحی کا مرہونِ منت ہے۔ مدرکات حواس کا نہیں، اس لئے بھی شاعرانہ تخیل کو فلسفیوں نے جنون و دیوانگی قرار دیا۔ مگر یہ جنون خلل دماغ کا نتیجہ نہیں یا فقدان علم و بصیرت کا مترادف نہیں، بقول اقبال ؎

ایک جنوں ہے کہ باشعور بھی ہے
ایک جنوں ہے کہ باشعور نہیں

؎ ایک سرمستی و حیرت ہے سراپا تاریک
ایک سرمستی و حیرت ہے تمام آگاہی

؎ زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعل راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک

شاعر بھی عام انسانوں کی طرح عقل و دانش سے بہرہ ور ہے لیکن جب اس کا شاعرانہ تخیل عقل و خرد کی پابندی سے آزاد ہو کر اپنی فطرت یا روح کی گہرائیوں میں گرم سیر ہوتا اور زمان و مکان کے حجاب دور کر کے حقیقت سے اتصال کا طلبگار ہوتا ہے تو عقل و مستی کے تصادم کی وجہ سے ہیجان پیدا ہوتا ہے، دل بیقرار ہوتا ہے اور روح تڑپ اٹھتی ہے ؎

پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے
سینہ جویائے زخم کاری ہے
پھر جگر کھودنے لگا ناخن
آمدِ فصل لالہ کاری ہے
قبلۂ مقصدِ نگاہ نیاز
پھر وہی پردۂ عماری ہے
چشم دلال جنس رسوائی
دل خریدار ذوق خواری ہے
وہی صد رنگ نالہ فرسائی
وہی صد گونہ اشکباری ہے
دل ہوائے خرام ناز سے پھر
محشرستان بے قراری ہے

آخر اس مست و پرشوق تخیل کے مقابلہ میں عقل و دانش پسپا ہو جاتی ہے، اور وہ روح کی

گہرائیوں میں مصروف سیر ہو جاتا ہے۔ وہاں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہے کیونکہ عقل کا ٹمٹمانے والا چراغ بھی اب ساتھ نہیں رہا کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

ے مقامِ عقل سے آساں گذر گیا اقبال
مقامِ شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ

اس مقام کی حیرانی، درد و کرب، ہر ایک کے بس کی بات نہیں اور بقول اقبال ے

مقامِ شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں
انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

جب زمین کی حرارت اور تشنگی بڑھ جاتی ہے، تو سحابِ رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

ع درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا

جب ظلمتِ شب شدید ہو جاتی ہے تو نورِ سحر جلوہ گر ہوتا ہے۔ جب اس عالم میں شاعر کا اضطراب حد سے گذر جاتا ہے تو یکایک جلوۂ مطلوب کا فیضان ہوتا ہے، اور پھر اس کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ وہ کہاں ہے ے

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

وہ بے خود و سرشار رہ جاتا ہے۔ ے

ہوئی یہ بے خودی چشم و زباں کو تیرے جلوے سے
کہ طوطی قفلِ زنگ آلودہ ہے آئینہ خانہ میں

ایسی حالتیں صوفیوں پر بھی طاری ہوتی ہیں۔ ان حالتوں کو وہ جذب، فنا، سکر، محو، یا حال کہتے ہیں۔ اس کیف بے خودی، عالم محویت کی سرشاری، اس سکر و مستی کی ترجمانی کسی عارف یا شاعر سے ممکن نہیں۔ وہ اصل حقیقت سے متصل رہتا ہے۔ جب اس کو خود اپنی خبر نہیں رہتی تو وہ دوسروں کو کیا خبر دے سکتا ہے۔ جب اصل شہود و شاہد و مشہود کی وحدت اس پر عیاں ہوتی ہے، اور وہ انوارِ وحدت میں متلاشی ہو کر رہ جاتا ہے تو:

ع حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

مذکورہ حالتِ سکر ہو یا عارف کسی پر ہمیشہ طاری نہیں رہتی۔ جب وہ حالت اس سے دور ہو جاتی ہے، اور ے

خلوت کی گھڑی گذری جلوت کی گھڑی آئی
چھٹنے کو ہے بجلی سے آغوشِ سحر آخر

تو اس کو حالتِ اتصال و بے خودی کی کیفیتیں یاد نہیں رہتیں البتہ اس قدر اس کا اثر رہ جاتا ہے کہ اس انکشاف کے بعد اس کا نقطۂ نظر اور زاویۂ خیال بدل جاتا ہے۔ اس کی معلومات میں اضافہ نہیں ہوتا لیکن ہر معلوم کی حیثیت اس کی نظر میں دوسری ہو جاتی ہے۔

انسان کی حیاتِ باطنی کے بعض مظاہر ایسے بھی ہیں جنہیں عقل اپنے غرور و پندار میں مہمل اور بے حقیقت قرار دیتی ہے جیسے بھوت کا خوف، وجدانی الہامات ہر قسم کا جوش، تمام عقیدت مندیاں، عشق و محبت، کسی کے ذکر سے کانپ اٹھنا۔ کسی مصرعہ کے سننے پر دل کا بے قرار ہو جانا، کسی تصویر کی رعنائی یا کسی دلکش نغمے کے سننے سے قوتِ فہم و ادراک کا سمت اور

مضمحل ہو جانا اور روح کا اس حسن سے لذّت یاب ہو جانا جسکو وہ اس تصویر یا نغمے میں پاتی ہے عقل ان میں سے کسی کی توجیہہ نہیں کر سکتی لیکن ان کی واقعیت میں کسی کو کلام نہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کی یاد آئی اور دل بیقرار ہو گیا۔ سہ

دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے

جب اس ہیجان سے سکون اور افاقہ حاصل ہوتا ہے تو کوئی نئی چیز حاصل نہیں ہوتی لیکن زندگی میں انقلاب پیدا ہوتا ہے کسی دولت کے حریص کو کسی سے محبّت، اور سچی محبّت ہو جائے تو محبّت کی ابتلاء و آزمائش کے بعد اس بندۂ دولت میں دولت سے وابستگی ختم ہو جائے گی، اس کو محبت سے پہلے بھی معلوم تھا کہ دولت کی حرص بُری چیز ہے، پھر بھی وہ حریص تھا، مگر محبّت نے دولت کے متعلق اس کا زاویۂ خیال بدل دیا گویا اس کی دنیا بدل ڈالی سہ

شاد باش اے عشق خوش سودای ما

ای طبیب جملہ علّتہای ما

ای علاج نخوت و ناموس ما

اے کہ افلاطون و جالینوس ما

شاعر ہوں یا صوفی ان میں بھی ایسی ہی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ ان کا زاویۂ خیال کائنات کی ہر چیز کے متعلق بدل جاتا ہے۔ جہاں وہ پہلے کثرت، منافات، مغائرت و مخالفت دکھیتا تھا، اب اس ابتلاء جذب و کیف بے خودی و سرشاری کے بعد صرف وحدت، یگانگی اور اتحاد کا مشاہدہ کرتا ہے۔ سہ

نظر میرے دل کی پڑی درد کس پر

جدھر دیکھتا ہوں، وہی روبرو ہے

وہ عقل کی نگاہ سے نہیں بلکہ دل کی نگاہ سے دیکھتا ہے

"The Mind has a thousand eyes,
the heart but one." سہ

خرد دیکھے اگر دل کی نگاہ سے

جہاں روشن ہے نور لا الٰہ سے

یہی وجہ ہے کہ صوفی اور شاعر دونوں عالمگیر اخوت، صلح کل، مسلک کے پابند رہے اور ہر قسم کے تعصب سے نفور، محبت کے پیامبر رہے، صوفی ہر ذرّہ کائنات کو خدا کا مظہر مانتا ہے تو شاعر ہر ذرّہ میں حسن ازل کی جھلک دیکھتا ہے۔

اکثر مصنفین اور انشا پردازوں پر شاید یہ حالت گذری ہو کہ بسا اوقات لکھنے بیٹھتے ہیں لیکن کچھ لکھا نہیں جاتا۔ اگر زبردستی کچھ لکھا بھی جائے تو خاطر خواہ نہیں۔ حیران ہیں کہ کیا لکھیں پھر یکایک کچھ القا ہوتا ہے یا مبداء فیاض کی جانب سے روشنی کی ایک کرن نمودار ہوتی ہے یا وجدان روحی میں حرکت ہونے لگتی ہے۔ اس کیفیت کو جو چاہیں تعبیر کر لیں، مگر یہ حقیقت ہے کہ اس حالت کے طاری ہونے کے بعد الفاظ و معانی کا ایک سیلاب بہنے لگتا ہے۔

نہ الفاظ نئے، نہ معنی نئے، ان تمام الفاظ و معانی کی صورت ذہنی اُسے حاصل تھی اور اپنی کثرت و فراوانی کے

ساتھ حاصل تھی، لیکن کوئی باہمی ربط نہیں تھا۔ اس وجدانی حالت کے بعد یہ تمام الفاظ و معانی باوجود اپنی کثرت و فراوانی کے ایک رشتۂ وحدت میں منسلک ہو جاتے ہیں۔ ان میں نظم و ترتیب پیدا ہوتی ہے اور ہر لفظ اور ہر معنی اپنے اپنے موزوں اور فطری مقام پر ثابت ہو جاتا ہے۔ مضمون نگار کی حیرانی دور ہو جاتی ہے اور اس کی روح میں سکون و اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔ فلسفیوں اور سائنس دانوں اور حکیموں کو بھی اس حالت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ وہ بھی وجدان روحی کی اس حرکت کے محتاج ہیں۔ عقل و خرد کی گتھیاں سلجھانے کے لئے انہیں بھی شوق و دیوانگی کا سہارا لینا پڑتا ہے ؎

عطارؔ ہو، رومیؔ ہو، رازیؔ ہو، غزالیؔ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی

ورنہ بقول غالبؔ ع

فہم زنجیریِ بے ربطیِ دل ہے یارب

؎ نہ انشائے معنیٔ مضموں، نہ املا صورتِ موزوں
عنایت نامہ ہائے اہلِ دنیا ہرزہ عنواں ہیں

ظاہر ہے کہ یہ تنویرِ باطن، یا القاء سروش، صرف شاعروں اور صوفیوں کے لئے مخصوص نہیں، قوتِ عمل کے ہر کارخانے میں اس کا دخل ہے۔ البتہ شاعروں اور صوفیوں میں یہ کیفیت نہایت شدید، بدرجۂ اتم اور اکثر اوقات پائی جاتی ہے، اور دوسروں میں کم اور دھندلے طریقہ پر اور وہ بھی شاذ و نادر۔

اس ابتلاءِ نفس کے تین دور متعین کئے جاسکتے ہیں، پہلا دور وہ ہوتا ہے جب دماغ میں پریشانی، خیالات میں پراگندگی، قوتِ فیصلہ میں تردد اور کمزوری ہوتی ہے، اور یہ دوسرے دور کی تمہید ہے ؎

آشفتگی نے نقشِ سویدا کیا درست
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

دوسرا دور تنویرِ باطن، القاءِ سروش، الہام، مقامِ شوق، یا عشق کا ہے۔

تیسرا دور جمعیتِ خاطر، تصفیۂ خیالات، جدید نقطۂ نظر کا فیضان، دل و دماغ کی ہم آہنگی، قوتِ فیصلہ کا استحکام، یقین اور اقدامِ عمل کی صلاحیت سے شروع ہوتا ہے، پہلا اور تیسرا دور نفسیات کا موضوعِ بحث ہے، اور علمی طریقہ پر ان کی توجیہیں کی جاسکتی ہیں۔ مگر دوسرے دور کی کیفیات ہنوز کسی علم کا موضوعِ بحث نہیں، اور ایک مشکل یہ بھی ہے ہماری زبانوں کے سرمایۂ الفاظ میں ان کے اظہار کی صلاحیت نہیں۔ ع

زباں نہ دل کیلئے ہے، نہ دل زباں کیلئے

اسی لئے ؎

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

شاعر بھی صوفی کی طرح اپنے جنون کی ترجمانی نہیں کرسکتا مگر وہ دوسروں کو متاثر کرسکتا ہے۔ ع

درد سے میرے ہے تجھ کو بےقراری ہائے ہائے

سے چناں پیش حریم او کشیدم نغمۂ دردے
کہ دادم محرماں را لذت سوز جدائی ہا

صوفی عزلت پسند ہے اس لئے اخفائے حال کا
خوگر ہے مگر شاعر اظہار حال پر مجبور ہے کیونکہ

سے مجھے فطرت نوا پر پے بہ پے مجبور کرتی ہے
ابھی محفل میں ہے شاید کوئی درد آشنا باقی

اور بقول غالب :

دل کو اظہار سخن انداز فتح الباب ہے
یاں صریر خامہ غیر از انفکاک در نہیں

شاعر ضبط بھی کرنا چاہے تو بقول غالب

ع ضبط جنوں سے ہر سر مُو ہے ترانہ خیز

صوفی اپنے من میں گم ہے اور سماج سے کنارہ کش
مگر شاعر معلم کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ اس کی آواز بانگ درا
ہے، وہ میر قافلہ بننے کا حوصلہ رکھتا ہے سے

کہہ گئے ہیں شاعری جزویست از پیغمبری
ہاں سنا دے ملت بیضا کو پیغام سروش

وہ جس تجربۂ نفسی سے گذر چکا ہے اس میں دوسروں
کو بھی شریک کرنا چاہتا ہے سے

مرے دیدۂ تر کی بے خوابیاں
مرے دل کی پوشیدہ بے تابیاں
مرے نالۂ نیم شب کا نیاز
مری خلوت و انجمن کا گداز
اُمنگیں مری آرزوئیں مری
اُمیدیں مری جستجوئیں مری
مری فطرت آئینۂ روزگار
غزالان افکار کا مرغزار
مرا دل مری رزمگاہِ حیات
گمانوں کے لشکر یقین کا ثبات
یہی کچھ ہے ساقی متاع فقیر
اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر
مرے قافلہ میں لٹا دے اسے
لٹا دے ٹھکانے لگا دے اسے

یہی اسکے فریاد کی لے ہے اور بس

ایکمرتبہ حضرت قطب ویلور نے مریدین سے فرمایا :

ہر حال میں لوگوں کی خدمت کرو اور اپنے آرام پر خلق کے آرام کو ترجیح دو۔ یہ چیز عند اللہ نزدیکی کا سبب ہے۔ کیونکہ مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک وہی محبوب ہے، جس نے اس کے عیال کے ساتھ احسان کیا۔

(انوار اقطاب ویلور)

نعت شریف

پیشکش:- محمد عبدالنعیم ـ مالوی
کرناٹک ـ ابتدائی دوم

جاں فدائے تو یارسول اللہ
آپ پر میری جان فدا ہو یا رسول اللہ
دل گدائے تو یا رسول اللہ
یہ دل آپ کا طالب ہے یا رسول اللہ

فارغ از مبتلائے کونین ہست
دنیا کی محبت سے فارغ ہے
مبتلائے تو یا رسول اللہ
آپ کی چاہت رکھنے والا یا رسول اللہ

گر بیابم بجائے سرمہ کشم
میں اگر آپ کے قدموں کی خاک پالوں
خاک پائے تو یا رسول اللہ
سرمہ بنالوں گا یا رسول اللہ

از ہمہ خلق گشت بیگانہ
تمام مخلوق سے بیگانہ ہے
آشنائے تو یا رسول اللہ
آپ کو پہچاننے والا یا رسول اللہ

کاش! ہر موئے من زباں بودے
کاش میرے بالوں کو زبان ہوتی
در ثنائے تو یا رسول اللہ
آپ کی تعریف ہر بال کرتا یا رسول اللہ

روشنی بخش ہر دو کون و مکاں
روشنی بخشتی ہے دونو جہان کو
عکس پائے تو یا رسول اللہ
آپ کے پاؤں کا عکس یا رسول اللہ

شافعی جز تو نیست در محشر
میری شفاعت کرنے والا محشر میں تمہارے سوا کوئی نہیں
ما ورائے تو یا رسول اللہ
آپ کے سوا یا رسول اللہ

ہمہ شب چوں چراغ می سوزم
تمام رات چراغ کے مانند جلتا رہا
بے لقائے تو یا رسول اللہ
آپ کے نہ دیکھنے سے یا رسول اللہ

ارحم الراحمیں نمی بخشد
اللہ تعالیٰ بھی نہیں بخشتا ہے
بے رضائے تو یا رسول اللہ
آپ کی خوشنودی کے بغیر یا رسول اللہ

سر نہاد است بر درت سعدی
آپ کے چوکھٹ پہ سعدی سر رکھا ہوا ہے
در ہوائے تو یا رسول اللہ
آپ کی محبت میں یا رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



تصنیف انیف

قدوۃ السالکین سراج العارفین حضرت مولانا سید شاہ ابو الحسن ثانی قادری قدس سرہ

مترجم :- مولانا محمد حسین صاحب ایم۔ اے
استاذ دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

مخزن السلاسل میں سے الدفافیہ کے دو، الحمویہ کے دو الطاوسیہ کے سات التبریزیہ کا ایک البلخیہ کا ایک الحفیفۃ کا ایک المؤملیۃ کا ایک جملہ پندرہ خرقوں کے سلاسل ترجمہ کے ساتھ پیش کئے جا رہے ہیں۔

صاحب مخزن السلاسل نے ایکسو (۱۹۱) اکانوے سلاسل میں اپنے نبیرۂ خاص حضرت مولانا سید شاہ عبد اللطیف قادری بیجاپوری ثم ویلوری کو اجازت و خلافت سے سرفراز کیا۔ الحمد للہ آپ کی اولاد امجاد (یعنی بزرگان مکان حضرت قطب ویلور) میں ایکسو اکانوے سلاسل میں اجازت و خلافت کا سلسلہ جاری ہے۔

مترجم محمد حسین غفرلہ

مخزن السلاسل

اما خرق الشیخ ابی علی الدقاقیة فثنتان احدها

لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امه السید نوراللّٰه وهو من ابیه السید علی محمد وهو من السید محمد وهو من ابیه السید جلال ماہ عالم وهو من ابیه السید حسن وهو من ابیه السید عبدالغفور وهو من ابیه السید احمد وهو من ابیه السید راجو وهو من ابیه السید محمد بن عبداللّٰه الملقب بشاہ عالم من عنداللّٰه، وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد عبداللّٰه المشهور بقطب العالم وهو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللّٰه الشیرازی وهو من الشیخ نعیم الدین لطف اللّٰه بن منع اللّٰه وهو من الشیخ عثمان بن محمد الساوجی وهو من الشیخ منصور الساوجی وهو من الشیخ رضی الدین احمد القرزی وهو من الشیخ عبدالرحمٰن ابی القاسم القشیری وهو من شیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد الطالبین علی الاطلاق صاحب الولایة بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی علی الحسین بن علی الدقاق وهو من الشیخ ابی القاسم ابراهیم بن محمد نصرآبادی وهو من الشیخ ابی محمد بن

خرقہائے شیخ ابی علی الدقاقیہ دو ہیں۔ انمیں پہلا وہ ہے

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نوراللّٰہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبدالغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن عبداللّٰہ سے جنہیں اللّٰہ کی طرف سے شاہ عالم کا لقب دیا گیا۔ انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبداللّٰہ سے جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے، انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللّٰہ شیرازی سے اور انہوں نے شیخ نعیم الدین لطف اللّٰہ بن منع اللّٰہ سے اور انہوں نے شیخ عثمان بن محمد ساوجی سے اور انہوں نے شیخ منصور ساوجی سے اور انہوں نے شیخ رضی الدین احمد القرزی سے اور انہوں نے شیخ عبدالرحمٰن ابوالقاسم القشیری سے اور انہوں نے شیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد الطالبین علی الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی علی الحسین بن علی الدقاق سے اور انہوں نے شیخ ابی القاسم ابراہیم بن محمد نصرآبادی اور انہوں نے شیخ ابی محمد بن

خلف بن محمد الشبلي وهو من سيد
الطائفة ابی القاسم الجنید البغدادی وهو
من خاله السری السقطی وهو من معروف
الکرخی وهو من الامام علی موسی الرضا وهو
من ابیه الامام موسی الکاظم وهو من ابیه
الامام جعفر الصادق وهو من ابیه الامام
محمد ن الباقر وهو من ابیه الامام علی
زین العابدین وهو من ابیه اشرف الشهدا
ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد الله
الحسین وهو من ابیه اسد الله الغالب
امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم الله
وجهه وهو من خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمد
ن الامین صلی الله علیه وعلی آله واصحابه
وسلم وهو من امر ذی النور المبین
بواسطة الروح الامین۔

خلف بن محمد شبلی سے اور انہوں نے سید الطائفہ
ابی القاسم الجنید البغدادی سے اور انہوں
نے اپنے ماموں السری السقطی سے اور انہوں نے
معروف کرخی سے اور انہوں نے امام علی موسیٰ رضا سے
اور انہوں نے اپنے والد الامام موسیٰ کاظم سے
اور انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق سے
اور انہوں نے اپنے والد امام محمد الباقر سے اور انہوں نے
اپنے والد امام علی زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے
والد اشرف شہداء ومحبوب خیر الانبیاء امام ابی عبداللہ
الحسین اور انہوں نے اپنے والد اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے
اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے
بواسطۃ الروح الامین امر ذی النور المبین
سے پہنا۔

الثانیة لبسها الفقیر شاه
ابو الحسن من ابن عم امه السید نور الله
وهو من ابیه السید علی محمد وهو من
السید محمد وهو من ابیه السید جلال
ماه عالم وهو من السید شیر محمد بن احمد
وهو من جده السید عرب شاه وهو من ابیه

دوسرا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے
اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا
اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے، اور
انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد
سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن
احمد سے اور انہوں نے اپنے جد سید عرب شاہ سے اور انہوں نے

السید محمد زاهد هو من اخیه السید
محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من
عند الله وهو من ابیه السید برهان الدین
ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم
وهو من ابی الفتوح احمد بن عبد الله
الشیرازی وهو من القاضی قوام الدین
(امام الدین) محمد الحسینی الکازرونی وهو
من الشیخ سعید الدین (امین الدین)
محمد الکازرونی وهو من ابیه ضیاء الدین
مسعود وهو من ابیه شمس الدین محمد وهو من
ابیه ضیاء الدین (اوحد الدین) مسعود الملقب
بخواجه امام الدین البلیانی وهو من ابیه
شرف الدین علی وهو من ابیه شهاب الدین
احمد وهو من ابیه ناصر الدین عمر وهو من
ابیه زین الدین اسماعیل وهو من شیخ الشیوخ
فی الآفاق مرشد الطالبین علی الاطلاق صاحب
الولایة بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی الحسن
بن علی الدقاق وهو من الشیخ ابی القاسم ابراہیم
بن محمد النصرآبادی وهو من الشیخ ابی بکر
الشبلی وهو من سید الطائفة ابی القاسم الجنید
البغدادی وهو من خاله السری السقطی وهو
من معروف الکرخی وهو من داؤد الطائی وهو
من حبیب العجمی وهو من الحسن البصری و

اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاهد سے
اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد بن عبد اللہ سے جنہیں
اللہ کی طرف سے شاہ عالم کا لقب دیا گیا اور انہوں نے اپنے
والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم
کے نام سے مشہور تھے اور انہوں نے ابو الفتوح احمد
بن عبد اللہ شیرازی سے اور انہوں نے قاضی
قوام الدین سے (امام الدین) محمد الحسینی الکازرونی سے
اور انہوں نے شیخ سعید الدین (امین الدین)
محمد الکازرونی سے اور انہوں نے اپنے والد ضیاء الدین
مسعود سے اور انہوں نے اپنے والد شمس الدین محمد سے
اور انہوں نے اپنے والد ضیاء الدین (اوحد الدین) مسعود
البلیانی سے جن کا لقب خواجہ امام الدین تھا اور انہوں نے اپنے
والد شرف الدین علی سے اور انہوں نے اپنے والد شہاب الدین
احمد سے اور انہوں نے اپنے والد ناصر الدین عمر سے اور
انہوں نے اپنے والد زین الدین اسمٰعیل سے اور انہوں نے
وا شیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد الطالبین علی الاطلاق
صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی الحسن
بن علی الدقاق اور انہوں نے شیخ ابو القاسم ابراہیم
بن محمد نصرآبادی سے اور انہوں نے شیخ ابوبکر شبلی سے
اور انہوں نے سید الطائفہ ابی القاسم جنید
بغدادی سے اور انہوں نے اپنے ماموں السری السقطی
سے اور انہوں نے معروف کرخی سے اور انہوں نے داؤد
طائی سے اور انہوں نے حبیب عجمی سے اور انہوں نے

هو من اسد الله الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم الله وجهہٗ وهو من
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد ن الامین صلی الله علیه
وعلیٰ اٰله واصحٰبه وسلم وهو من امر
ذی النور المبین بواسطة روح الامین۔

اما خرق الشیخ عبد الله الحمویه فثنتان

احدها لبسها الفقیر شاه ابو الحسن من
ابن عم امه السید نور الله وهو من ابیه
السید علی محمد وهو السید محمد وهو
من السید جلال ماه عالم وهو من ابیه
السید حسن وهو من السید عبد الغفور
وهو من ابیه السید احمد وهو من ابیه
السید راجو وهو من ابیه السید محمد بن
عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله
وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد
عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من
الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله الشیرازی
وهو من الشیخ شمس الدین محمد الورکونین
وهو من ابیه الشیخ شرف الدین محمود وهو
من ابیه الشیخ محمد بن محمود وهو
من الشیخ نور الدین احمد بن عبد الله و
هو من ابیه الشیخ نور الدین عبد الله بن محمود
وهو من ابیه الشیخ اوحد الدین الشیروانی و

حسن بصری اور انہوں نے اسد اللہ الغالب امیر
المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے،
اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے
صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم، اور
آپ نے بحکم ذی النور المبین بواسطہ روح الامین پہنا۔

خرقہ ہای شیخ عبد اللہ الحمویہ دو ہیں۔ ان میں
پہلا وہ ہے جس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے
بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید
علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے
سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید
حسن سے اور انہوں نے سید عبد الغفور سے اور انہوں
نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد
سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن
عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ تعالیٰ کی طرف سے شاہ عالم
تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد
عبد اللہ سے جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے
اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ شیرازی
سے اور انہوں نے شیخ شمس الدین محمد الورکونین سے
اور انہوں نے اپنے والد شیخ شرف الدین محمود سے
اور انہوں نے اپنے والد شیخ محمد بن محمود سے
اور انہوں نے شیخ نور الدین احمد بن عبد اللہ سے اور
انہوں نے اپنے والد شیخ نور الدین عبد اللہ بن محمود
سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ اوحد الدین شیروانی

هو من الشیخ ناصر الدین حرستام وھو
من الشیخ العارف صاحب المعارف معین الدین
ابی عبد اللہ محمد بن احمد الحموی وھو
من الشیخ ابی علی الفارمدی وھو من
الشیخ ابی علی القرندی وھو من الشیخ ابی
القاسم الکرکانی وھو من ابی عثمان المغربی وھو
من ابی عمر الزجاج النیشاپوری وھو من سید
الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من
خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی
وھو من الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ
الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام
جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر
وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو
من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء
الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ
اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی
طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ
وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ
الروح الامین۔

سے اور انہوں نے شیخ ناصر الدین حرستام سے اور انہوں
نے شیخ عارف صاحب معارف معین الدین ابی عبد اللہ
محمد بن احمد الحموی سے اور انہوں نے شیخ ابی
علی الفارمدی سے اور انہوں نے شیخ ابی
علی القرندی سے اور انہوں نے شیخ ابی القاسم
گرگانی سے اور انہوں نے ابی عثمان المغربی
سے اور انہوں نے ابی عمر زجاج نیشاپوری سے
اور انہوں نے سید الطائفۃ ابی القاسم جنید
بغدادی سے اور انہوں نے اپنے ماموں السری
السقطی سے اور انہوں نے معروف کرخی سے اور انہوں نے
امام علی موسی الرضا سے اور انہوں نے اپنے والد الامام موسیٰ
الکاظم سے اور انہوں نے اپنے والد الامام جعفر صادق سے اور
انہوں نے اپنے والد الامام محمد الباقر سے اور انہوں نے اپنے والد
الامام علی زین العابدین سے اور وہ اپنے والد اشرف الشھداء اور
محبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین سے اور انہوں نے
اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہٗ سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے بحکم
ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین،
پہنا۔

الثانية لبسها الفقير شاه ابوالحسن
من ابن عم امه السيد نور الله وهو من
ابيه السيد علی محمّد وهو من السيّد محمّد
وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو
من السيد شیر محمد بن احمد وهو من
جده السيد عرب شاه وهو من ابيه السيد
محمد زاهد وهو من اخيه السيد محمد بن
عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله وهو
من ابيه السيد برهان الدين ابی محمد عبد الله
المشهور بقطب العالم وهو من الشیخ ابی الفتوح
احمد بن عبد الله الشیرازی وهو من الشیخ
شرف الدين العلجوجی وهو من الشیخ شمس
الدين الخابوری وهو من الشیخ سعد الدين
الحاسن محمد بن المؤيد وهو من ابن عم ابيه
صدر الدين ابی الحسن محمد بن عمر وهو من
ابيه عماد الدين ابی الفتح عمر وهو من جده الشیخ
العارف صاحب المعارف معين الدين ابی عبد الله
محمد بن احمد الحموی وهو من الشیخ ابی علی
الفارمدی وهو من الشیخ ابی القرندی وهما
من السدوس الكبير وهو من ابی رويم بن احمد
وهو من سيد الطائفة ابی القاسم الجنيد البغدادی
وهو من خاله السری السقطی وهو من المعروف

دوسرا وہ خرقہ ہے جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی
والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے
اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور
انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے
سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا سید
عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاهد
سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد بن عبداللہ
سے جن کا لقب اللہ تعالیٰ کی طرف سے شاہ عالم تھا
اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبداللہ
سے جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور انہوں نے
شیخ ابوالفتوح احمد بن عبداللہ شیرازی سے اور
انہوں نے شیخ شرف الدین العلجوجی سے اور انہوں نے
شیخ شمس الدین الخابوری سے اور انہوں نے شیخ سعد الدین
الحاسن محمد بن المؤید سے اور انہوں نے اپنے والد کے
چچیرے بھائی صدر الدین ابوالحسن محمد بن عمر سے اور انہوں
نے اپنے والد عماد الدین ابوالفتح عمر سے اور انہوں نے
اپنے دادا شیخ عارف صاحب معارف معین الدین ابی عبداللہ
محمد بن احمد الحموی سے اور انہوں نے شیخ ابی علی الفارمدی
سے اور انہوں نے شیخ ابی القرندی سے اور ان دونوں
نے السدوس الکبیر سے اور انہوں نے ابی رویم بن
احمد سے اور انہوں نے سید الطائفہ ابوالقاسم الجنید
البغدادی سے اور انہوں نے اپنے ماموں السری السقطی سے اور

الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب
العجمی وھو من الحسن البصری وھو من
اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی
طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن
الامین صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم
وھو من امری ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین

انہوں نے معروف کرخی سے اور انہوں نے داؤد طائی
سے اور انہوں نے حبیب عجمی سے اور انہوں نے حسن بصری سے
اور انہوں نے اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن
ابی طالب سے کرم اللہ وجہہ اور انہوں نے خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین سے صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحابہ وسلم اور آپ
نے بحکم ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین پہنا۔

اما الخرق الطاوسیہ فسبعۃ احدھا

لبسہا الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم
امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی محمد
وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من
ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید عبد الغفور
وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید
راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب
بشاہ عالم وھو من ابیہ السید برھان الدین
ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو
من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی
وھو من الشیخ محمد بن علی ملا سبانی الھروی
وھو من الشیخ پیر کمال الدین وھو من ابیہ
الشیخ پیر ابراھیم وھو من ابیہ الفقیہ احمد
وھو من الشیخ بابا حسین الشیرحانی وھو
من الشیخ محمد المشھور بکندہ کش الحریر

خرقہائے طاؤسیہ سات ہیں۔ پہلا خرقہ
وہ ہے جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی ماں کے
چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے
اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے اپنے والد
سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے
اور انہوں نے اپنے والد سید عبد الغفور سے اور انہوں نے اپنے والد
سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید راجو سے اور انہوں
نے اپنے والد سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا شاہ عالم لقب
تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ
سے جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابو الفتوح
احمد بن عبد اللہ الشیرازی سے اور انہوں نے شیخ محمد بن علی ملا سبانی
الہروی سے اور انہوں نے شیخ پیر کمال الدین سے اور انہوں نے
اپنے والد شیخ پیر ابراہیم سے اور انہوں نے اپنے والد
الفقیہ احمد سے اور انہوں نے شیخ بابا حسین الشیرحانی سے
اور انہوں نے شیخ محمد سے جو کندہ کش الحریر کے نام سے

وهومن الخواجه خوشنامات وهومن
بابا نعمت الشادبادی وهومن محمّد
خواجگان وهومن الشيخ عبدالرحيم الاصطرخی
وهومن الشيخ الاكرم الولی الاعظم
صاحب الاكرام والاجلال الشيخ ابی الخير
اقبال الملقب من رسول الثقلين صلی الله
عليه وعلی اله واصحابه وسلم بطاؤس الحرمين
وهومن الشيخ ابی الحسين الشيروانی وهو
من سيد الطائفة ابی القاسم الجنيد
البغدادی وهومن خاله السری السقطی وهو
من معروف الكرخی وهومن الامام علی موسیٰ
الرضا وهومن ابيه الامام موسیٰ الكاظم
وهومن ابيه الامام جعفر الصادق وهو
من محمد الباقر وهومن ابيه الامام علی
زين العابدين وهومن ابيه اشرف الشهداء
ومحبوب خير الانبياء الامام ابی عبد الله
الحسين وهومن ابيه اسد الله الغالب
امير المؤمنين علی بن ابی طالب كرم الله وجهه
وهومن خاتم النبيين رسول رب العالمين
شفيع المذنبين محمدن الامين صلی الله
عليه وعلی اله واصحابه وسلم وهومن
امر ذی النور المبين بواسطة الروح الامين

سے مشہور تھے اور انہوں نے خواجہ خوشنامات اور انہوں
نے بابا نعمت شادآبادی سے اور انہوں نے محمد خواجگان
سے اور انہوں نے شیخ عبدالرحیم الاصطرخی سے اور انہوں
نے الشیخ الاکرم الولی الاعظم صاحب الاکرام و
الاجلال الشیخ ابی الخیر اقبال سے جن کا رسول
الثقلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے دربار
سے طاؤس الحرمین لقب تھا اور انہوں نے شیخ
ابی الحسن الشیروانی سے اور انہوں نے سید الطائفہ
ابی القاسم الجنید البغدادی سے اور انہوں نے
اپنے ماموں السری السقطی سے اور انہوں نے معروف
کرخی سے اور انہوں نے امام علی موسیٰ رضا سے اور
انہوں نے والد امام موسیٰ الکاظم سے اور انہوں نے
اپنے والد امام جعفر صادق سے اور انہوں نے محمد باقر
سے اور انہوں نے اپنے والد امام علی زین العابدین
سے اور انہوں نے اپنے والد اشرف الشہداء محبوب
خیر الانبیاء امام ابی عبداللہ الحسین سے اور انہوں
نے اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اور انہوں
نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمدن الامین سے صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے بواسطۃ الروح
الامین امر ذی النور المبین سے پہنا۔

الثانية لبسها الفقير شاه ابوالحسن
من ابن عم امه السيد نورالله وهو من السيد
علي محمد وهو من السيد محمد وهو من السيد
جلال ماه عالم وهو من السيد شير محمد بن
احمد وهو من جده السيد عرب شاه وهو
من السيد محمد زاهد وهو من اخيه السيد
محمد بن عبدالله الملقب بشاه عالم من عند الله
وهو من ابيه السيد برهان الدين ابي محمد
عبدالله المشهور بقطب العالم وهو من الشيخ
ابي الفتوح احمد بن عبدالله الشيرازي وهو
من الشيخ جلال الدين ابي الكرام عبدالله
بن ابي الفتوح وهو من ابيه ابي الخير وهو من
ابيه عبد القادر الحكيم وهو من ابيه محمد
وهو من ابيه عبد السلام وهو من ابيه احمد
وهو من ابيه ابي الخير وهو من ابيه محمد
وهو من ابيه ابي بكر وهو من ابيه الشيخ احمد
المصاحب وهو من الشيخ الاكرم والولي الاعظم
صاحب الاكرام والاجلال الشيخ ابي الخير اقبال
الملقب من رسول الثقلين صلى الله عليه وعلى
اله واصحابه وسلم بطاؤس الحرمين وهو
من الشيخ ابي الحسن الشيرواني وهو من
سيد الطائفة ابي القاسم الجنيد البغدادي
وهو من خاله السري السقطي وهو من

دوسرا خرقہ وہ ہے جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نوراللہ سے پہنا اور
انہوں نے سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور
انہوں نے سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد
بن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے
اور انہوں نے سید محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی
سید محمد بن عبداللہ سے جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے
شاہ عالم لقب تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین
ابی محمد عبداللہ سے جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور
انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ شیرازی
سے اور انہوں نے شیخ جلال الدین ابی الکرام عبداللہ
بن ابی الفتوح سے اور انہوں نے اپنے والد ابی الخیر سے
اور انہوں نے اپنے والد عبدالقادر حکیم سے اور انہوں
نے اپنے والد محمد سے اور انہوں نے اپنے والد عبدالسلام سے
اور انہوں نے اپنے والد احمد سے اور انہوں نے اپنے والد ابی
الخیر سے اور انہوں نے اپنے والد محمد سے اور انہوں نے اپنے والد
ابی بکر سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ احمد المصاحب سے اور انہوں
نے اپنے والد الشیخ الاکرام والولی الاعظم صاحب الاکرام والاجلال
الشیخ ابی الخیر اقبال جن کا رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ واصحابہ وسلم کے دربار سے طاؤس الحرمین لقب تھا
اور انہوں نے شیخ ابی الحسن الشیروانی سے اور انہوں نے
سید الطائفہ ابی القاسم جنید البغدادی سے
اور انہوں نے اپنے ماموں السری السقطی سے اور انہوں نے

معروف الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد ن الباقر وھو من ابیہ علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

معروف کرخی سے اور انہوں نے امام علی موسیٰ رضا سے اور انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ الکاظم سے اور انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق سے اور انہوں نے اپنے والد امام محمد الباقر سے اور انہوں نے اپنے والد علی زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد اشرف الشھداء محبوب خیر الانبیاء امام ابی عبد اللہ حسین سے اور انہوں نے اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے بواسطہ الروح الامین امر ذی النور المبین سے پہنا۔

الثالثۃ لبسھا الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید حسن وھو من ابیہ السید عبد الغفور وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی وھو من ابیہ عبد اللہ الشیرازی

تیسرا خرقہ وہ ہے جس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبد الغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے شاہ عالم لقب تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابو الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی سے اور انہوں نے اپنے والد عبد اللہ الشیرازی سے

وهومن عمه صدرالدین ابی اسحاق الطاوسی
وهومن جده نورالدین ابی الفتح عبدالقادر
الحکیم وهومن عم ابیه مجاهد الدین
ابی الخیر نصر بن احمد وهومن ابیه
مجاهد الدین احمد بن ابی الخیر وهو
من ابیه الشیخ سراج الدین ابی الخیر
وهومن ابیه الشیخ شمس الدین محمد
وهو فی صغر من الشیخ الاکرم والولی الاعظم
صاحب الاکرام والاجلال الشیخ ابی الخیر
اقبال الملقب من رسول الثقلین صلی اللہ علیه
وعلی اله واصحابه وسلم بطاؤس الحرمین و
هومن الشیخ ابی القاسم بن رمضان وهو
من الشیخ ابی یعقوب الطبری وهومن ابی
عبداللہ عثمان المکی وهومن الشیخ
ابی یعقوب النهرجوری وهومن الشیخ ابی
یعقوب السوسی وهومن عبدالواحد بن زید
وهومن کمیل بن زیاد وهومن اسد اللہ الغالب
امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجهه
وهومن خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیه
وعلی اله واصحابه وسلم وهومن اسری
ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

اور انہوں نے اپنے چچا صدرالدین ابی اسحاق الطاوسی
سے اور انہوں نے اپنے دادا نورالدین ابی الفتح
عبدالقادر حکیم سے اور انہوں نے اپنے والد کے چچا
مجاہدالدین ابی الخیر نصر بن احمد سے اور انہوں نے
اپنے والد مجاہدالدین احمد بن ابی الخیر سے اور
۔ انہوں نے اپنے والد شیخ سراج الدین ابی الخیر
سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ شمس الدین محمد سے
اور انہوں نے بچپن میں شیخ الاکرم الولی الاعظم
صاحب الاکرام والاجلال شیخ ابی الخیر اقبال
سے جن کا لقب بارگاہِ رسول الثقلین صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم طاؤس الحرمین تھا۔
اور انہوں نے شیخ ابی القاسم بن رمضان سے اور انہوں نے
شیخ ابی یعقوب الطبری سے اور انہوں نے ابی
عبداللہ عثمان المکی سے اور انہوں نے شیخ ابی
یعقوب النہرجوری سے اور انہوں نے شیخ ابی
یعقوب السوسی سے اور انہوں نے عبدالواحد بن زید
سے اور انہوں نے اسداللہ الغالب امیرالمومنین علی
بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور انہوں نے خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ
واصحابہ وسلم اور آپ نے بواسطۂ الروح
الامین امر ذی النور المبین سے پہنا۔

الرابعة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السید نوراللہ وھو من
ابیه السیّد علی محمد وھو من السید محمد
وھو من ابیه السید جلال ماہ عالم ومن
السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید
عرب شاہ وھو من ابیه السید محمد زاھد و
ھو من ابیه السید محمد بن عبداللہ الملقب
بشاہ عالم من عنداللہ وھو من ابیه السید
برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم
وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی
وھو من عمه الاکبر غیاث الدین ابی الفضائل
محمد وھو من ابیه ابی الفتوح وھو من ابیه
ابی الخیر وھو من ابیه عبد القادر الحکیم وھو
من ابیه محمد وھو من ابیه عبد السلام
وھو من ابیه احمد وھو من ابیه ابی الخیر
وھو من ابیه محمد وھو من ابیه ابی بکر
وھو من ابیه الشیخ احمد المصاحب وھو من
الشیخ الاکرم الولی الاعظم صاحب الاکرام
والاجلال الشیخ ابی الخیر اقبال الملقب من
رسول الثقلین صلی اللہ علیه وعلی آله واصحابه
وسلم بطاؤس الحرمین وھو من الشیخ ابی القاسم
بن رمضان وھو من الشیخ ابی یعقوب الطبری
وھو من ابی عبداللہ عثمان المکی وھو من الشیخ

چوتھا خرقہ وہ ہے جس کو فقیر شاہ ابوالحسن
نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نوراللہ سے اور
انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے
سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ
عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے
دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاہد
سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد بن عبداللہ سے
جن کا لقب اللہ تعالیٰ کی طرف سے شاہ عالم تھا اور انہوں
نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبداللہ سے جو قطب عالم
کے نام سے مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد
بن عبداللہ الشیرازی سے اور انہوں نے اپنے بڑے چچا غیاث
الدین ابی الفضائل محمد سے اور انہوں نے اپنے والد
ابی الفتوح سے اور انہوں نے اپنے والد ابی الخیر سے اور انہوں
نے اپنے والد عبدالقادر حکیم سے اور انہوں نے اپنے والد محمد سے اور
انہوں نے اپنے والد عبدالسلام سے اور انہوں نے اپنے والد احمد سے
اور انہوں نے اپنے والد ابی الخیر سے اور انہوں نے اپنے والد محمد سے
اور انہوں نے اپنے والد ابی بکر سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ احمد
المصاحب سے اور انہوں نے شیخ الاکرم الولی الاعظم صاحب الاکرام
والاجلال الشیخ ابی الخیر اقبال سے جن کا لقب بارگاہ
رسول الثقلین سے صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم طاؤس
الحرمین تھا اور انہوں نے شیخ ابی القاسم بن رمضان سے
اور انہوں نے شیخ ابی یعقوب الطبری سے اور انہوں نے
ابی عبداللہ عثمان المکی سے اور انہوں نے شیخ

ابی یعقوب النہرجوری وھومن الشیخ
ابی یعقوب السوسی وھومن الشیخ عبدالواحد
بن زید وھومن کمیل بن زیاد وھومن
اسد اللہ الغالب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب
کرم اللہ وجہہٗ وھومن خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین
صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو
من امرذی النورالمبین بواسطۃ الروح الامین۔

ابی یعقوب النہرجوری سے اور انہوں نے شیخ ابی
یعقوب السوسی سے اور انہوں نے شیخ عبدالواحد
بن زید سے اور انہوں نے کمیل بن زیاد سے اور انہوں
نے اسد اللہ الغالب امیرالمومنین علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے
صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے
بواسطۃ الروح الامین امرذی النورالمبین سے پہنا۔

الخامسۃ لبسہا الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امہ السید نوراللہ وھومن ابیہ
السید علی محمد وھومن السید محمد وھو
من السید جلال ماہ عالم وھومن ابیہ السید
حسن وھومن ابیہ السید عبدالغفور وھو
من ابیہ السید احمد وھومن ابیہ السید
راجو وھومن ابیہ السید محمد بن عبداللہ
الملقب بشاہ عالم من عنداللہ وھومن ابیہ
السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشہور
بقطب العالم وھومن الشیخ ابی الفتوح احمد
بن عبداللہ الشیرازی وھومن عمہ غیاث
الدین محمد وھومن عمہ صدرالدین ابی اسحاق
الفارسی وھومن جدہ عبدالقادر الحکیم
وھومن الشیخ مجاھد الدین ابی الخیر

پانچواں خرقہ وہ ہے جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نوراللہ سے اور انہوں نے
اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور
انہوں نے سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد
سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبدالغفور
سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے
اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن
عبداللہ سے جن کا لقب اللہ کی طرف سے شاہ عالم تھا
اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبداللہ
سے جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور انہوں نے شیخ
ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی سے اور انہوں نے
اپنے چچا غیاث الدین محمد سے اور انہوں نے اپنے
چچا صدرالدین ابی اسحاق الفارسی سے اور انہوں نے اپنے
دادا عبدالقادر حکیم سے اور انہوں نے شیخ مجاہد الدین ابی الخیر سے

وهو من ابيه مجاهد الدين احمد وهو
من ابيه سراج الدين ابی الخير وهو من ابيه
شمس الدين محمد وهو من الشيخ الاكرم و
الولی الاعظم صاحب الاكرام والاجلال الشيخ
ابی الخير اقبال الملقب من رسول الثقلين صلی الله
عليه وعلیٰ آله واصحابه وسلم بطاؤس الحرمين
وهو من الشيخ ابی الحسن الشيرازی وهو من
سيد الطائفة ابی القاسم الجنيد البغدادی
وهو من خاله السری السقطی وهو من معروف
الكرخی وهو من داؤد الطائی وهو من حبيب
العجمی وهو من الحسن البصری وهو من اسد
الله الغالب امير المومنين علی بن ابی طالب كرم
الله وجهه وهو من خاتم النبيين رسول
رب العالمين شفيع المذنبين محمد ن الامين
صلی الله عليه وعلیٰ آله واصحابه وسلم وهو
من امر ذی النور المبين بواسطة الروح
الامين۔

اور انہوں نے اپنے والد مجاہد الدین احمد سے اور انہوں نے
اپنے والد سراج الدین ابی الخیر سے اور انہوں نے اپنے
والد شمس الدین محمد سے اور انہوں نے شیخ الاکرم والولی
الاعظم صاحب الاکرام والاجلال الشیخ ابی الخیر
اقبال سے جن کا لقب بارگاہ رسول الثقلین صلی اللہ
علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے طاؤس الحرمین تھا
اور انہوں نے شیخ ابی الحسن الشیرازی سے اور انہوں نے
سید الطائفہ ابی القاسم جنید بغدادی سے اور انہوں نے
اپنے ماموں السری السقطی سے اور انہوں نے معروف
کرخی سے اور انہوں نے داؤد طائی سے اور انہوں نے
حبیب عجمی سے اور انہوں نے حسن بصری سے اور انہوں
نے اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن طالب کرم
اللہ وجہہ اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلے اللہ علیہ
وعلے آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے بواسطہ
الروح الامین امر ذی النور المبین سے پہنا

السادسه لبسها الفقير شاه ابو الحسن
من ابن عم امه السيد نور الله وهو ابيه
السيد علی محمد وهو من السيد محمد وهو
من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من
السيد شير محمد بن احمد وهو من جده

چھٹا خرقہ وہ ہے جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے
اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے اور
انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے
سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم
سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے

السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید
محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن
عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عنداللہ وھو
من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ
المشھور بقطب لعالم وھو من الشیخ ابی
الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی وھو
من عمہ الاصغر ظھیر الدین ابی نصر عبدالرحمن
بن ابی الفتوح وھو من ابیہ ابی الفتوح وھو
من ابیہ ابی الخیر وھو من ابیہ محمد وھو
من ابیہ ابی بکر وھو من ابیہ الشیخ احمد
المصاحب وھو من الشیخ الاکرم والولی الاعظم
صاحب الاکرام والاجلال الشیخ ابی الخیر
اقبال الملقب من رسول الثقلین صلی اللہ علیہ
وعلی الہ واصحابہ وسلم بطاؤس الحرمین
وھو من الشیخ ابی الحسن الشیروانی وھو من
سید الطائفة ابی القاسم الجنید البغدادی و
ھو من خالہ السری السقطی وھو من المعروف
الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب
العجمی وھو من اسداللہ الغالب امیرالمومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ
وسلم وھو من امرذی النور المبین بواسطة الروح الامین

نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے
والد سید محمد زاھد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد
بن عبداللہ سے جن کا لقب اللہ کیطرف سے شاہ عالم تھا،
اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبداللہ
سے جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور انہوں نے شیخ
ابی الفتوح احمد بن عبداللہ شیرازی سے اور انہوں
نے اپنے چھوٹے چچا ظہیر الدین ابی نصر عبدالرحمن بن
ابی الفتوح سے اور انہوں نے اپنے والد ابی الفتوح سے
اور انہوں نے اپنے والد ابی الخیر سے اور انہوں نے
اپنے والد محمد سے اور انہوں نے اپنے والد ابی بکر سے اور انہوں
نے اپنے والد شیخ احمد مصاحب سے اور انہوں نے الشیخ
الاکرم والولی الاعظم صاحب الاکرام والاجلال شیخ ابی الخیر
اقبال سے جن کا لقب دربار رسول ثقلین سے طاؤس
الحرمین تھا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم، اور
انہوں نے شیخ ابی الحسن الشروانی سے اور انہوں نے
سید الطائفہ ابی القاسم جنید بغدادی سے اور انہوں
نے اپنے ماموں السری السقطی سے اور انہوں نے
معروف کرخی سے اور انہوں نے داؤد طائی سے اور
انہوں نے حبیب العجمی سے اور انہوں نے اسداللہ
الغالب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ
وسلم اور آپ نے بواسطہ الروح الامین امرذی النور المبین سے پہنچا۔

السابعة لبسها الفقير شاه ابوالحسن من ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد علی محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من ابيه السيد حسن وهو من ابيه السيد عبدالغفور وهو من ابيه السيد احمد و هو من ابيه السيد راجو وهو من ابيه السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من ابيه السيد برهان الدين ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشيخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله الشيرازی وهو من عمه ظهير الدين عبد الرحمٰن وهو من عمه صدر الدين ابی اسحاق الطاوسی وهو من جده عبد القادر الحكيم وهو من ابيه مجاهد الدين ابی الخير وهو من ابيه سراج الدين ابی الخير وهو من ابيه شمس الدين محمد وهو من الشيخ الاكرم والولی الاعظم صاحب الاكرام والاجلال الشيخ ابی الخير اقبال الملقب من رسول الثقلين صلی الله عليه وعلی اله واصحابه وسلم بطاؤس الحرمين وهو من الشيخ ابی القاسم بن رمضان وهو من الشيخ ابی يعقوب الطبری وهو من ابی عبد الله

ساتواں خرقہ وہ ہے جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبد الغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی طرف سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی سے اور انہوں نے اپنے چچا ظہیر الدین عبد الرحمٰن سے اور انہوں نے اپنے چچا صدر الدین ابی اسحاق الطاؤسی سے اور انہوں نے اپنے دادا عبد القادر الحکیم سے اور انہوں نے اپنے والد مجاہد الدین ابی الخیر سے اور انہوں نے اپنے والد سراج الدین ابی الخیر سے اور انہوں نے اپنے والد شمس الدین محمد سے اور انہوں نے شیخ الاکرم الولی الاعظم صاحب الاکرام والاجلال الشیخ ابی الخیر اقبال سے جن کا لقب دربار رسول الثقلین سے طاؤس الحرمین تھا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحابہ وسلم اور انہوں نے شیخ ابی القاسم بن رمضان سے اور انہوں نے شیخ ابی یعقوب الطبری سے اور انہوں نے ابی عبد اللہ عثمان المکی سے

عثمان المکی وھو من الشیخ ابی یعقوب النھر جوری وھو من الشیخ ابی یعقوب السوسی وھو من عبد الواحد بن زید وھو من کمیل بن زیاد وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم وھو من امری ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

اور انہوں نے شیخ ابی یعقوب النھرجوری سے اور انہوں نے شیخ ابی یعقوب السوسی سے اور انہوں نے عبد الواحد بن زید سے اور انہوں نے کمیل بن زیاد سے اور انہوں نے اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب سے کرم اللہ وجہہ اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے بواسطہ روح الامین امر ذی النور المبین سے پہنا۔

اما الخرقۃ الشیخ شمس الدین التبریزیہ — خرقہ شمس تبریزیہ ایک ہے۔

فواحدۃ وھی لبسھا الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی وھو من الشیخ صدر الدین بن

اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاھد سے اور انہوں نے اپنے بھائی محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی طرف سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی سے اور انہوں نے شیخ صدر الدین

عثمان المکی وھو من الشیخ ابی یعقوب النہر جوری وھو من الشیخ ابی یعقوب السوسی وھو من عبد الواحد بن زید وھو من کمیل بن زیاد وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم وھو من امری ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

اور انہوں نے شیخ ابی یعقوب النہر جوری سے اور انہوں نے شیخ ابی یعقوب السوسی سے اور انہوں نے عبد الواحد بن زید سے اور انہوں نے کمیل بن زیاد سے اور انہوں نے اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے بواسطہ روح الامین امر ذی النور المبین سے پہنا۔

اما الخرقۃ الشیخ شمس الدین التبریزیہ — خرقہ شمس تبریزیہ ایک ہے۔

فواحدۃ وھی لبسھا الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی وھو من الشیخ صدر الدین بن

اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاھد سے اور انہوں نے اپنے بھائی محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی طرف سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی سے اور انہوں نے شیخ صدر الدین

عبد الرحيم بن محمد الطوسي وهو من الشيخ
زين الدين علي بن حسن الفوفي وهو من
النظام الدين الغوري وهو من الشيخ جلال
الدين الرومي وهو من الشيخ الاكمل والولي
الافضل الواصل العارف وصاحب المعارف
الشيخ شمس الدين التبريزي وهو من الشيخ
ابي علي سعيد بن عبد الجليل المعروف به لالا
وهو من الشيخ مجد الدين ابي سعيد
البغدادي وهو من الشيخ نجم الحق والدين
ابي الجناب احمد بن عمر الخوارزمي الجبرتي
المشهور بالكبرى وهو من الشيخ اسمعيل
القيصري الرزقولي وهو من الشيخ محمد
بن مانكيل وهو من داؤد بن محمد المعروف
بخادم الفقراء وهو من ابي العباس دريس
وهو من ابي القاسم بن رمضان وهو من
الشيخ ابي يعقوب الطبري وهو من الشيخ
ابي عبد الله عثمان المكي وهو من الشيخ
ابي يعقوب النهرجوري وهو من الشيخ ابي
يعقوب السوسي وهو من عبد الواحد بن
زيد وهو من كميل بن زياد وهو من اسد
الله الغالب امير المومنين علي بن ابي طالب
كرم الله وجهه وهو من خاتم النبيين رسول
رب العالمين شفيع المذنبين محمد ﷺ

بن عبد الرحیم بن محمد طوسی سے اور انہوں نے شیخ
زین الدین علی بن حسن الفوفی سے اور انہوں نے
نظام الدین الغوری سے اور انہوں نے شیخ جلال الدین
رومی سے اور انہوں نے الشیخ الاکمل والولی
الافضل الواصل العارف وصاحب المعارف شیخ
شمس الدین التبریزی سے اور انہوں نے شیخ
ابی علی سعید بن عبد الجلیل سے جو لالا کے نام سے
مشہور تھے اور انہوں نے شیخ مجد الدین ابی
سعید البغدادی سے اور انہوں نے شیخ نجم الحق
والدین ابی الجناب احمد بن عمر الخوارزمی الجبرتی
سے جو کبریٰ کے نام سے مشہور تھے اور انہوں
نے شیخ اسمٰعیل القیصری الزرقولی سے اور
انہوں نے شیخ محمد بن مانکیل سے اور انہوں نے
داؤد بن محمد سے جو خادم الفقراء کے نام سے مشہور تھے
اور انہوں نے ابی العباس دریس سے اور انہوں نے
ابی القاسم بن رمضان سے اور انہوں نے شیخ ابی یعقوب
الطبری سے اور انہوں نے شیخ ابی عبد اللہ عثمان المکی
سے اور انہوں نے شیخ ابی یعقوب النہرجوری سے اور انہوں
نے شیخ ابی یعقوب السوسی سے اور انہوں نے عبد الواحد
بن زید سے اور انہوں نے کمیل بن زیاد سے اور انہوں
نے اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب
سے کرم اللہ وجہہ اور انہوں نے خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے

الامين صلى الله عليه وعلى اله واصحابه
وسلم وهو من امر ذي النور المبين بواسطة
الروح الامين۔

صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم' اور
آپ نے بواسطۂ الروح الامین امر ذی النور
المبین سے پہنا۔

اما خرقة الشيخ ابي اسحاق السلطان ابراهيم بن ادهم البلخيه فواحدة

وهي لبسها الفقير شاه ابوالحسن من
ابن عم امه السيد نور الله وهو من السيد
علي محمد وهو من السيد محمد وهو من
ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من ابيه
السيد حسن وهو من السيد عبد الغفور
وهو من ابيه السيد احمد وهو من ابيه السيد
راجو وهو من ابيه السيد محمد بن
عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله
وهو من ابيه السيد برهان الدين ابي محمد
عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من
الشيخ ابي الفتوح احمد بن عبد الله الشيرازي
وهو من علي بن محمد الزرندي وهو من الشيخ
جلال الدين الانطوطي وهو من الشيخ ابي
العباس احمد الحاج وهو من ابي عبد الله
بن عمر بن علي بن المعروف بابن اللبني
الحرمي البكري وهو من ابي علي الحسن بن
جعفر الهاشمي وهو من الحاجب ابي الحسن

خرقۂ شیخ اسحاق السلطان ابراہیم بن ادہم البلخیہ

ایک ہے جس کو فقیر
شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے
بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے
سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے
اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے
اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے، اور
انہوں نے سید عبد الغفور سے اور انہوں نے اپنے والد
سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید راجو
سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن عبد اللہ سے
جن کا لقب اللہ تعالی کی طرف سے شاہ عالم تھا اور
انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے
جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابی
الفتوح احمد بن عبد اللہ شیرازی سے اور انہوں نے
علی بن محمد الزرندی سے اور انہوں نے شیخ جلال الدین
الانطوطی سے اور انہوں نے شیخ ابی العباس احمد
الحاج سے اور انہوں نے ابی عبد اللہ ابن عمر ابن علی
بن المعروف ابن اللبنی الحرمی البکری سے اور انہوں نے
ابی علی الحسن بن جعفر الہاشمی سے اور انہوں نے حاجب

علی بن احمد الحامی وھو من ابی محمد جعفر محمد البخاری وھو من ابی اسحاق ابراھیم بن نصر وھو من خادم بن ابراھیم بن یسار الصوفی الخراسانی وھو من الولی الاعظم والشیخ الاکرم سلطان السلاطین خاقان المسلمین ابی اسحاق ابراھیم بن ادھم البلخی وھو من فضیل بن عیاض وھو من عبد الواحد بن زید وھو من کمیل بن زیاد وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

ابی الحسن علی بن احمد الحامی سے اور انہوں نے ابی جعفر محمد البخاری سے اور انہوں نے ابی اسحق ابراھیم بن نصر سے اور انہوں نے خادم بن ابراھیم بن یسار الصوفی الخراسانی سے اور انہوں نے الولی الاعظم الشیخ الاکرم سلطان السلاطین خاقان المسلمین ابی اسحاق ابراھیم بن ادھم البلخی سے اور انہوں نے فضیل بن عیاض سے اور انہوں نے عبد الواحد بن زید سے اور انہوں نے کمیل بن زیاد سے اور انہوں نے اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب سے کرم اللہ وجہہ اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم اور آپ نے بواسطۃ الروح الامین امر ذی النور المبین سے پہنا۔

اما خرق الشیخ الکبیر ابی عبد اللہ الحفیفیہ

فواحدۃ وھی لبسھا الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید

خرقہ شیخ کبیر ابی عبد اللہ الحفیفیہ

ایک ہے۔ اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے

عرب شاہ وھومن ابیہ السید محمد
زاہد وھومن اخیہ السید محمد بن
عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند
اللہ وھومن ابیہ السید برہان الدین
ابی محمد عبداللہ المشہور بقطب العالم
وھومن الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ
الشیرازی وھومن الشیخ بہاؤالدین عمر
السجستانی الجفاری وھومن خالہ محمد
شاہ وھومن الخواجہ محمد الکجحانی
وھومن جدہ الخواجہ محمد الکجحانی
الحاج وھومن الخواجہ صدرالدین
الصانع وھومن بابا احمد شادابادی وھو
من عبد مجدہ بابا حسین الشادابادی
وھومن ابیہ بابا نعمت شادابادی وھو
من پیر مدان الکجحانی وھومن اخ فرح
الزنجانی وھومن ابی العباس النہاوندی
وھومن الشیخ الکریم والولی العظیم و
القطب الشریف والغوث المنیف ابی
عبداللہ الخفیف وھومن الشیخ ابی
محمد رویم بن احمد وھومن السید
الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی
وھومن خالہ السری السقطی وھومن
المعروف الکرخی وھومن داؤد الطائی

دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد
سید محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد
بن عبداللہ سے جن کا لقب اللہ کی طرف سے شاہ عالم
تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد
عبداللہ سے جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور
انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی
سے اور انہوں نے شیخ بہاؤالدین عمر سجستانی
الجفاری سے اور انہوں نے اپنے ماموں محمد شاہ
سے اور انہوں نے خواجہ محمد الکجحانی سے اور انہوں نے
اپنے دادا خواجہ محمد الکجحانی الحاج سے اور
انہوں نے خواجہ صدرالدین الصانع سے
اور انہوں نے بابا احمد شادآبادی سے اور انہوں
نے عبد مجدہ بابا حسین شادآبادی سے اور انہوں
نے اپنے والد بابا نعمت شادآبادی سے اور انہوں
نے پیر مدان الکجحانی سے اور انہوں نے فرح الزنجانی
کے بھائی سے اور انہوں نے ابی العباس النہاوندی
سے اور انہوں نے الشیخ الکریم والولی العظیم
القطب الشریف الغوث المنیف ابی عبداللہ
الخفیف سے اور انہوں نے شیخ ابی محمد رویم
بن احمد سے اور انہوں نے سید الطائفہ ابی القاسم
جنید بغدادی سے اور انہوں نے اپنے ماموں
السری السقطی سے اور انہوں نے معروف کرخی سے
اور انہوں نے داؤد الطائی سے اور انہوں نے

وھومن حبیب العجمی وھومن الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ وھومن خاتم النبیین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھومن امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

حبیب عجمی سے اور انہوں نے حسن بصری سے اور انہوں نے اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب سے کرم اللہ وجہہٗ اور انہوں نے خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد الامین سے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے بواسطۂ الروح الامین امر ذی النور المبین سے پہنا۔

اما الخرقۃ الشیخ موملیۃ فواحدۃ

وھی لبسھا الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھومن ابیہ السید علی محمد وھومن السید محمد وھومن ابیہ السید جلال ماہ عالم وھومن ابیہ السید حسن وھومن ابیہ السید عبد الغفور وھومن ابیہ السید احمد وھومن ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھومن ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھومن الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی وھومن الشیخ الجنید الکازرونی وھو من الشیخ نور الدین علی القوی وھو من

خرقۂ شیخ موملیہ ایک ہے۔

اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبد الغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی طرف سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ شیرازی سے اور انہوں نے شیخ جنید الکازرونی سے اور انہوں نے شیخ نور الدین علی القوی سے اور انہوں نے شیخ ناصر الدین

الشیخ ناصر الدین محمد وھو من ابیہ ابن الاثیرہ
وھو من الشیخ فخر الدین الفارسی وھو من ابیہ
ابراھیم الفارسی وھو من ابیہ الشیخ نصر
بن خلیفۃ البیضاوی وھو من عمہ ابی الفتح
عبد السلام البیضاوی وھو من ابیہ احمد
بن محمد بن سالبۃ المشھور شیخ الشیوخ
البیضاوی وھو من خلاصۃ الاولیاء الکرام
زبدۃ المشائخ العظام الشیخ الکامل والولی
الواصل الشیخ مومل بن محمد علی النبا وھو
من الشیخ ابی سعدان وھو من سید الطائفہ
ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ
السر السقطی وھو من معروف الکرخی وھو
من الامام علی موسیٰ الرضا وھو من ابیہ
الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام
جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد
الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین
وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر
الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو
من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی
بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وھو من خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ
وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطہ الروح الامین

محمد سے اور انہوں نے اپنے والد ابن الاثیر
سے اور انہوں نے شیخ فخر الدین الفارسی
سے اور انہوں نے اپنے والد ابراہیم الفارسی سے اور انہوں
نے اپنے والد شیخ نصر بن خلیفۃ البیضاوی سے اور
انہوں نے اپنے چچا ابی الفتح عبد السلام بیضاوی سے اور انہوں نے
اپنے والد احمد بن محمد بن سالبہ سے جو شیخ الشیوخ البیضاوی
کے نام سے مشہور تھے اور انہوں نے خلاصۃ الاولیاء
الکرام زبدۃ المشائخ العظام الشیخ الکامل والولی
الواصل الشیخ مومل بن محمد علی النبا سے اور انہوں
نے شیخ ابی سعدان سے اور انہوں نے سید الطائفہ
ابی القاسم جنید البغدادی سے اور انہوں نے اپنے ماموں
السر السقطی سے اور انہوں نے معروف کرخی سے اور
انہوں نے امام علی موسیٰ رضا سے اور انہوں نے اپنے
والد امام موسی الکاظم سے اور انہوں نے اپنے والد امام
جعفر صادق سے اور انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر
سے اور انہوں نے اپنے والد امام علی زین العابدین سے
اور انہوں نے اپنے والد اشرف الشہداء محبوب خیر الانبیاء
امام ابی عبد اللہ الحسین سے اور انہوں نے اپنے والد
اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب سے
کرم اللہ وجہہ اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے بواسطہ
الروح الامین ذی النور المبین سے پہنا۔



ترجمہ از :-
حافظ بشیر الحق قریشی
ادھونی
افضل العلماء (مدراس)
بی-او-یل (عثمانیہ)
استاذ
دار العلوم لطیفیہ
بمکان حضرت قطب ویلور

زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت مولانا مولوی الحاج حافظ السید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ قطب ویلور کا یہ مکتوب اُس دور کی یادگار ہے جس میں انگریزوں کی حکومت کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جارہا تھا اور ہندوستان گیر پیمانہ پر ان کے خلاف مہم چلائی جارہی تھی شمالی ہند میں مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے انگریز حکومت کے خلاف جہاد کا نعرہ بلند کیا تھا۔ حضرت قطب ویلور کی شخصیت کا اثر خطۂ جنوب میں چاروں طرف پھیلا ہوا تھا اور ہزاروں کی تعداد میں علماء اور مشائخ آپ کی ذاتِ گرامی سے منسلک اور وابستہ تھے انگریزوں کے خلاف جب جہاد کی ترغیب و تحریص کی فضا ہر طرف پھیلنے لگی تو جنوب میں خواص و عوام کی نظریں آپ کی طرف مرکوز ہوگئیں۔

چنانچہ یہ مکتوب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں فوج کے ایک ذمہ دار فرد محمد ابراھیم منشی پلٹن نے آپ سے استفسار کیا کہ ہندوستان کو دار الحرب قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ اس کے جواب میں آپ نے یہ خط فارسی زبان میں ارسال فرمایا جسے ترجمہ کے ساتھ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

اس مکتوب میں حضرت قطب ویلور نے دو مسئلوں پر روشنی ڈالی ہے۔ ایک مسئلہ یہ کہ ہندوستان دار الحرب ہے یا نہیں ؟ اس مسئلہ میں آپ نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے موقف و مسلک کی تائید فرمائی ہے اور دوسرا مسئلہ دار الحرب میں سود خواری جائز ہے یا نہیں ؟ اس سلسلہ میں آپ نے مکتوب الیہ کو سمجھایا ہے کہ کسی مجتہد اور امام کا قیاس خطا پر بھی مبنی ہو جب بھی اس پر عمل کرنا اگرچہ کہ دائرۂ شریعت سے خارج نہیں کرتا تاہم فتویٰ ایک چیز ہے اور تقویٰ اور چیز ہے۔ لہٰذا اس چیز سے اجتناب ہی بہتر ہے۔

سائل نے اپنے مکتوب میں اور بھی دیگر مسائل سے متعلق استفسار کیا ہے لیکن آپ نے ان کے جوابات کے لئے بالمشافہ بات چیت کرنے کے لئے لکھا ہے۔

(مترجم بشیر الحق قریشی ادھونی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ السلام والدعوات
نمودہ می آید مکتوب محبت اسلوب مرقوم بست و
سوم جمادی الآخر ۱۲۶۴ھ ہجری رسید و بر خیریت
شما و دیگر دوستان و مسئلہ مستفسرۂ ربا و سائر
مضامین مندرجہ آگاہانید، حق تعالیٰ مراتب علم و
عمل شمارا در ترقی وتزاید دارد، و از جمیع مشتبہات و
مکروہات و بلیات دارین در امان خود نجات دہد۔
فقیر از مدتی از مراجعت کتب فقہ محروم است، و دل
رجوع ندارد، چہ کند کہ ہمیں روش پرورش می کند۔

ے چنانچہ پرورشم می دہند می رویم

معہذا قلیل الفرصت است چوں سوال را از
جواب چارہ نبود ناچار فتویٰ شاہ عبد العزیز دہلوی
قدس سرہ العزیز در جواب سوال شما فرستاد۔ امام
اعظم رحمۃ اللہ علیہ سراج ہذہ الامۃ اند و مولانا شاہ
عبد العزیز دہلوی و مولانا عبد الحی لکھنوی قدس سرہما
ہر دو، فی زماننا جامع علوم ظاہر و باطن و رکن خانۂ
اسلام و چشم مردم ہند بودند۔ ارباب مناظرہ پس
از گذرانیدن سند رجوع مجیب از انصاف دور
گفتہ اند آنچہ در ہدایہ و دیگر کتب فقہ مذہب امام
مرقوم است، ظاہر بود آنچہ مولانای دہلوی وجہ مذہب
امام و معمولۂ انگریز را بر قول راجح دار الحرب نوشتہ
اند بملاحظہ شما گذشتہ باشد۔ من مقلد ہیچمدان
را چہ یارا کہ در مجتہدات اعظم مجتہدان لب کشاید
و من بی دست و زبان و بی سر و پا و بی چشم را چہ
طاقت کہ بر رکن خانۂ اسلام و چشم ہندوستان حرفی
زند آری ربای دار الحرب و حربیت معمولۂ انگریز
ہر دو مسئلہ مختلف فیہ است، غیر امام دیگری از ائمہ
بر جواز ربای دار الحرب نرفت و لقول غیر مجوزین
انقلاب و در مجوزین لقول طائفہ اولیٰ معمولہ انگریز
از دار الاسلام بدار الحرب منقلب نگشت اجتناب
در امور مختلفہ اگرچہ راجح و بر صواب است مقتضای
ورع و تقویٰ بود و عمل بر قیاس مجتہدی، اگرچہ
مرجوح و بر خطا است، از دائرۂ شریعت و بیرون
نباشد۔ شریعت عبارت از کتاب و سنت و اجماع و
قیاس مستنبط ازین ثلثہ است۔ پس مسئلہ مجتہدۂ امام
امام از ادلۂ اربعۂ شریعت دلیل رابع است

تقویٰ دیگر است فتویٰ دیگر ے

بہ بی حکم شرع آب خوردن خطاست
وگر خون بفتویٰ بریزی رواست

بالجملہ شریعت صراط مستقیم است۔ ہر کہ از صراط
مستقیم برابر دانۂ خردلہ جدا افتاد، تا می رود دور
تر می رود، و از اصول بمطلوب بعید تر

می افتد ثبتنا اللہ وایاکم علی الصراط
المستقیم بحرمۃ نبیہ وآلہ الکریم وایضاً
از جواز و عدم جواز سکونت دار الحرب استفسا
رفتہ بود، سعادت آثار آیۃ کریمہ ان الذین توفٰھم
الملئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا
کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ
واسعۃ فتھاجروا فیھا دیدہ باشند بیان از
تفاسیر معتبرہ مبسوطہ بجویند۔ بالجملہ سکونت دار الحرب
بدون حکم شریعت باتفاق ممنوع بود۔ اما رباخواری
دار الحرب مختلف فیہ است۔ پس سکونت دیگر است
و رباخواری دیگر۔ آری بارتکاب غیر مختلف فیہ بحیلۂ
شرع اگرچہ عند الناس بری بود و قاضی را ہمی
رسد کہ بحکم المرء یوخذ باقرارہ بر
دل کسے حکم نماید ولیکن عند اللہ ماخوذ خواہد
بود، چہ بر مطویات قلوب غیر علام الغیوب
و مالک القلوب دیگری را اطلاعی نیست
واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ دل سخنہا
دارد، ولیکن زبان قلم از ترجمان آں قاصر
بود، چار اظہار آں بر مشافہہ دارد

؎

عمر بگذشت و حدیث درد من آخر نشد
شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را

زیادہ توفیق حسنات در زیادت باد

ترجمۂ مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و صلوٰۃ اور سلام و دعاؤں کے بعد
واضح ہو کہ گرامی کا الفت نامہ ۲۳ جمادی الآخر ۱۲۶۴ھ
کو موصول ہوا۔ آپ کی اور دوسرے دوست احباب کی خیریت
اور سود و دیگر مسائل و مضامین سے متعلق آگاہی حاصل ہوئی۔
اللہ تعالیٰ تمہارے علم اور عمل کے درجات میں اضافہ
فرمائے اور تمہیں سارے مشتبہات و مکروہات اور دارین کی
بلاؤں سے اپنی امان میں رکھ کر نجات عطا کرے۔

فقیر ایک مدت سے کتب فقہ کے مطالعہ سے محروم
ہے اور دل بھی مائل نہیں ہے۔ کیا کہا جائے زندگی ایسے
ہی بسر ہو رہی ہے جیسی ہماری پرورش ہوئی ویسی ہی
ہماری روش ہے۔ علاوہ ازیں میں قلیل الفرصت ہوں۔
تمہارے سوالوں کا جواب دینا بھی ضروری تھا۔ لہٰذا مولانا
شاہ عبد العزیز دہلوی کا فتویٰ تمہارے سوال کے جواب
میں روانہ کر رہا ہوں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس امت کے لئے چراغ ہیں؛ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی اور مولانا عبدالعلی لکھنوی، یہ دونوں ہمارے زمانہ میں علوم ظاہر و باطن کے جامع اور خانۂ اسلام کے ستون اور ہندوستانی مسلمانوں کی آنکھ ہیں۔ (سائل نے کسی مناظرہ سے متعلق تحریر کیا تھا اُس کے بارے میں لکھتے ہیں) مجیب کو رجوع کی سند پیش کرنے کے بعد بھی ارباب مناظرہ انصاف سے دور بات کہے ہیں۔

ہدایہ اور فقہ مذہب ، (ابوحنیفہ) کی دوسری کتابوں میں جو کچھ لکھا ہُوا ہے، وہ تو ظاہر ہے اور جو کچھ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مذہب امام اور انگریزوں کے عمل (پالیسی) کی بنیاد پر، ہندوستان کو قول راجح کی بنا پر دارالحرب قرار دیا ہے۔ یہ تمام تفصیلات تمہاری نظر سے گذر چکی ہوں گی۔ مجھ جیسے ہیچمدان مقلد میں اتنی ہمت کہاں کہ ائمہ کے عظیم اجتہادات کے بارے میں لب کشائی کرسکوں اور مجھ بے دست و زبان اور بے سر وچشم کو اتنی کہاں طاقت، کہ خانۂ اسلام کے ستون اور ہندوستانی مسلمانوں کی آنکھ کے بارے میں کچھ کہہ سکوں۔

ہاں! دارالحرب میں سود کھانا اور انگریزوں کا حربی ہونا۔ یہ دونوں مختلف فیہ مسئلے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے علاوہ ائمۂ اربعہ میں سے کسی امام نے دارالحرب میں سود خواری کو جائز نہیں قرار دیا ہے۔ جو لوگ انقلاب حکومت کو جائز نہیں سمجھتے اور وہ لوگ جو انقلاب کو جائز قرار دیتے ہیں، ان میں بھی ایک طائفہ کا قول ہے کہ انگریزوں کے عمل (حکومت اور پالیسی) سے ہندوستان دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف منتقل نہیں ہُوا، امور مختلفہ میں اگرچہ کہ اجتناب کرنا قول راجح، اور درست ہو تو بھی ورع اور تقویٰ کا تقاضہ یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے اور کسی مجتہد کا قیاس خطا پر مبنی اور مرجوح ہو، تب بھی ایسے قیاس پر عمل کرنا، دائرۂ شریعت سے خارج نہیں کرتا۔

قرآن، حدیث، اجماع اور مذکورہ تین چیزوں پر مبنی قیاس کا نام شریعت ہے۔ لہٰذا امام کا اجتہادی مسئلہ بھی مذکورہ چار دلائل شرعیہ میں سے چوتھی دلیل ہے۔ فتویٰ اپنی جگہ ایک چیز ہے لیکن تقویٰ بھی ایک چیز ہے۔

بہ بی حکم شرع آب خوردن خطا است
وگر خوں بفتویٰ بریزی رواست

(پانی بہانا بادی النظر میں ایک معمولی کام دکھائی دیتا ہے لیکن وہ بھی اگر خلاف شرع بہایا جارہا ہے تو گناہ لازم آئے گا اور خون بہانا ایک عظیم فعل ہے لیکن وہ بھی اگر حکم شریعت کے مطابق بہایا جارہا ہے تو روا، اور درست ہے)۔

حاصل کلام شریعت صراط مستقیم ہے، جو شخص صراط مستقیم سے ایک رائی کے دانہ برابر بھی ہٹ جائے تو وہ

جیسے جیسے آگے بڑھتا جائے گا صراطِ مستقیم سے دُور ہوتا جائے گا اور یہاں تک کہ اپنی منزلِ مقصود کو پہنچنے سے محروم رہیگا۔ اللہ تعالیٰ بحرمت سید المرسلین و آلہٖ ہمیں اور تمہیں صراط مستقیم پہ ثابت قدم رکھے۔ آمین۔

آپ نے دار الحرب میں سکونت و رہائش کے جواز اور عدم جواز سے متعلق بھی استفسار فرمایا تھا۔ آپ نے قرآن کریم میں یہ آیت دیکھی ہو گی، اس کی تفسیر و تشریح معتبر و مستند اور مبسوط تفاسیر میں دیکھیئے ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا (جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے اُن کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے ؟ انہوں نے کہا، ہم زمین میں کمزور تھے، فرشتوں نے کہا کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے)

اور دار الحرب میں سود کا مسئلہ مختلف فیہ ہے سکونت اور چیز ہے، اور سود خواری دوسری چیز ہے۔ ہاں! اگر کوئی شخص کسی غیر مختلف فیہ (متفقہ) امر کا کسی شرعی حیلہ کے ذریعہ ارتکاب کرے تو لوگوں کے نزدیک مجرم نہیں ہوگا اور قاضی کو بھی المرء یوخذ باقرارہ (انسان کو اس کے اقرار پہ مؤاخذہ کیا جائے گا) کے تحت کسی کے دل پہ حکم لگانے کا اختیار نہیں ہے لیکن ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک پکڑا جائے گا کیونکہ دلوں کی پوشیدہ چیزوں کو علام الغیوب و رمالک القلوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال سے واقف ہے ــــ دل میں بہت سی باتیں ہیں لیکن زبان قلم اس کی ترجمانی سے قاصر ہے، لہٰذا مجبوراً ان باتوں کو بالمشافہ پیش کیا جائیگا۔

عمر بگذشت و حدیث درد من آخر نشد
شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را

(عمر گذر گئی بالآخر میری درد بھری بات پوری نہ ہو سکی
رات ختم ہو رہی ہے۔ لہٰذا میں داستان کو مختصر کرتا ہوں)

اللہ تعالیٰ تمہیں نیکیوں کی توفیق میں زیادتی عطا فرمائے۔

بسوزاندمرا آتش زعشق آں جمال تو

غوث الاعظم سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

ربیع الاول کی ایک دلنوازرات کا ذکر ہے کہ قطب ربانی
محبوب سبحانی غوث الاعظم سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر وجد وکیف کا عالم طاری تھا۔
اس مبارک وقت میں حضرتؒ نے چند وجد آفریں اشعار کہے جس کا عام فہم اردو ترجمہ قارئین اللطیف کے پیش نظر ہے

ندارم گرچہ آں دیدہ کہ بینم در جمالِ تو
اگرچہ میں وہ آنکھ نہیں رکھتا کہ تیرا جمالِ اقدس دیکھ سکوں

نیم نومید چوں عمرم گذشت اندر خیالِ تو
لیکن میں مایوس بھی نہیں ہوں اسلئے کہ میری زندگی تیرے ہی خیال میں گذری ہے

من دیوانہ در دوزخ بزنجیرِ تو خوش باشم
آپ کا یہ دیوانہ دوزخ میں بھی آپ کی زنجیر میں بندھ کر خوش رہے گا

اگر یکبار پرسی تو کہ مجنوں چیست حالِ تو
کاش اگر آپ ایکبار مجھ سے یہ پوچھ لیں کہ میرے مجنوں تیرا کیا حال ہے۔

تو شربتہائے جنت را بما تا کے دہی رضواں!
اگر مجھے جنت میں دیدار کا شرف حاصل نہ ہوا تو میں رضوان سے یہ کہوں گا اے رضوان جنت! ہمیں یہ جنت کے شربت کبتک [illegible]

نہ شد کم تشنگی ما را ازیں آبِ زلالِ تو
اس سے ہمارے ذوق کی تشنگی اور دل کی پیاس نہیں بجھ سکتی۔

چوں بوئے عشقِ تو آید زمغزِ استخوانِ من
اگر میرے مغز استخواں میں سے تیرے عشق کی بو آرہی ہے
(تو اس میں میرا کیا گناہ ہے)

بسوزاندمرا آتش زعشق آں جمالِ تو
آپ کے جمالِ اقدس کے عشق کی آگ مجھے مسلسل جلا رہی ہے۔

تو جنت را بہ نیکاں دہ من بد را بدوزخ بر
آپ جنت نیک آدمیوں کو دیدیجئے اور مجھ خطاکار کو دوزخ میں بھیجدیجئے۔

کہ بس باشد مرا آنجا تمنائے وصالِ تو
کہ میرے لئے وہاں آپ کے وصال میں تمنا میں تڑپنا ہی کافی ہے۔

پیشکش:- سید علی قادری عرف اشرف صاحب حیدرآبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خوارق حیدر



اس سال دو خوارق، ساتواں اور آٹھواں مفہوم خیز ترجمہ کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہے۔ مذکورہ ساتواں خارقہ میں حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری قدس سرہ العزیز کے عالم مثال کا ایک سفر جس میں آپ قاتل شاہ حسین علیہ السلام: شمر بن جوشن کو حالت عذاب میں مبتلا پایا۔ خارقہ دلچسپ قابل دید ہے۔

خارقہ ھفتم دراثنائے قطع منازل ومراحل آنحضرت را تا سہ چہار روز دہے وقصبہ کہ دراں سکنے خود نمودہ آسودہ شود واز طعام وشراب آنجا بکار برد اتفاق نیفتاد لبعد از چہار روز ناگاہ از دُور دُودے دید کہ از زمین بر فلک برمید در خاطر مبارکش خیاں خطور کرد کہ غالبًا آنجا دہے وقصبہ بودہ باشد کہ برآمدن دود نشان جائے آباد است پس ہماں بہتر کہ درانجا بروم ورختِ سفر فرود آوردہ پارہ از رنج راہ واز محنت ومشقت آسودہ شوم چشم براں دود نہادہ قطع راہ نمودن گرفت۔ القصّہ درانجا رسید ناگاہ درختے دید از زقوم کہ از قعر جہنم رستہ بر خار ر نوک دار چوں نوکدار دید کہ آں دُود از برگ وشاخش سر بر میزند وبہوا میرود۔ شخصے گریہ درصورت ازرق چشم روسیاہ باقدے دراز بالائے شاخ آں سرنگوں بالایکے آویختہ شدہ ودر ہر دو کفِ پالیش از نوک آں خار قہر خیاں بسوزیدہ شدہ گویا کہ میخ آہنی

ساتواں خارقہ: حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دوران سفر میں تین چار دن تک بھی کسی گاؤں یا قصبہ میں کچھ دیر ٹھہر کر آرام کرنے اور کھانے پینے سے فارغ ہونے کا موقع نہ مل سکا۔ کوئی چار دن کے بعد اچانک آپ نے دور فاصلہ پہ ایک دھویں کو دیکھا جو زمین سے آسمان کی طرف جا رہا ہے۔ آپ کے قلب مبارک میں یہ خیال آیا کہ غالبًا اس جگہ کوئی گاؤں یا قصبہ ہے۔ کیونکہ دھویں کا اُٹھنا آبادی کی دلیل اور نشانی ہے۔ یہی بہتر اور مناسب ہے کہ میں اس جگہ چلوں اور سامانِ سفر اتار کر کچھ دیر کے لئے سفر کی مشقت اور رستہ کی تکلیف سے آرام حاصل کروں۔

مذکورہ دھویں پہ نظر جمائے آگے بڑھنے لگے۔ چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ آپنے ایک کانٹوں بھرا درخت دیکھا جو جہنم کی گہرائیوں سے نکلا ہوا ہے جسکے پتوں اور شاخوں سے دھواں نکل رہا ہے اور ہوا کی روش پہ چلا جا رہا ہے۔ وہیں آپنے دیکھا ایک آدمی دور رہا ہے جسکی آنکھیں نیلگوں، چہرہ کالا اور قد دراز ہے جسکو سر کے بل لٹکا دیا گیا ہے۔ اس کے دونوں پیروں کے

درسم اسپ وچشمه دیداززلال بہشت
درویش که ہرلحظه آبش جوش خوردہ، تا
بدہنش رسیدے۔ چوں آں رجیم زبان
ازدہن بیروں کردہ خواستے که درآب ترکند
بارے جوش تسکیں شدہ چناں درمغاک زمیں
دررفتے گویا ہرگز نشانے ازآب نبودے۔ چوں
دیدے که جوش تسکیں شدہ درمغاک رفت
نعرۂ العطش العطش زدہ زباں درکام فرو
بردے، روزوشب درہمیں کشیدن وفرو بردن
زبان مشغول بودے۔ پس ازدل الطاف چناں
معلوم کرد که غالباایں تشنه ہست طالب آب و
مردیست رجیم مبتلای قہرخدائے کریم، دل آنسرور
برحال آں مضطرازحد نرم شد، خواست که
پیش شدہ دوسه جرعۂ آب درحلق او برد، و
لب خشک او را ترکند۔ ناگاہ ہاتفے آواز داد
که اے صاحب قلب رحیم نرم دل شدی برایں
لئیم ولیکن ہیچ میدانی که کیست ایں رجیم ایں
ملعون ہماں ہست که بالخلاصه گویاں جدت شاہ
حسین رابے سبب بشہادت رسانید وازدست
ناپاکش دشت کربلا ازخون مظلوماں بے گناہ
جوش خورد وہیچ حرمت خانداں واہل بیت
نگاہ نداشته زنہار زنہار زبانش ترنکنی بمجرد

تلوؤں میں کانٹوں کو گھوڑے کے پیروں میں لوہے
کی میخوں کی طرح ٹھونک دیا گیا ہے۔ نیز اس کے آگے ایک
میٹھے پانی کا چشمہ بھی موجود ہے جس کا پانی ہر لمحہ جوش مارتے
ہوئے اس کے منہ تک پہنچتا ہے۔ جیسے ہی وہ مردود زبان کو منہ سے
نکالتے ہوئے پانی سے تر کرنا چاہتا ہے پانی کا سارا جوش ختم ہو کر
زمین کی تہ میں اس طرح چلا جاتا ہے کہ گویا وہاں پانی کا نام
ونشان ہی نہیں تھا۔ جب وہ آدمی دیکھتا کہ پانی زمین کی گہرائی
میں پہنچ گیا ہے مایوسی کے عالم میں العطش العطش، پیاس
پیاس کی چیخیں مارنے لگتا ہے اور اپنی زبان کو منہ کے اندر کھینچ
لیتا۔ اسکی زبان رات دن اسی باہر آنے جانے میں مشغول رہتی ہے
آپکے مہربان دل نے یہ محسوس کیا کہ غالباً یہ پیاسا
ہے اور پانی کا طالب ہے۔ یہ ایک مردود شخص ہے جو خدائے کریم
کے قہر میں مبتلا ہے، آپ کا دل اس پریشان حال آدمی کو دیکھ
کر بے حد نرم ہو گیا۔ لہٰذا آپ نے آگے بڑھ کر دوتین گھونٹ پانی
اس کے حلق میں ڈالنا اور اس کے سوکھے ہونٹوں کو تر کرنا چاہا۔
اچانک ایک غیبی آواز آئی کہ اے صاحب رحم وکرم آپ اس ملعون
پر نرم دل ہو گئے؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کون مردود ہے
مختصراً یہ وہی ملعون ہے جو آپکے جد امجد حضرت حسین علیہ السلام
کو بغیر کسی سبب کے مرتبۂ شہادت پہ پہنچایا۔ جس کے ناپاک ہاتھوں
سے میدان کربلا میں بے گناہ مظلوموں کا خون بہا جس نے
خاندان اہل بیت کی عزت وحرمت کا کوئی پاس ولحاظ نہ
رکھا۔ آپ ہرگز ہرگز اس کی زبان تر نہ کریں۔ جیسے ہی یہ

چوں ایں ندائے غیبی گوش گذار آنسرور شد،
زہرۂ مبارکش ... خون جد بزرگوار خویش جوش
خورد، دما دم لعنتے چند برو فرستاد، بیشتر رواں
شد الا لعنۃ اللہ علی الظالمین۔

خارقہ ہشتم:۔

روزے آنحضرت را در اثناء راہ غدیرے
پیش آمد باطول وعرض جسیم وقعرے عظیم کہ غالباً
عمق آبش از حد وحصر بیروں بود کہ ہیچ یکے از
آفریدگاں حق سبحانہ تعالیٰ ازاں آب تجاوز کرد۔
بقوت غوطہ بتگش نرسیدہ باشد۔ الغرض غدیرے بود
چناں عمیق از تگش بجز حق سبحانہ تعالیٰ خبردار نبود۔
چوں آنسرور برلب آں رسیدہ در اندیشہ شد کہ حضرت
جل شانہ ایں غدیر را عمق بسیار دارد۔ چنانکہ ہیچ
آفریدہ از قعرش خبردار شاید کہ نبود۔ پس البتہ در تگش
رازے باشد از رازہائے ربانی کہ سرپوش چنیں
عمیق از چشم عوام الناس پوشیدہ کہ ہیچ کس را براں
یارائے بروں نیست۔ پس ہماں بہتر کہ غوطہ دریں
آب فرو برم وتفحص وتجسس بر سر ایں چاہ مطہر
شوم وچوں خود باوجود آنسرور دریائے ذخار
معرفت بود۔ پس چنیں دریائے ذخار را از چنیں
یک دست آب چہ ملاحظہ۔ پس بے محابا درو فرو برد
تا مدت یکروز در آب می رفت، بعدہ پایش بتگ

غیبی آواز آپ نے سنی، جدامجد کے خون ناحق پہ
غصہ سے ... اس پہ خوب لعنت ملامت کرتے
ہوئے آگے بڑھ گئے۔

خبردار، ظالموں پہ اللہ کی لعنت ہے۔

آٹھواں خارقہ:۔

ایک روز حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری
علیہ الرحمہ کو رستہ میں ایک تالاب دکھائی دیا جو بہت ہی لمبا
چوڑا اور گہرا تھا۔ جس کی گہرائی کی کوئی حد نہ تھی۔ خلق خدا
میں سے کسی نے بھی اب تک اس کو عبور نہیں کیا تھا اور نہ ہی
اپنے غوطے کی قوت سے اس کی گہرائی تک پہنچا تھا۔ غرض
وہ ایسا تالاب تھا کہ جس کی گہرائی کو اللہ تعالیٰ کے
سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ جب آپ اس کے کنارے
پہنچے خیال آیا کہ اللہ رب العزۃ نے اس تالاب کو اتنا
گہرا بنایا ہے کہ شاید ہی کوئی مخلوق اس کی تہ تک پہنچی
ہو۔ یقیناً اس کی تہ میں اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے
کوئی راز ہوگا جو اتنے گہرے پانی میں لوگوں کی نظروں
سے پوشیدہ ہے کسی کو بھی اس تک پہنچنے کی طاقت نہیں،
لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اس پانی میں غوطہ لگاؤں۔ تلاش
وجستجو کرتے ہوئے اس کے راز سے واقف ہو جاؤں۔
چونکہ آپ کی ذات والاصفات معرفت کا ٹھاٹھیں مارتا
ہوا سمندر تھی لہٰذا یہ ذرا سے پانی کو نظر میں کیا لاتے
بلا خوف وخطر اس میں کود پڑے۔ ایک دن تک اسیں

رسید، پس جاے دیدے گل ولالائے
مینے یافت پُر از سنگ ریزہ مدور و مربع
مستطیل مدور باعرض ہموار کہ ہیچ گونہ
نشیب فراز را دراں جائے نہ بود بلکہ صاف
تراز تختہ لبشم پس از آں میاں چند سنگ
در دست آوردہ سر بہ کرد۔ باز ہمچناں تا مدت
یکروز بر کنارہ رسیدہ دست کشادہ دید کہ آں
ہمہ لعل ویاقوت والماس وزمرد سبز کہ قیمت
ہر یکے مملکت عظیم الشان دنیا باشد۔ بمجرد
دیدن از دست مبارک باز در ہماں چاہ فگندہ
گفت استغفراللہ چہ خطا کردم و محنت
عبث از برائے ایں سنگ ریزہ کشیدم
پس لائق ہمت عالی حیدر نبود کہ از پئے
ایں حصار ناچیز در چاہ عمیق غوطہ زدہ
بدست آرد، پس از آنجا سیر بیشتر شد۔

جاتے رہے جب کہیں اس کی تہ تک پہنچے۔ وہاں آپ
نے ایک جگہ دیکھا جو ایک منقش اور مزین صحن تھا
جسکی سطح ہموار تھی۔ اس میں کچھ نشیب و فراز نہیں تھا،
بہت ہی پاک و صاف جیسیں گول، چوکونی اور لانبے
سنگریزے بکھرے پڑے تھے۔ آپ نے ان سنگریزوں
میں سے کچھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور وہی ایک دن کی مدت
طے کرکے کنارے پہنچے۔ ہاتھ کھول کر دیکھا تو وہ سب لعل
یاقوت، الماس اور سبز زمرد تھے۔ جن کی قدر و قیمت
بس دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں ہوسکتی ہیں۔ ان کو دیکھتے
ہی آپ نے اپنے ہاتھوں سے اسی تالاب میں پھینک دیا
اور کہنے لگے، استغفراللہ میں نے کیسی غلطی کی کہ ان
سنگریزوں کے خاطر بیکار کے محنت کی۔ اس عالی ہمت
حیدر کے شایان شان نہیں کہ وہ ان بے حقیقت چیزوں
کے لئے تالاب میں غوطہ لگائے اور ان کو حاصل کرے۔
القصہ آپ اس مقام سے آگے بڑھ گئے۔

حضرت عبدالخالق غجدوانی مریدین کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص حاضر ہوا اور آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا اتقوا بفراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ (مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) کا کیا مطلب ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ اس کا مطلب ہے کہ تو اپنا زنار توڑ ڈال اور اسلام قبول کر۔ وہ شخص حیرت میں پڑ گیا اور جسم پر سے زنار اتار پھینکا اور اسلام قبول کیا۔

نعتِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

در مدحِ سرورِ انام علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام

یا رسول اللہ حبیبِ خالقِ یکتا توئی
یا رسول اللہ! واحد و یکتا خالق کے حبیب آپ ہی ہیں

برگزیدہ ذوالجلال پاک و بے ہمتا توئی
پاک اور بے مقابل خدائے جل جلال کے انتخاب کردہ آپ ہی ہیں

در شبِ معراج بودے جبرئیلؑ اندر رکاب
شبِ معراج میں جبکہ جبرئیلؑ براق کی رکاب تھامے ہوئے تھے

پا نہادہ بر سرِ گنبدِ اعلیٰ توئی
آسمان کی بلندیوں پر قدم دھرنے والے آپ ہی ہیں

نازنینِ حضرتِ حق صدر و بدرِ کائنات
آپ صرف حضرتِ حق کے نازنین اور صدر بلکہ کائنات کی چودھویں کا چاند ہیں

نورِ چشمِ انبیاء و چشم چراغِ ما توئی
انبیاء کی آنکھوں کا نور اور ہمارے چراغ کی روشنی آپ ہی ہیں

یا رسول اللہ تو دانی اُمّتِ تو عاجز است
یا رسول اللہ! آپ واقف ہیں کہ آپ کی امت عاجز ہے

عاجزان و بے کساں را رہبرِ اعلیٰ توئی
عاجزوں اور بے یار و مددگاروں کے بڑے رہنما آپ ہی تو ہیں

شمس تبریزی چہ داند نعتِ تو پیغمبرا!
آپ کی نعت شریف میں کچھ کہنا بھلا شمس تبریزی کیا جانے

مصطفےٰ و مجتبیٰ و سیدِ اعلیٰ توئی
چنندہ و اعلیٰ مرتبہ و بلند سردار آپ ہی تو ہیں

یہ نعت شریف بڑی شیریں پسندیدہ و مقبول ترین ہے گویا اس کا ہر جملہ مصری کا ایک ایک ڈلا ہے۔ نعت گو نے انتہائی عجز و انکسار برتا ہے۔ سرکار کی توصیف میں انتہائی کوشش کر کے نعت کو انتہا پر پہنچانے کے باوجود کما حقہٗ تعریف نہ کر سکنے پر برملا اعتراف کیا ہے جس کی وجہ سے اسمیں خوبیوں کا اور اضافہ ہو گیا ہے۔ شعر و نعت کی دنیا کا یہ ایک شاہکار حصہ ہے۔ بڑی مسرت کے ساتھ اس کو پیش کرتا ہوں اور معترف ہوں کہ اس کے پیش کرنے کا ادنیٰ قابل بھی نہیں ہوں۔

پیشکش :- سیّد عبد الرسول عرف وجیہ التّقی سقّاف کلّہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دُرِّ نایاب

پیشکش :۔ از افضل العلماء مولوی محمد انوار اللہ
سر فاضی مدرس
دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

سوال: علم یقین کس کو کہتے ہیں ؟

جواب: علم یقین اس علم کو کہتے ہیں جو مرشدِ کامل سے حاصل ہوتا ہے اور مرشد کامل سارے شکوک و شبہات کو رفع کر کے یقین کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے : قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم العلم الیقین وھو علم یعرف بما احوال البدن کلھا بالیقین بحضور المرشد الکامل لمرأۃ المبتدی

سوال: عین الیقین کیا ہے ؟

جواب: عین الیقین علم شہود کو کہتے ہیں ۔

سوال: شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت کا وجود انسانی سے کیا تعلق ہے ؟

جواب: وجود انسانی میں سر بمنزل شریعت، سینہ بمنزل طریقت، جسم بمنزل معرفت اور زبان بمنزل حقیقت ہے ۔

سوال: شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت وجود انسانی میں کیا مقام رکھتے ہیں ؟

جواب شریعت جسم ہے اور طریقت دم (سانس) ہے معرفت عقل انسانی ہے اور روح اسکی حقیقت ہے ۔

سوال: اچھا یہ بتلایئے یہ چاروں قدرت خداوندی میں کس طرح ظاہر ہوتے ہیں ؟

جواب: قدرتِ خداوندی میں زمین بمنزل شریعت ہوا بمنزل طریقت، آسمان بمنزل معرفت، اور حقیقت بمنزل سبحانہ وتعالیٰ ہے ۔

سوال: خداوند تعالیٰ نے جن چار چیزوں کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا ہے وہ کونسی ہیں ؟

جواب: شریعت پیغمبر کیلئے، طریقت اولیاء اللہ کے لئے معرفت تمام جہاں یعنی عالم کے لئے اور حقیقت آدم علیہ السلام کے لئے پیدا کیا ہے ۔

سوال فرشتوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام، اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کو کس کس رنگ کا لباس عطا ہوا ؟

جواب: سفید لباس حضرت جبرئیل علیہ السلام کو سرخ لباس حضرت میکائیل علیہ السلام کو، سبز لباس حضرت اسرافیل علیہ السلام کو، سیاہ لباس حضرت عزرائیل

علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ کی جانب سے عنایت ہوا۔

سوال: ان لباسوں کے وجود کیا ہیں؟

جواب: سفید لباس وجود ہے، سُرخ لباس موجود ہے، سبز لباس حیات ہے، سیاہ لباس موت ہے۔

سوال: نور کس کو کہتے ہیں؟

جواب: وجود اور موجود کی معرفت کے بعد دم یعنی سانس کی معرفت کو نور کہتے ہیں۔

سوال: سانس کی آمد و رفت میں ذکر کی کونسی کیفیت پائی جاتی ہے؟

جواب: جو سانس اندر داخل ہوتی ہے، وہ لا الہ الا اللہ کہتی ہے اور جو سانس اندر سے باہر نکلتی ہے وہ محمد رسول اللہ کہتی ہے، اور آدم میں جو "دم" ہے وہ آدم صفی اللہ ہے اور اس طرح دم (سانس) روح پر سوار ہے۔ سالک اس دم کو اچھی طرح جانتے ہیں اور اس کے فعل سے بخوبی واقف ہیں۔ جو اس دم کی کیفیت نہیں جانتا اس کی مثال چوپائے جیسی ہے۔ اور جس نے اپنے آپ کو فراموش کر گیا گویا اس نے خدائے تعالیٰ کو فراموش کر دیا۔ خداوند تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال: جسم انسانی میں مصحف مومن و کافر اور مُسافر کہاں ہے؟

جواب: سر مصحف ہے۔ زبان مسلمان، اور دل مومن ہے نفس کافر اور روح مُسافر ہے۔

سوال: ایک کلمہ کافی تھا۔ پانچ کلموں کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

جواب: کلمہ طیبہ دل کی صفائی کے لئے کلمۂ شہادت زبان کی صفائی کے لئے کلمہ تمجید، سینہ کی صفائی کے لئے کلمۂ توحید، روح کی صفائی کے لئے اور کلمۂ رد کفر ایمان کی صفائی کے لئے ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

(ماخوذ از رسالہ سیزدہ)

شفاعتِ رسولؐ پر ایک اہم فتویٰ

ذیل کا اہم فتویٰ مروا گل کے قاضی سید مخدوم صاحب کے استفسار پر بہ قدوۃ السالکین عمدۃ العارفین مولانا الحاج الحافظ سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ حضرت قطبؒ ویلور نے شفاعت بالاذن کا ثبوت قرآن و حدیث اور کتب صالحین سے پیش کیا ہے۔ فتویٰ اردوئے قدیم (دکھنی) میں لکھا گیا ہے۔ درمیان میں جہاں عربی اور فارسی اقتباسات موجود ہیں، ان کا اردو ترجمہ کیا جا رہا ہے تاکہ عوام بھی اس سے مستفید ہوسکے۔ یہ فتویٰ ۱۲۷۳ھ ہجری مطبع مولوی فیض اللہ کلکتہ سے چھپا تھا، اب یہ بالکل نایاب ہے جس کا ایک نسخہ کتب خانۂ دارالعلوم لطیفیہ میں محفوظ ہے۔

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: علمائے مدراس نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کے مختار رکھے ہیں، اور علمائے باہی شفاعت بالاذن کہتے ہیں اور حضرت کو غیر مختار کہتے ہیں، یہ دونو قول میں کون سا قول صحیح ہے۔ فرمانا۔

الجواب:

علمائے عرب اور عجم میں علمائے مدراس و بنگالہ اور بمبائی سب بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ شفاعت بالاذن ہے۔ اس بات میں علماء کو کچھ خلاف نہیں۔

چنانچہ اسناد اس بات کی تفاسیر اور کتب احادیث اور عقائد وغیرہ سے آگے آوینگے اور سرور انبیاءؑ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سو ایک نام ہیں۔

کتاب دلائل الخیرات میں ایک نام مختار ذکر کرکے آیا ہے اس کا معنا برگزیدہ کا ہے چنانچہ مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات میں ہے:۔

"مختار برگزیدۂ خدائے تعالیٰ برائے اعلیٰ مرتبۂ رسالت فرمودہ۔" انتہیٰ

(مختار وہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے رسالت کے مرتبۂ اعلیٰ

کے لئے برگزیدہ کیا ہے ۔

تفسیر حسینی میں ہے من ذالذی کیست آنکس یشفع کہ او شفاعت کند از انبیاء و ملائکہ و غیر ایشاں عندہٗ نزدیک او در روز قیامت کسی را کہ الّا باذنہٖ مگر بدستورے او کہ اجازت شفاعت دہد۔ انتہیٰ کون ہے وہ جو کسی کی شفاعت کرے انبیاء و ملائک اور ان کے سوا اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مگر وہی جن کو شفاعت کی اجازت دی جائے ۔

اور تفسیر رحمانی میں ہے من ذا من الملائکۃ والانبیاء فضلا من الاصنام الذی یشفع عندہٗ [illegible] ان یقاومہ او یناصبہ الا باذنہ تحقیقا للمعبودیۃ ۔ انتہیٰ ۔

حاصل مضمون اس آیت کا یہ ہے کہ کون ہے وہ ، فرشتوں سے اور پیغمبروں سے جو شفاعت کرے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ، مگر اسی کے حکم سے واسطے ثابت کرنے بندہ پن کے ۔ سو کیا طاقت کسی کی جو اللہ سے مقابلہ کرے یا دشمنی کرے پھر بتاں کس گنتی میں ہیں ۔

اور عیون التفاسیر میں ہے من ذالذی یشفع عندہٗ بیان انکار بالاستفہام لعظمتہ و کبریائہ فی الدنیا والاخرۃ وان احدا لا یقدر ان یتکلم بالشفاعۃ وغیرھا عندہ یوم القیامۃ الّا باذنہ ای الا باذن فی الکلام والشفاعۃ لمن یشاء فی من یشاء۔ انتہیٰ ۔

ترجمہ : اس کی بڑائی اور بزرگی دنیا و آخرت میں رہنے کے سبب سے استفہام انکار کے طور پر بیان کر کے کہتا ہے کہ کوئی قدرت نہیں رکھتا شفاعت وغیرہ کی بات کہنے کی اس کے پاس قیامت کے دن مگر اسی طور پر کہ حکم دلیوے بات کرنے کا اور شفاعت کا جس کو کہ چاہے جس کے باب میں کہ چاہیئے ۔

اور تفسیر بیضاوی میں ہے قل للہ الشفاعۃ جمیعا لعلہ ردّ لما عسیٰ یجیبون بہ وھو ان الشفعاء اشخاص مقربون ھی تماثیلھم و المعنی انہ مالک الشفاعۃ کلھا لا یستطیع احد شفاعۃ الا باذنہ ولا یستقل بھا ثم قرر ذالک فقال لہ ملک السموات والارض فانہ مالک الملک کلہ لا یملک احد ان یتکلم فی امرہ دون اذنہ ورضائہ ثم الیہ ترجعون یوم القیامۃ فیکون لہ الملک ایضا حینئذ ۔ انتہیٰ ۔

ترجمہ شاید یہ رد ہے اس بات کا کہ جواب میں کہیں گے بت پرست لوگ سو یہ کہ اپنے شفیع مقرب شخص ہیں ، یہ ان کی مورتیں ہیں یعنی بتاں اور معنی یہ ہیں کہ وہ مالک ہے بالکل شفاعت کا کوئی شفاعت کر نہیں سکتا مگر اس کے حکم سے اور آپ ہی آپ شفاعت کر نہیں سکتا

پھر مضبوط کیا اس بات کو سو فرمایا مقرر وہی مالک ملک کا ہے بالکل قدرت نہیں رکھتا کوئی بات کرنے کی اس کے کام میں اس کے حکم اور خوشی کے سوائے۔ پھر اس کی طرف پھر جاؤگے قیامت کے دن۔ سو ہو جاویگی بادشاہی اسی کی اس وقت میں۔

اور تفسیر جلالین میں ہے قل للہ الشفاعۃ جمیعا ای ھو مختص بہا فلا یشفع احد الا باذنہ انتہیٰ۔ ترجمہ کہدے کہ اللہ ہی کی ہے شفاعت بالکل یعنی وہی ہے خصوصیت رکھنے والا اس کے ساتھ سو شفاعت نہ کرے گا کوئی مگر حکم سے اس کے۔

اور امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیاتونی فاستاذن علی ربی فیوذن لی قال القاضی عیاض معناہ فیوذن لی فی شفاعۃ الموعود بہا وایضا قال عیاض جاء فی حدیث انس وحدیث ابی ھریرۃ ابتداء النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سجودہ وحمدہ والاذن لہ فی الشفاعۃ امتی امتی۔ انتہیٰ۔

ترجمہ یعنی قول نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے، پس آوینگے آدمیاں نزدیک میرے تو اذن چاہوں گا میں اپنے پروردگار سے پھر اذن دیا جائے گا مجھکو۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس کا معنی یہ لکھتے ہیں کہ پس اذن دیا جائے گا مجھے شفاعت کا جو وعدہ کیا گیا تھا اس کا اور پھر کہے قاضی عیاض کہ آیا ہے حدیث میں انس اور ابوہریرہ کے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد سجدہ ہونے اور حمد کرتے اور اذن شفاعت پانے کے پہلا لفظ امتی امتی فرماوینگے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمن سندھی ٹھٹوی حنفی کتاب میں فرائض الاسلام کے لکھے ہیں: ان شفاعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسائر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وشفاعۃ الاولیاء والعلماء والصلحاء بعد ان یاذن اللہ تعالیٰ لہم حق۔ انتہیٰ۔ یعنی تحقیق کہ شفاعت کرنا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اور شفاعت کرنا دوسرے پیغمبروں کا اور اولیاؤں کا اور علماؤں کا، اور پرہیزگاروں کا بعد اذن دینے اللہ کے ان کو حق ہے۔

اور شیخ عبدالحق دہلوی شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں فاستاذن علی ربی فی دارہ۔ پس طلب اذن میکنم نزد پروردگار خود در سراے عزت وے کہ مقامے خاص وجائے مخصوص ہست کہ ہیچ کس را دراں مدخلے وگنجائشی نبود فیوذن لی علیہ پس اذن کردہ می شود مرا بدر آمدن

بروئے تعالیٰ انتہی۔

(ترجمہ) پھر میں درگاہ عزت اور مقام خاص اور جائے مخصوص میں جہاں کسی کو کوئی دخل وگنجائش نہیں میں اپنے پروردگار سے شفاعت کی اجازت طلب کرونگا پھر مجھے اجازت دی جائیگی کہ اللہ کے حضور میں حاضر ہو جاؤں)۔

مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات میں ہے اصوب جمیع کلاما درست ونیکوترین ایشاں ازروئے سخن کردن کہ ہرگز دراں خطا روا نبود یعنی وقتے کہ اذن دہی اوراشفاعت سخن نکند پیش تو، مگر موافق رضائے تو۔ انتہی۔

(سب سے زیادہ درست کلام یہ ہے کہ جس وقت آپ کو شفاعت کا حکم دیا جائے گا تو آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی بات نہیں کریں گے، مگر وہی جو رضائے الٰہی کے موافق ہو۔)

اور تکمیل الایمان میں ہے والشفاعۃ حق درخواستن رسل وانبیاء واولیاء واخیار وعلماء وملائکہ کہ ایشاں را در درگاہ عزت وآبرو وراہ سخن باشد، گناہ گاراں را از پروردگار خود حق است واول کسیکہ فتح باب شفاعت کند محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بود وفردا ظاہر شود کہ اورا در درگاہ خداوندی چہ قدر جاہ وعزت بودہ است روز روز اوست وجاہ جاہ اوست اللھم بحق جاہ محمد اغفرلنا۔

(شفاعت حق ہے، رسولوں، نبیوں، اولیاء واخیار وعلماء وملائکہ جن کو درگاہ رب العزۃ میں آبرو اور باریابی ہے ان کا اپنے پروردگار سے گناہ گاروں کے واسطے درخواست کرنا ثابت ہے۔ اور سب سے پہلے جو شفاعت کا دروازہ کھولیں گے وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور روز قیامت یہ حقیقت ظاہر ہو جائے گی کہ درگاہ خداوندی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا قدر ومنزلت اور عزت ہے، وہ روز آپ ہی کی شان ظہور کا دن ہے اور وہ دن آپ ہی کے مرتبہ ومقام کے ظہور کا دن ہے)

؎ پیغمبر ما بعز واقبال
(ہمارے نبی صاحب عزت واقبال ہیں)
کاید بشفاعت اندراں حال
(کہ ایسے حال میں شفاعت کیلئے آئیں گے)
آں دم کہ پے شفاعت آید
(اسوقت جبکہ آپ شفاعت کیلئے آئیں گے)
باذن خدائے لب کشاید
(اللہ کے حکم سے زبان کھولیں گے)

اور ملا جامی قدس سرہ یوسف زلیخا میں فرماتے ہیں۔ بیت ؎

کند با ایں ہمہ گمراہی ما
ترا اذن شفاعت خواہی ما

(ہماری ان تمام گمراہیوں کے باوجود آپ کو ہمارے لئے شفاعت چاہنے کا اذن ہوگا۔)

اور مخدوم محمد ہاشم سندی "حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب" میں لکھے ہیں: ونیز بگوید ایں الفاظ را کہ روایت کردہ ست آنہا را بزاز وبیہقی از حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ گفت جمع کند حق سبحانہ تعالیٰ در روز قیامت مردم را در صعید واحد پس تکلم نہ کند ہیچ یکے از ایشاں پس اول کسیکہ خواندہ شود او را حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد، پس بگوید او صلی اللہ علیہ وسلم کہ لبیك وسعدیك والخیر فی یدیك والمهدی من هدیت وعبدك بین یدیك و بك والیك لا منجاء منك الا الیك تبارکت وتعالیت سبحانك رب البیت۔ پس دریں وقت اذن دادہ شود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را الشفاعة وہمیں وقت ست مراد بقول حق تعالیٰ کہ فرمود عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودًا۔ کذا فی بدر السافرة للسیوطی، انتہیٰ۔

(بزاز اور بیہقی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ بندوں کو قیامت کے دن ایک کشادہ جگہ میں جمع کریگا۔ پس ان میں سے کوئی کچھ نہیں بولیگا۔ پس پہلے جسے بلایا جائیگا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔) لبیك وسعدیك والخیر فی یدیك والمهدی من هدیتا وعبدك بین یدیك وبك والیك لا منجاء منك الا الیك تبارکت وتعالیت سبحانك رب البیت

(پھر اس کے بعد اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کرنے کی اجازت دی جائیگی اور اللہ تعالیٰ کے اس قول (عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودا) سے مراد وہی وقت ہے جیسا کہ بدر السافرہ میں مرقوم ہے)

اور شیخ عبد الحق دہلوی "مدارج النبوۃ" پہلی جلد کے تیسرے باب میں لکھے ہیں۔ ومعلوم ست کہ شفاعت بے اذن حق وبے رضائے او نمی باشد ولیکن او تعالیٰ اذن میکند ورضامی دہد بشفاعت ہمہ بمقتضائے وعدۂ خود کہ کردہ ست بار رضائے وے وان اللہ لا یخلف المیعاد۔ انتہیٰ۔

(اور یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور خوشنودی کے بغیر شفاعت نہیں ہوگی لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ اپنی تمام کئے ہوئے وعدوں کے اقتضاء کے مطابق شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرماتا ہے)۔

اور مولوی اسلمی صاحب "سفینۃ النجات" میں لکھے ہیں آں حضرت اول شافع اند وہیچ کس را از انبیا جرأت در عذر خواہی کسے نخواہد بود وسلامت برائے نفس خود ہر یکے از ایشاں درخواہد و رحمت للعالمین امت خود را از خدائے تعالیٰ درخواست کند واز ہمہ بیشتر در عذر خواہی گنہ گاران دستورے

و ماذون ومجاز گردد، چنانچہ دریں باب اخبار صحیحہ بسیار وارد اند و انکار آں بدعت وفسق باشد اگر بلا قصد اہانت بود وگرنہ کفر است۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سب کے شفاعت کریں گے اور کوئی پیغمبر کو اس وقت میں کسی کے واسطے عذر خواہی کرنے کی جرأت نہ رہیگی بلکہ انبیاء اپنا ہی بچاؤ حق سے چاہنے لگیں گے، پھر ایسے وقت رحمۃ للعالمین اپنی امت کا بچاؤ حق تعالیٰ سے چاہیں گے اور سب سے آگے گنہگاروں کے واسطے شفاعت کا اذن درخواست کریں گے پھر درگاہِ خداوندی سے اذن اور اجازت دئے جائے گی جیسا کہ اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہوئی ہیں، انکار کرنا اسکا بدعت اور فسق ہے۔ اگر بغیر اہانت کے ہوئے۔ اگر اہانت کے طور پر ہے تو کفر ہے۔

اور گلزار ہدایت میں عمدۃ العلماء بدر الدولہ قاضی الملک بہادر لکھے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اللہ صاحب سے حکم لینا اور شفاعت کروانا اتنے احادیث سے ثابت ہے کہ جس کے انکار کا مجال نہیں انتہیٰ

اور اس کتاب کی صحت پر مولوی ارتضا علیخان بہادر اور مولوی اسلمی صاحب اور دوسرے علماء مدراس سب کے مہر اور دستخط ہیں اور سید شاہ کمال الدین صاحب قدس سرہٗ قصیدۂ خصائص نبوی میں لکھے ہیں۔ بیت ؎

کریں گے اذن کی مفتاح سے ایسا حمد
ادا شفاعت مطلق کا فتح مغلق در

اس اسناد سے معلوم ہوا کہ معنے مختار کا برگزیدہ ہے اور باتفاق علماء شفاعت بالاذن ہے اور فتح باب شفاعت اور شفاعت کبریٰ کے مالک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر شفاعت کو بے اذن الٰہی کہنا قرآن اور حدیث اور اجماع امت کے خلاف کرنا اور خدائے وحدہٗ لاشریک کے کارخانے میں غیر خدا کو شریک کرنا ہے، چونکہ کوئی حس اور عضو بے اذن جان کے حرکت نہیں کرتا ہے پھر کوئی جان بدون حکم جان جان اور خالق جان کے حرکت کیسے کریگا۔

لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ، واللہ اعلم بالصواب اللھم بحق جاہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اغفر لنا واجعلناہ لنا شفیعا یوم القیمۃ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرۂ صالحین کے فوائد

از فضل العلماء مولوی سید مصطفیٰ قادری عرف خسرو پاشا ناہلسوی
استاذ دارالعلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

زیر نظر مضمون قدوۃ السالکین مولانا الحاج الحافظ سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطب ویلور کی تصنیف انیف "فصل الخطاب بین الخطاء والثواب" کے ایک باب کا ترجمہ ھے جس میں حضرت قدس سرہٗ نے صالحین کے فضائل و شمائل اور ان کے ذکر میں کیا برکات اور فوائد ھیں وضاحت کے ساتھ پیش فرمایا ھے۔ خسرو غفرلہٗ

بزرگوں کے فضائل و شمائل بیان کرنے میں بے شمار فائدے ہیں کہ (۱) اس سے دل کو تازگی، اور تقویت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت به فوادك یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ہم آپ سے اگلوں کے قصے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ آپ کا دل قوی، اور مطمئن ہو جائے۔

صلحاء و اذکیاء کے ذکر و بیان سے متعلق سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ صالحین کی حکایات اور واقعات سے کیا فائدہ ہے، تو حضرت نے کہا اللہ والوں کے واقعات اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں۔ کیونکہ اگر کسی شخص کا دل کمزور ہو جائے تو یہ لشکر ان ہی قوی کر دیتا ہے یعنی دل اس سے مدد پاتا ہے، اس کے بعد مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

(۲) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ان حضرات کی یاد نزول رحمت کا سبب ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ یعنی صالحین کی یاد کئے جانے کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ یہ امر لازم ہے کہ اس رحمت سے ہر وہ شخص مستفید ہو جو اس پر بیٹھتا ہے اس کا رحمت سے خالی لوٹنا ناممکن ہے۔

(۳) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ حضرت ابو علی دقاق سے پوچھا گیا کہ اولیائے کرام کے واقعات سننے سے کیا فائدہ ہے جبکہ ان واقعات سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور ان پر عمل نہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا اس میں بھی دو فائدے ہیں۔ اگر سننے والا طالب صادق ہو تو اس کے ارادے میں تقویت اور طلب میں زیادتی ہوگی۔ دوسرا یہ کہ اگر کوئی اپنے آپ کو بلند و برتر سمجھتا ہے تو اللہ والوں کے واقعات سے اس کا غرور دور ہو جائے گا۔ اور اپنی برائی

اچھا سمجھتا تھا اب اس کو وہ برا سمجھے گا، غرض اپنی اچھائی کے دعویٰ کو ذہن وخیال سے خارج کر دیگا۔ اگر بد دماغ نہ ہو تو خود مشاہدہ کریگا اور اپنا موازنہ کرنے کا موقعہ اس کے ہاتھ آجائیگا۔ ابن محفوظ فرماتے ہیں مخلوق کو اپنے آپ پر قیاس مت کرو، بلکہ اللہ والوں سے اپنا موازنہ کرو تاکہ آپ پر اپنا افلاس اور ان کا فضل ظاہر اور روشن ہو جائے۔

(۴) چوتھا فائدہ یہ ہے کہ امام یوسف ہمدانی سے دریافت کیا گیا کہ اگر یہ دور گزر جائے اور یہ اللہ والے نقاب حجاب اوڑھ لیں تو ہمیں سلامت رہنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے تو انہوں نے فرمایا، ان حضرات کے واقعات اور تذکروں سے ہر روز ایک جز کا مطالعہ کرو تاکہ اس سے تمہارے اذہان کو غورا اور قلوب کو تازگی حاصل ہو۔

(۵) پانچواں فائدہ یہ ہے کہ تفسیر و قرآن وحدیث نبوی اور اللہ والوں کے واقعات میں بہت اچھی باتیں ہیں، کیوں کہ یہ دل کو دنیا سے بیزار کرتی ہیں۔ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ خدا سے محبت پیدا کرتی ہیں اور انسان کو زادِ آخرت کی تیاری پر آمادہ کرتی ہیں۔

(۶) چھٹا فائدہ جو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی تعریف سے حاصل ہوتا ہے یہ ہے کہ اللہ والوں کی دوستی سے اللہ خوش ہوتا ہے اور تعریف کرنے والے کے لئے تنگنائے خاک میں کشادگی کا سبب ہوتی ہے۔ چنانچہ جب یحییٰ بن معاذ، جو امام ہمدانی اور شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کے استاد تھے انتقال فرما گئے تو ان کو خواب میں دیکھا گیا اور سوال کیا گیا کہ خداوند قدوس نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا تو انہوں نے کہا کہ مجھے ان الفاظ سے خطاب کیا گیا کہ اے یحییٰ ہم تجھ سے بہت سے معاملات میں مواخذہ کرتے مگر ایک دن تم نے اپنے وعظ میں ہماری بزرگی بیان کی تو وہاں ہمیں چاہنے والے ایک آدمی کا گذر ہوا اور تمہارے کلمات اسے اچھے معلوم ہوئے تو وہ خوش ہو گیا۔ محض اس کی خوشی کے باعث ہم تم کو بخش دیتے ہیں۔

(۷) ساتواں فائدہ یہ ہے کہ جب آپ کے خلاف کوئی بات کہہ دی جائے تو آپ کے دل میں کہنے والے کے خلاف جذبات پیدا ہو جاتے ہیں اور سالہا سال اس کے متعلق کینہ باقی رہ جاتا ہے اگر ہو سکے تو اس کے قتل کے درپے ہو جاؤ گے۔ جب ایک ناحق بات کا یہ اثر ہوا تو ان حق باتوں یعنی بزرگوں کے فضائل کے ذکر کا کیا اثر نہ ہوگا اگرچہ کہ تمہیں اس کی خبر نہ ہو۔ امام عبدالرحمٰن اسکاف سے پوچھا گیا کہ کوئی آدمی قرآن مجید معنی سمجھے بغیر پڑھے تو کیا اس کا اثر ہوگا؟ فرمایا اگر کوئی دوا کھا رہا ہے مگر معلوم نہیں کہ وہ کیا کھا رہا ہے تو بھی اس دوا کا اثر ضرور ہوتا ہے، پس قرآن شریف کا اثر کیوں نہیں ہوگا بلکہ اس کا اثر تو حد سے زیادہ ہونا چاہیئے۔ اگر معنی سمجھ کر پڑھے تو اثر میں، اور زیادتی ہوگی۔

(۸) آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ اس دور میں برے اچھوں کو بھلا چکے ہیں۔ اگر اچھوں کو یاد کیا جائے اور ان کے واقعات کا عام علم ہو جائے تو ممکن ہے کہ دلوں میں پھر ان کی یاد میں

تازہ ہوں اور لوگ ایسے گوشہ نشینوں کی طلب و جستجو کے جانب مائل ہوسکیں اور ان کی سعادتوں سے برکت حاصل کرسکیں اور خود بھی سعادتِ دارین سے متمتع ہوں۔

(۹) نواں فائدہ یہ ہے کہ اس زمانے میں جھوٹے دعویدار پیدا بہت ہو چکے ہیں۔ اچھوں کے بھیس میں اپنا الّو سیدھا کرنے کی فکر میں ہیں اور جو حقیقت میں کچھ ہیں تو وہ کبریت احمر کی طرح نایاب ہو چکے ہیں تو ایسے زمانے میں اللہ والوں کے تذکروں کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی نے حضرت شبلی سے فرمایا کہ اس دور میں کوئی ایک آدمی بھی کسی بات میں تمہارا ہم خیال ہو تو اس کا دامن تھام لو۔

(۱۰) دسواں فائدہ یہ ہے کہ دعویٰ کرنے والا اگرچہ محقق نہیں تاہم من تشبہ بقوم فھو منھم جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اسی قوم میں شمار کیا جاتا ہے۔ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ان مدعیوں کی قدر کیجئے کیونکہ یہ اپنے تئیں محقق ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی قدم بوسی کیجئے کہ ہمت بلند رکھتے ہیں۔ اگر ان کی ہمت بلند نہ ہوتی تو کسی اور دوسری چیز کا دعویٰ کرتے۔

(۱۱) کل بروز قیامت یہ حضرات اپنی تعریف کرنے والوں اور محبت رکھنے والوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ دیکھئے اصحاب کہف کا کتا چند قدم ان کے ہمراہ چلا اس کو بھی ان میں شامل کر دیا گیا۔ اسی طرح ہر وہ آدمی جو اپنے آپ کو اہل اللہ کی کمند میں گرفتار کر دیتا ہے اور ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے اور انہیں کے تذکروں میں مشغول ہے اور لوگوں تک ان کے واقعات پہنچاتا ہے تو اس کو بھی ان میں شمار کئے جانے کی امید کی جاسکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے المرء مع من احبہ' اس قول کے بموجب محبان خدا سے محبت رکھنے والا بھی انہیں میں سے ہے' اور حریم قرب میں بھی ان کا ندیم و ہمنشین ہے اور ان کی محبت اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور کون جانے کہ یہ دولت کسے نصیب ہو۔

اس کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں قابل غور بات یہ ہے کہ جب ان حضرات کی محبت کا یہ عالم اور یہ مقام ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے اور آپ کی نعت میں رہنے والوں کا عالم کئی گنا زیادہ ہوگا۔

مصطفےٰ اندر میاں آنگہ کسے جوید زعقل
آفتاب اندر جہاں آنگہ کسے جوید سہا

جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہوں اس وقت کون ہے جو عقل کی پرواہ کرے جیسا کہ دنیا میں سورج کی روشنی پھیلی ہو تو کون ہے جو سہا ستارے کی تلاش کرے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سبب تحریر قصیدہ" اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم" میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب اور آپ کے دلائل نبوت کا پھیلانا بلاشبہ ثمر برکات و موجب درجات ہے۔

حضرت باقر آگاہ مدراسی "ہشت بہشت" کے دیباچہ

میں فرماتے ہیں۔ عقائد اور فرائض کے بعد سب سے بہترین اور خوش ترین عبادت نوافل و مستحبات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سیر و شمائل کا مطالعہ اور تذکرہ ہے۔ اچھی آواز سے کلام پاک کی تلاوت کرنا اور ایسی مثنویات اور قصائد کا پڑھنا جس میں انبیائے کرام اور خصوصاً حضور اکرمؐ کا ذکر ہو اور صلحاء اور اولیاء کے فضائل و مناقب بیان کرنا جائز ہی نہیں بلکہ افضل و احسن ہے کیونکہ اچھی آواز کا اثر کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ موانع شریعت سے خالی ہو۔ مقامات موسیقی کی رعایت کرنا الفاظ و حروف میں تحریف کرنا اور آواز کے زیر و بم تالیاں بجانا وغیرہ نہ ہو۔ مقصد یہ کہ اس میں لہو و لعب کا شائبہ نہ ہو۔

عینی شرح کنز کے مصنف "کس کی شہادت قبول نہ کی جائے"؟ اس باب میں فرماتے ہیں ان انشد شعرا فیہ وعظ وحکمۃ فھو جائز یعنی اگر ایسا شعر پڑھا جائے جس میں نصیحت اور حکمت ہو تو وہ جائز ہے۔

اور شیخ ابو نجیب عبدالقاہر سہروردی آداب المریدین میں فرماتے ہیں: اما القصائد والاشعار فقد سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الشعر فقال ھو الکلام حسنہ حسن وقبیحہ قبیح فالحسن منہ ما کان من الموعظ والحکم وذکر اللہ ونعمائہ ونعت الصالحین وصفۃ المتقین فسماعہ حلال فما کان من الھجر وسخف فسماعہ حرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ وہ ایسا کلام ہے اس میں جو اچھا ہے وہ اچھا ہے، جو بُرا ہے وہ بُرا ہے۔ اور اچھا وہ ہے جس میں نصیحت و حکمت، اللہ اور اس کی نعمتوں اور بخششوں کا ذکر اور صالحین کی صفت اور متقین کا وصف ہے اس کا سننا حلال ہے اور وہ کلام جس میں ٹیلوں اور منزلوں اور زمانوں اور قوموں کا ذکر ہے اس کا سننا جائز ہے۔ اور جس میں ہجو یا عیب جوئی اور رکیک و سخیف امور ہوں تو ان کا سننا حرام ہے۔

قصیدۂ بانت سعاد کا واقعہ مشہور ہے جس کو کعبؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سنایا تھا اور یہ مشہور واقعہ مدارج النبوۃ اور شواہد النبوۃ وغیرہ کتابوں میں تفصیلاً مذکور ہے۔ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ عمرۃ القضاء کے موقعہ پر اثناء راہ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ جو مخلص صحابی اور اسلامی شاعر تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے اور رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں روکنا چاہا مگر حضورؐ نے انہیں روکنے سے منع فرمایا اور کہا کہ انہیں چھوڑ دو کیونکہ یہ اشعار کفار کے دلوں میں تیر کے مانند اثر کرتے ہیں۔

اور اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ وہ شعراء جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے شر کفار کو دور کرتے تھے

اور حضورؐ کی نعت بیان کرتے تھے، وہ تین حضرات ہیں:
حسانؓ بن ثابت ۔ کعب بن مالک ۔ عبداللہ بن رواحہ ۔
روضۃ الادب میں لکھا ہے کہ حضورؐ کے
شعراء اور خدام کی تعداد مردوں میں ایک سو انہتر (۱۶۹)
اور عورتوں میں گیارہ (۱۱) تھی ۔

مرزا مظہر جان جاناں اپنے سولھویں خط میں
لکھتے ہیں، اگر کوئی شخص جو فتنہ کا محل نہ ہو (یعنی
عورت یا امرد) اور موزوں اشعار موزوں آواز میں
محذورات شرعی کے بغیر پڑھے، اس سے سننے والوں کے
باطن میں کسی قسم کا فساد نہ پیدا ہو بلکہ اس کے سننے سے
کسی قسم کی خوشی یا درد دل میں پیدا ہو، اس قسم کا سماع
جائز ہے ۔ کیونکہ یہ دو جائز امروں سے مرکب ہے ۔
ایک کلام موزوں، دوسرا آواز موزوں، پھر یہ کیسے
ناجائز ہو سکتا ہے ۔

قرن سابق میں بھی تقریبات مشروعہ، اور
اکابر کی تشریف آوری کے مواقع پر اس کا معمول رہا
ہے، اور کبھی کبھی متقی علماء سے بھی اس کا صدور ہوا
ہے، جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے مگر اس کا ظہور ان حضرات
سے بر سبیل اتفاق ہوا کرتا تھا نہ کہ التزاماً ۔

مذکورہ باتوں سے یہ بات ظاہر و روشن ہو
جاتی ہے کہ بزرگوں کے فضائل و شمائل پر منظوم قصائد
جبکہ وہ محذورات شرعی سے خالی ہوں تو ان کو شرعی
حیثیت سے جائز قرار دیا جائے گا اگرچہ کہ بعض ناقدرے
اس کو بدعت و ضلالت کہتے اور پڑھنے والوں پر
طعن کرتے ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں ۔

بہ ادب و احترام

عقل سے کام لیجئے، نہ کہ جذبات سے!

کسی شخص یا گروہ کی کامیابی کا راز کیا ہے ؟ ایک لفظ میں یہ کہ وہ انتہائی جذباتی مواقع پر انتہائی عقلی فیصلے کر سکے ۔
اسی کو صبر کہتے ہیں ۔ زندگی ایک مسلسل امتحان ہے جس میں بار بار ایسے مواقع آتے ہیں کہ آدمی جذبات سے مغلوب ہو جائے
وہ مؤثر ذہن کے تحت کارروائی کرنے لگے ۔ ایسے مواقع پر اپنے عقل و ہوش کو باقی رکھنا اور واقعات سے الگ ہو کر
واقعات کے بارے میں فیصلہ کرنا قرآن کی اصطلاح میں صبر ہے ۔ اور یہی کسی کامیابی کی واحد یقینی ضمانت ہے ۔

ولکم النصر ما صبرتم (الرسالہ)

تصرفاتِ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۸۶

از عالیجناب حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری دامت برکاتہم العالیہ
ناظم دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

اللہ تبارک تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے سید المرسلین خاتم النبیین والمرسلین پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کے اس دنیا میں بھیجا۔ آپ کو حیات ابدی عطا فرمایا ہے۔ دیگر انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی حیاتِ جاودانی عطا فرمایا ہے۔ ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے برکات و فیوضات اور تصرفات جاری و ساری ہیں اور رہتی دنیا تک جاری و ساری رہیں گے۔ اس قول کی صداقت ان حقیقت آمیز واقعات سے ہوسکتی ہے۔

حضرت امام بخاریؒ کی آنکھیں بچپن میں بہت ہی اچھی تھیں، بعد ازاں رفتہ رفتہ بینائی جاتی رہی جس کی وجہ سے آپ کی والدۂ ماجدہ فکر و پریشانی میں کبیدہ خاطر رہتی تھیں۔ ایک روز شب میں آپ کے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اے مائی تیرے بچے کے آنکھ اچھے ہوگئے ہیں۔ آپ صبح سویرے کیا دیکھتی ہیں کہ اپنے بچے کی بینائی لوٹ آئی ہے اور آنکھ بالکل اچھے ہوگئے ہیں۔ اس واقعہ سے آپ کو بے انتہا مسرت حاصل ہوئی۔ یہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توجہ خاص کا نتیجہ تھا کہ حضرت امام بخاریؒ کی بینائی لوٹ آئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے برگزیدہ ہستیوں کی رہبری فرماتے ہیں اور وقتاً فوقتاً ان کی ہدایت کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز شب میں حضرت ابوعلیؒ کے خواب میں آپ تشریف فرما ہوکر کہنے لگے کہ اے ابوعلیؒ تو کیوں پریشان ہے یحییٰ بن یحییٰ کے مزار پر حاضری دے کر تیری حاجت پیش کر ان شاء اللہ تیری حاجت پوری ہوگی۔ حضرت ابوعلیؒ بہت بڑے متقی پرہیزگار بزرگ تھے۔ کسی وجہ سے آپ پریشان حال رہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت و حکم کے مطابق آپ بعد نماز فجر حضرت یحییٰ بن یحییٰ کے مزار پر حاضری دیتے ہوئے اپنی حاجت پیش کئے۔ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کی حاجت اسی وقت پوری ہوئی۔ آپ نہایت درجہ مسرت کے ساتھ اپنے

مکان کو واپس آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود آپ کی حاجت پوری فرما سکتے تھے، لیکن امت پہ یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اپنے مقام اور وطن کے اولیاء اللہ، اور بزرگان دین کے مزارات سے برکات وفیوضات جاری و ساری رہتے ہیں۔ لہٰذا اپنی اپنی حاجتیں پیش کرنے سے وہ اللہ کے پاس دعا مانگتے ہیں اور ان کی حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں، یا ان اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی برکت اور وسیلہ سے دعا مانگی جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے، اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ کا شکر و احسان ہے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ کی برکت سے سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات ابدی عطا فرمایا ہے۔

آپ کی حیات ابدی کا ثبوت ان روشن واقعات سے ہوتا ہے۔ حضرت شاہ **ابوالحسن خرقانی** علیہ الرحمہ کے پاس ایک شخص حدیث پڑھنے کے لئے آیا اور دریافت کیا کہ آپ حدیث کن سے پڑھے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں بالراست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہوں۔ لیکن اس شخص کو آپ کی بات کا یقین نہیں آیا۔ اور اپنے مکان واپس آگیا۔ شب میں وہ سویا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خواب میں آئے اور فرمانے لگے کہ ابوالحسن سچ کہتا ہے۔ میں نے ہی انہیں حدیث پڑھایا ہے۔ دوسرے دن وہ آدمی حضرت شاہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حدیث پڑھنے لگا۔ بعض جگہوں پہ آپ اسکو روکتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس شخص نے دریافت کیا کہ آپ کو کیسے معلوم؟ آپ نے فرمایا کہ جب تم حدیث پڑھ رہے ہو تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو دیکھتا ہوں اور جب آپ کے چہرۂ مبارک پر شکن پاتا ہوں تو معلوم کرتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

ایک صاحب ولایت وکرامت بزرگ ایکروز ایک محدث کے درس حدیث میں حاضر ہوئے۔ محدث صاحب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔ ولی موصوف نے حدیث کو سن کر فرمایا، یہ حدیث بالکل غلط ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز یوں نہیں فرمایا۔ محدث صاحب کو حیرت ہوئی کہ یہ کیوں ایسا کہہ رہے ہیں تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم، یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ حضرت موصوف نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوپر ہی کھڑے ہوئے ہیں۔ اگر تم دیکھنا چاہو تو دیکھ سکتے ہیں۔ محدث صاحب نے اوپر سر اٹھایا اور ولی معظم نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا دیا۔

اندلس کے ایک مرد صالح کے فرزند کو شاہ روم نے قید کر لیا اور تین سو روپئے جرمانہ لگا دیا۔ آپ فوراً اپنے وطن سے نکل کر مدینۂ منورہ کے لئے روانہ

ہوئے۔ راستہ میں ایک دوست سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو۔ بتایا کہ ان کے فرزند کو شاہِ روم نے قید کر لیا ہے اور تین سو روپے جرمانہ عائد کر دیا ہے۔ اتنا روپیہ میرے پاس کہاں ہے جو دیکر رہا کرا سکوں، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فریاد لیکر جا رہا ہوں۔ دوست نے کہا کہ مدینۂ منورہ ہی جانے کی کیا ضرورت ہے۔ حضور صلعم سے ہر مکان پر ہی فریاد کی جا سکتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فریاد رس کی وہیں سے مدد فرماتے ہیں۔ مردِ صالح نے کہا کہ سچ ہے مجھے تو وہیں حاضری دینا ہے۔ چنانچہ آپ مدینۂ منورہ پہنچتے ہیں، اور گنبد خضرا میں حاضر ہو کر اپنی فریاد پیش کرتے ہیں۔ رات میں وہ جب سوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ فرماتے ہیں کہ تم فوراً اپنے وطن پہنچو۔ اس حکم کے پاتے ہی فوراً آپ اپنے وطن کے لئے روانہ ہوئے۔ گھر پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ اپنا فرزند وہاں موجود ہے۔ حال دریافت کرنے پر فرزند دلبند نے بتایا کہ " فلاں رات مجھے، اور میرے سب ساتھی قیدیوں کو بادشاہ نے خود ہی رہا کر دیا ہے۔ اس مردِ صالح نے حساب لگا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ وہی رات تھی جس رات کو حضور صلعم کی زیارت ہوئی تھی اور حضور صلعم نے فرمایا تھا کہ جاؤ اپنے شہر پہنچو۔

(حجۃ اللہ علی العٰلمین)

سید المرسلین کے حیاۃ النبی ہونے کی ایک اور روشن دلیل ملاحظہ ہو: حضرت امیر خسروؒ ایک روز حضرت شاہ شرف الدین بو علی قلندرؒ پانی پتی کی ملاقات کے لئے پانی پت تشریف لے گئے۔ حضرت شاہ بو علی قلندرؒ پانی پتی نے اپنے دورانِ گفتگو امیر خسروؒ سے فرمایا کہ میں جب رحمۃ للعالمین کی مجلس میں حاضر تھا تو اس وقت تمہارے پیر و مرشد حضرت نظام الدین اولیاؒ وہاں حاضر نہیں تھے کیا وجہ تھی؟ حضرت امیر خسروؒ وہاں سے واپسی کے بعد جب حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تو آپ نے حضرت شاہ بو علی قلندرؒ پانی پتی کا پیام پہنچایا کہ جب حضرت موصوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے تو آپ اس مجلس میں نہ تھے۔ حضرت نظام الدینؒ اولیاء نے فرمایا کہ "میں اس وقت حضور صلعم کے پیچھے والے کمرے میں موجود تھا، کیا شاہ بو علی قلندر مجھ کو دیکھ نہ سکا؟"

حضرت امیر خسروؒ جب دوبارہ پانی پت گئے، تو حضرت نظام الدینؒ کا پیام سنایا تو آپ اسی وقت حضور صلعم کی مجلس میں پہنچے اور آپ صلعم کے پیچھے والے کمرے میں غور سے دیکھنے لگے تو حضور صلعم نے فرمایا کیا تم نظام الدینؒ کو دیکھتے ہو، وہ پیچھے والے کمرے میں ہے۔ آپ اس وقت حضرت نظام الدینؒ اولیاء کو وہاں دیکھ کر خوش ہوئے۔

(حیات حضرت نظام الدینؒ اولیاء)

بزرگان دین اور اولیاء اللہ جب بلند مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں تو در و دیوار، وقت و فاصلے کے قید و بند سے

سے آزاد ہوتے ہیں۔ یہ اللہ والے پنج وقتہ نماز کعبۃ اللہ
میں ادا کرتے ہیں اور بعضے مسجدِ نبوی میں ادا کرتے ہیں۔
اور پھر یہ جب چاہے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس
میں حاضری دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل وکرم
ہے کہ وہ اپنی قدرت میں ان کو دخل دیا ہے۔ خالقِ کائنات
خدائے قدوس خود اپنے پیارے حبیب سرورِ کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اور اللہ کے ملائک
بھی درود بھیجتے ہیں اور اُمت کے برگزیدہ ہستیاں
بھی درود بھیجتے ہیں۔ حضور سردارِ دوعالم رحمۃ للعالمین
ان درود پڑھنے والوں پر اپنی نگاہِ خاص فرماتے ہیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ جس شب پیدا ہوئیں اس
وقت آپ کے والد کے پاس خرچ کے لئے کچھ نہیں تھا۔ اسی
فکر و پریشانی کے عالم میں وہ سو گئے تو انہوں نے حضور صلعم
کو خواب میں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
یہ جو بچی دختر جو پیدا ہوئی ہے آگے چل کر زاہدہ و عابدہ
ہو گی اور ایک عالم کو اس سے فیض پہنچے گا، میرا یہ
پیام امیر بصرہ کو پہنچا نا، وہ تمہاری مدد کریگا۔ حضور
صلعم نے فرمایا کہ تم جو ہر روز شب میں ایک سو مرتبہ
درود شریف پڑھا کرتے تھے اور شب جمعہ چار سو مرتبہ
درود پڑھا کرتے تھے لیکن پچھلی جمعہ کو تم درود پڑھنا
بھول گئے اس کے کفارہ کے طور پر اس خط کے لانے
والے کو چار سو دینار دے دیں۔
حضرت رابعہ بصریؒ کے والد بموجب ہدایتِ حضور

صلعم آپ کا یہ پیام خط کی صورت میں لکھ کر امیر بصرہ کے
محل کو پہنچے اور دربان کے ذریعہ یہ خط آپ نے امیر
بصرہ کے پاس روانہ کیا۔ امیر بصرہ نے اس خط کو پڑھ
کر تھوڑی دیر کے لئے فرطِ مسرت و محوِ حیرت میں کھو گیا اور
فوراً اپنے وزیر کو بلا کر حکم دیا کہ دس ہزار ریال غریبوں
میں تقسیم کر دئے جائیں۔ خادم کے ذریعہ اس خط کے
لانے والے کو بلانا چاہا اور پھر فوراً ہی سنبھل کر کہا، کہ
حضور اکرم صلعم کے پیام پر مجھ ہی کو جا کر بلانا چاہئے۔ لہٰذا
اس نے خود ہی جا کر ان سے ملاقات کی اور اندر لا کر بیٹھے
اہتمام سے مسند پر بٹھایا اور پورا حال دریافت کیا۔ آپ
نے پچھلی شب کا واقعہ سنایا اور حضور صلعم کی ہدایت
پیش کی۔ یہ سن کر امیر بصرہ نے چار سو دینار آپ کی خدمت
میں پیش کیا اور کہا کہ آئندہ آپ کو جو بھی ضرورت و
حاجت ہو گی مجھ ہی سے پوری کریں۔ بعد ازاں باادب
و احترام آپ کو وہاں سے رخصت کیا۔

اللہ رب العالمین حضور سرکار دوعالم رحمتہ
للعالمین و سید المرسلین کے طفیل سے امت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم پر اپنا فضل وکرم فرمائے۔ اور حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ خاص تمام اُمت پر بارانِ
رحمت کے مانند ہوتی رہے۔

آمین۔ ثم آمین

و آخر دعونا الحمد للہ رب العالمین

اسلامی قانون سازی کا تاریخی جائزہ

از حافظ بشیر الحق قریشی ادیب فاضل افضل العلماء (مدراس) بی او ایل (عثمانیہ)
(استاذ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؒ ویلور)

اسلامی قانون کے سارے اصول و فروع اور کلیات و جزئیات، ایک منظم اور مربوط شکل میں موجود ہیں اور اس کے تمام جزئیات کسی نہ کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قیاس وہی معتبر قرار دیا گیا جس کی بنیاد قرآن وحدیث اور اجماع پر رکھی گئی ہو۔ موجودہ دور میں بدلتے ہوئے حالات اور ان کے جائز تقاضوں کے تحت اسلامی قانون کی تطبیق اور جدید مسائل کا حل اور ان کی شرعیت کی جو راہیں تلاش کی جا رہی ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دن دور نہیں ہیں کہ مسلم ممالک سے غیر اسلامی نظامہائے حیات کا خاتمہ ہو جائے اور لیظہرہ علی الدین کلہ کی تفسیر خدائی قانون کے نفاذ کی صورت میں نمایاں ہو جائے۔ ذیل کا مضمون ازہر یونیورسٹی کے سابق پروفیسر عبد الوہاب خلاف کی کتاب خلاصۃ تاریخ التشریع الاسلامی" کا ترجمہ ہے۔ طوالت کی وجہ سے مضمون کو دو قسطوں میں شائع کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ اس کا تکملہ اور اختتام اللطیف کے آئندہ شمارہ میں پیش کیا جائے گا۔

بشیر الحق عفی عنہ

اصطلاح شرعیہ میں تشریع کے معنی اُن قوانین کا مقرر کرنا ہے، جن سے اعمالِ مکلفین کے احکام معلوم ہوتے ہوں۔ اگر اس تشریع کا مصدر قرآن ہے تو یہ تشریع الٰہی ہے اور اگر اس کا مصدر انسانی افراد اور جماعت ہے تو یہ تشریع وضعی ہے۔ پھر قوانین اسلامیہ دو قسم کے ہیں۔

ایک وہ قوانین جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا اور اپنے رسولؐ کو جن کا الہام کیا اور جن احکام پہ اپنے رسول کو برقرار رکھا۔ یہ تمام خالص تشریع الٰہی ہے۔

دوسرے وہ قوانین جن کو مجتہدین صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین نے تشریع الٰہی کے نصوص اور ان نصوص کی روح کو سامنے رکھتے ہوئے استنباط کیا۔ اس قسم کی تشریع بھی اپنے مصدر اور مرجع کے لحاظ سے تشریع الٰہی سمجھی جاتی ہے اور مجتہدین کی جد و جہد اور استنباط و استخراج کے لحاظ سے تشریع وضعی سمجھی جائے گی۔

تشریع اسلامی سے ہماری مراد دو قسم کے قوانین ہیں۔ اس اعتبار و لحاظ سے ہم نے تشریع اسلامی

کے چار دَور متعین کیا۔

دَور اول: عہد رسول ہے جو حضور اکرم کے آغاز نبوت ۶۱۰ء سے لے کر وفات ۶۳۲ء تک پھیلا ہوا ہے جس کی کل مدت بائیس برس اور چند ماہ ہے۔ یہ زمانہ تشریع اسلامی کی ایجاد و تکوین اور تشکیل کا دور ہے۔

دَور دوم عہد صحابہ ہے جو گیارہ سن ہجری سے لے کر پہلی صدی ہجری کے اختتام تک پھیلا ہوا ہے جس کی مدت تقریباً نو دس سال ہوتی ہے۔ یہ زمانہ تشریع اسلامی کی شرح و تفصیل اور تکمیل کا دَور ہے۔

دورِ سوم: عہد تدوین ہے جو ایک سو ہجری سے لے کر تین سو پچاس ہجری تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ دور ائمہ مجتہدین ہے جس کی مدت تقریباً ڈھائی سو برس ہے۔

دورِ چہارم: عہد تقلید ہے جس کی ابتداء چوتھی صدی ہجری کے وسط سے ہوئی اور خدا ہی جانے اسکی انتہا کب ہوگی۔ یہ دور جمود و توقف کہلاتا ہے۔

عہدِ رسول یہ دَور اپنی عمر کے لحاظ سے صرف بائیس سال اور چند ماہ پر مشتمل ہے لیکن اس کے اثرات نہایت وسیع اور وقیع ہیں کیونکہ اسی دَور میں قرآن و حدیث میں احکامات کے نصوص فراہم ہوئے اور کئی مصادر اور دلائل کی طرف رہنمائی حاصل ہوئی، اور اسی عہد میں اسلامی قانون سازی کے اصول کلیہ وضع ہوئے جو ہر دَور اور ہر زمانے میں ھدایت کا سامان ہیں اور ان ہی کی روشنی میں ان احکام کا عمل حاصل ہو سکتا ہے جن کے متعلق کوئی نص وارد نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر عہد رسول میں تشریع کامل کی بنیاد رکھی گئی۔

اس عہد کے دو دَور ہیں۔ پہلا دَور حضور اکرم کی بعثت سے لے کر ہجرت تک ہے جس کی مدت بارہ برس اور چند ماہ ہے۔ اس زمانہ میں مسلمان ضعیف اور کمزور تھے اور حکومت و سلطنت کے لوازم بھی موجود نہ تھے اور ان حالات میں امت کی تکوین کا موقعہ نہیں مل سکا اور حضور اکرم کی تمام تر توجہ لوگوں کو بتوں کی عبادت سے باز رکھنے اور اللہ کی توحید کی طرف دعوت دینے میں صرف ہو رہی تھی اور اس کے علاوہ دعوتِ اسلامی کی اشاعت کے سبب مخالفین کا خاصا گروہ وجود میں آچکا تھا جو حضور اکرم اور مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہا تھا اور دعوتِ اسلامی کے انسداد کیلئے ہر ممکن جد و جہد کر رہا تھا۔

یہ ایسے حالات تھے کہ نہ تو اس دَور میں اس بات کی گنجائش رہی اور نہ کوئی شئی باعث و محرک ہی کہ شہری اور تجارتی قوانین وغیرہ اور عملی احکام وضع کئے جاتے۔ اسی لئے قرآن کی مکی سورتوں میں مثلاً یونس۔ رعد فرقان، یسین اور حدید میں احکام عملیہ کی آیات نہیں

ہیں، بلکہ اکثر آیات عقیدہ واخلاق، عبرت وموعظت انبیاء اور گذشتہ قوموں کے حالات و واقعات سے متعلق ہیں۔

دوسرا دور حضور اکرمؐ کی ہجرت سے لے کر وفات تک ہے جو دس سال پر مشتمل ہے۔ اس دور میں اسلام کو مکمل غلبہ حاصل ہوا اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اور دعوت کی راہ میں جو رکاوٹیں تھیں، وہ رفتہ رفتہ ختم ہوتی گئیں جس کی وجہ سے امت کی تشکیل عمل میں آئی اور حکومت کی شان پیدا ہو گئی۔ ان بدلتے ہوئے حالات کے تحت اس نوزائیدہ امت کے لئے انفرادی اور اجتماعی مسائل میں قانون سازی کی ضرورت پیدا ہو گئی۔ اسی لئے نکاح وطلاق، میراث و معاملات حدود و تعزیرات اور جنگ وصلح وغیرہ یہ تمام احکام مدینہ منورہ میں مقرر کئے گئے اور مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی سورتوں کے اندر ان ہی موضوعات سے متعلق آیات نازل کی گئیں۔ چنانچہ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ۔ انفال، توبہ، نور اور احزاب آیات احکام پر مشتمل ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ عقائد واخلاق اور قصص و واقعات کی آیات بھی موجود ہیں۔

عہدِ رسولؐ میں قانون سازی کا اختیار

اس عہد میں قانون سازی کا اختیار صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو حاصل تھا۔ آپ کے سوا کسی مسلمان کو اپنے نفس و ذات کے معاملہ میں یا غیر کے معاملہ میں قانون سازی کا کوئی حق واختیار نہ تھا، اس لئے کہ ذات رسالت مآب کی موجودگی اور آپ کی طرف تمام معاملات میں رجوع کی سہولت کے باعث مسلمانوں میں سے کسی فرد نے بھی یہ جرأت نہیں کی کہ کسی واقعہ یا حادثہ میں اپنے اجتہاد سے فتویٰ دے یا کسی جھگڑے میں اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرے، بلکہ جب بھی کوئی واقعہ پیش آتا یا اختلاف رونما ہوتا، یا کوئی سوال پیدا ہوتا یا فتویٰ کی ضرورت ہوتی، تو صحابۂ کرام حضور اکرمؐ کی طرف رجوع کرتے۔ آپ ہی فتویٰ صادر کرتے اور ان کے خصومات اور جھگڑوں کا فیصلہ کرتے اور ان کے سوالوں کے جواب دیتے۔ کبھی قرآنی آیت یا آیتوں کے ذریعہ جن کی وحی آپ کی طرف کی جاتی، کبھی آپ اپنے اجتہاد کے ذریعہ اور کبھی آپ کی عقل، اندازہ اور مشورہ کے ذریعہ فیصلوں کا صدور فرماتے۔ اور آپ پر جو کچھ فیصلے واحکامات صدور پذیر ہوتے وہ مسلمانوں کیلئے قانون تھا جس پر عمل کرنا پوری ملت پر واجب تھا۔ یہ قانون اور تشریع چاہے وہ وحی الٰہی سے ہو یا آپ کے اجتہاد سے ہو۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ عہد رسولؐ میں بعض صحابہ نے اجتہاد کیا اور بعض خصومات اور وقائع کے اندر اپنے اجتہاد سے حکم کا استنباط کیا جیسا کہ حضرت علی بن ابی طالب کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو ان کے بارے میں فرمایا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے

دل کو ہدایت عطا فرمائے گا اور تمہاری زبان سے حق جاری فرمائے گا۔ جب بھی تمہارے نزدیک خصومت کے دونوں فریق بیٹھیں تو فوراً فیصلہ نہ کرو۔ پہلے دونوں فریق کی بات پوری طرح سن لو۔ اس لئے کہ ایسے وقت میں تم اس قابل ہو جاؤ گے کہ حق تم پر واضح اور روشن ہو جائیگا۔

اور اسی طرح معاذ بن جبل کو آپ نے یمن بھیجا اور کہا تم کیونکر فیصلہ کرو گے۔ جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو اور اس کے فیصلے کے لئے کوئی ثبوت کتاب اللہ اور سنتِ رسول میں نہ ہو۔ معاذ نے عرض کیا ایسے موقع پر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی رسولہ تمام حمد کا سزاوار اللہ تعالیٰ ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق عطا فرمائی جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہے۔

اور جیسے حذیفہ یمانی جن کو رسول کریمؐ نے دو ایسے پڑوسیوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے بھیجا جو درمیانی دیوار کے معاملہ میں جھگڑا کر رہے تھے، اور ہر ایک دعویٰ کر رہا تھا کہ دیوار اس کی ہے۔

اور اسی طرح عمرو بن عاص، جن سے رسول کریمؐ نے ایک دن فرمایا تم اس مقدمہ میں فیصلہ کرو۔ حضرت عمرو نے کہا، میں اجتہاد کروں درآں حالیکہ آپ موجود ہیں؟ ارشاد فرمایا۔ ہاں! اگر تم صواب پر ہوں تو تمہارے لئے دو اجر ہیں اور اگر تم سے خطا ہو جائے تو تمہارے لئے ایک اجر ہے۔

اور اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ دو صحابی سفر کے لئے نکلے۔ نماز کا وقت آیا اور پانی نہ ملا تو دونوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی۔ ابھی وقت نماز باقی تھا کہ پانی فراہم ہو گیا۔ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنی نماز لوٹائی اور دوسرے شخص نے پہلی نماز کو نہیں لوٹایا۔

اس قسم کے جو واقعات عہد رسول میں رونما ہوئے ہیں ان سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ عہد رسالت میں رسولؐ کے سوا کسی اور شخص کو قانون سازی کا حق حاصل تھا کیونکہ ان جزئیات میں بعض وہ ہیں، جو ایسے خاص حالات میں واقع ہوئے کہ مسافت کی دوری سے رسول کریمؐ تک رجوع کرنا ناممکن تھا اور وقت کے فوت ہونے کا خوف تھا۔ اور ان میں سے بعض فیصلے اور فتوے نصوص شرعیہ کی تطبیق پر تھے نہ کہ قانون سازی پر۔ اور کسی واقعہ یا فیصلہ میں جو کچھ بھی کسی صحابی کے اجتہاد سے صادر ہوا ہے وہ اس وقت تک مسلمانوں کے لئے لازم و حجت نہیں ہو سکے جب تک کہ رسول کریمؐ ان کے اجتہاد اور فیصلے کو برقرار اور باقی نہ رکھیں۔ غرض رسولؐ کریم اپنی زندگی میں قانون سازی کا پورا پورا حق و اختیار لئے رکھتے تھے۔ اور اگر کوئی چیز دوسرے سے صادر ہو تو صرف آپ کے جائز قرار دینے ہی سے وہ اجتہاد اور فیصلہ تشریع ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عہد رسولؐ میں کسی واقعہ

واقعہ کے متعلق دو رائے نہیں ملتی ہیں ۔

عہد رسولؐ میں تشریع کے اصول و مصادر

عہد رسولؐ میں تشریع کے دو مصدر اور دو اصل ہیں ۔ وحی الٰہی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد ۔ جب کوئی واقعہ پیش آتا جس کے لئے قانون سازی کی ضرورت ہوتی چاہیے وہ خصومت ہو یا کوئی سوال ہو یا کوئی استفتاء ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی طرف ایک آیت یا چند آیات کی وحی فرماتا ۔ اور اس میں وہ حکم بیان کر دیا جاتا اور نبی کریمؐ وہ قانون مسلمانوں تک پہنچا دیتے اور یہ قانون واجب الاتباع ہو جاتا تھا اور کبھی ایسا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کسی ضرورت اور واقعہ سے متعلق اپنے نبی کی طرف کوئی وحی نازل نہیں فرماتا ایسے موقعہ پر رسول کریمؐ اجتہاد فرماتے اور آپ کا اجتہاد جس نتیجہ پر پہنچتا اسی کے مطابق فیصلہ صادر فرماتے ۔ اگر کوئی سوال ہے تو جواب ارشاد فرماتے ۔ اگر کوئی استفتاء ہو تو فتویٰ دیتے اور آپ کا اجتہاد بھی وحی الٰہی کی طرح واجب الاتباع ہوتا ۔ جو کوئی قرآن کی آیات یا احکام کا مطالعہ کرے اور مفسرین کے بیان کردہ اسباب نزول کو پیش نظر رکھے تو اس پر یہ حقیقت ظاہر ہو جائے گی کہ قرآنی احکام کا نزول اسی وقت ہوتا ہے جب کہ کسی حادثہ کے وقوع کے وقت قانون بیان کرنے کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے جیسے ترکہ کے معاملات میں خصومت واقع ہوئی تو اس کے لئے احکام میراث صادر کئے گئے اور جب بعض شوہروں کو حد قذف کی تشریح کے وقت تشویش ہوئی تو اس کے لئے زوجین کے درمیان لعان کا حکم بیان کیا گیا ۔

اور اسی طرح اشہر حرم اور شراب سے متعلق یہ تصریح کی گئی : یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ ۔ قل قتال فیہ کبیر، وصدوا عن سبیل اللہ ۔ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما ۔

اور جو کوئی احادیث احکام کا اور محدثوں کی ان روایات کا جو انہوں نے ان احادیث کے ورود کے اسباب بیان کئے ہیں مطالعہ کریگا تو اس پر یہ واضح ہو جائیگا کہ رسولِ کریمؐ کے تمام اجتہادی حکم کسی خصومت میں فیصلہ کے لئے یا کسی واقعہ میں فتویٰ کے لئے یا کسی سوال کے جواب میں بیان کئے گئے ہیں ۔ چنانچہ بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم مسکین سمندروں میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک میٹھا پانی جو وضو کے لئے کافی ہو، موجود نہ ہو تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیں ؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ھو الطھور ماءہ الحل میتتہ اور اس جیسی اور بھی مثالیں کتب حدیث میں ملتی ہیں جن سے حدیث کے وقائع کا علم حاصل ہو سکتا ہے ۔

غرض عہد رسولؐ میں جو بھی احکام قانون بیان کئے گئے ان کی اصل وحی الٰہی اور اجتہاد نبویؐ تھی، قانون سازی کی ضرورت کی بنا پر اصل اول کی نسبت سے جو احکام نافذ کئے گئے ان کے متعلق رسول کریمؐ کی ذمہ داری صرف تبلیغ و تفسیر تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ اور نیز فرمایا وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔

اور اصل ثانی (اجتہاد نبویؐ) سے جو احکام صادر ہوئے وہ کبھی الہام الٰہی کی تعبیر اور بیان تھے اور کبھی کسی حکم کا استخراج و استنباط، مصلحت، اسلامی شریعت کی اسپرٹ اور ان احکام اجتہادیہ کی روشنی میں کرتے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے الہام کیا۔ یہ سب احکام الٰہیہ ہیں جن میں رسولؐ کا فرض صرف بیان اور تعبیر ہے، جو آپ اپنے قول اور فعل سے کیا کرتے تھے، اور وہ احکام اجتہادیہ جن کا اللہ تعالیٰ سے الہام نہیں، وہ آپ کی بحث و نظر کا ثمرہ ہیں اور یہ تمام احکام نبویہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر برقرار نہیں رکھتا جب تک کہ وہ صحیح نہ ہوں اور اگر درست نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ آپ کو صواب کی طرف لوٹا دیتا تھا جیسا کہ اس کی مثال بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کا واقعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں ستر مشرک قیدی گرفتار ہوئے اور قیدیوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نازل نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں اجتہاد کیا اور بعض صحابۂ کرام سے مشورہ لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ رائے ظاہر کی کہ جو لوگ فدیہ دینے تیار ہیں ان سے فدیہ لیا جائے۔ اپنی اس رائے کا سبب بھی انہوں نے بیان کیا قومك واھلك استبقھم لعل اللہ یتوب علیھم وخذ منھم فدیۃ تقوی اصحابك وہ لوگ آپ ہی کی قوم سے ہیں ان کو زندہ رکھئے شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق عطا کرے اور ان سے فدیہ لیجئے تاکہ آپ کے اصحاب کو تقویت حاصل ہوگی۔

حضرت عمرؓ نے یہ رائے دی کہ ان سے فدیہ نہ قبول کیا جائے بلکہ سب کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اسکا یہ سبب بیان فرمایا: کذبوك واخرجوك فقدمھم واضرب اعناقھم ھؤلاء ائمۃ الکفار واللہ اغناك عن الفداء ان ہی لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا۔ یہی لوگ کفر و شرک کی سرپرستی کرتے ہیں، لہٰذا ان کی گردنیں اڑا دی جائے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے فدیہ سے بے نیاز رکھا ہے۔

اور حضور کریمؐ کا اجتہاد یہ تھا کہ ان سے فدیہ قبول کیا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جو صحیح حکم تھا اس کو بیان فرمایا ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ۔

اور اسی طرح وہ واقعہ جبکہ رسول کریمؐ نے

ان لوگوں کو اجازت دی جو غزوۂ تبوک میں شرکت سے معذرت پیش کئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عفا اللہ عنك لم اذنت لھم حتیٰ یتبین لك الذین صدقوا وتعلم الکاذبین اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عہد رسولؐ میں تمام قانون سازی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ اس لئے کہ تشریع کا مقصد اور صل قرآن ہے' یا رسول کریمؐ کا وہ اجتہاد ہے جو الہام الٰہی کا بیان ہے یا رسول کریمؐ کا وہ اجتہاد ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ کی نگرانی ملحوظ ہے جیسا کہ یہ اجتہاد اگر صواب ہو تو اللہ نے باقی رکھا اور اگر درست نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو صواب کی رہنمائی فرمائی ــــــ اجتہاد نبی کا وہ حکم جو الہام الٰہی سے صادر نہیں ہوا اور اجتہاد نبیؐ کا وہ حکم جو الہام الٰہی سے صادر ہوا ان دونوں کے درمیان امتیاز کرنے کی کوئی شکل وصورت نہیں ہے' الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں رسول کو صواب کی طرف ہدایت فرمایا تو یہ بات سامنے آئی کہ وہ حکم الہام سے صادر نہیں ہوا اور قرآن کے جس مجمل کا بیان رسول کریمؐ نے فرمایا اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ وہ بیان وتفسیر بھی منجانب اللہ ہے۔

عہد رسولؐ میں طریق تشریع

طریق تشریع سے ہماری مراد وہ طریقہ ہے جس کی پابندی قانون ساز اور شارع، مصادر تشریع کی جانب رجوع کرنے میں اور مبادی عامہ کے لحاظ میں کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ دور عہد تکوین وایجاد تھا جس میں قانون سازی کی بنیاد رکھنا تھا۔ رسولِ کریم نے اصول تشریع اور مصدر قانون کی طرف رجوع کرنے میں جس طریق کی پابندی کی وہ یہ تھا کہ جب بھی قانون سازی کی ضرورت لاحق ہوتی تو آپ قرآنی آیت یا آیات کی وحی کا انتظار فرماتے۔ اگر وحی نازل نہ ہوتی تو معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ میں تشریع کا حق آپ کے اجتہاد کو سونپ دیا ہے۔ پھر آپ روح تشریع مصلحت کا اندازہ اور صحابہ کا مشورہ سامنے رکھتے ہوئے اجتہاد فرماتے۔ مبادی عامہ جن پر تشریع اسلامی کی بنیاد رکھی گئی ان میں چار امُور نمایاں ہیں۔

تشریع میں تدریج

یہ تدریج زمانہ تشریع ہی میں تھی اور تشریع میں احکام کے مختلف انواع میں تھی اور زمانی تدریج ان امُور سے ظاہر ہوتی ہے جو احکام اللہ اور رسولؐ نے مقرر فرمایا' اور یہ احکام ایک ہی قانون میں اور ایک ہی دفعہ واقع نہیں ہوئے بلکہ تیئس برس اور چند مہینوں کی مدت میں۔ حوادث وقضایا کے تقاضہ کے مطابق متفرق طور پر واقع ہوئے اور ہر ایک حکم کیلئے اس کے صدور کی تاریخ اور اس کی تشریع کیلئے ایک خاص سبب ہے۔ اس تدریج کا فائدہ یہ تھا کہ قانون کے جاننے اور احکام کے سمجھنے میں سہولت ہوتی اور ان حوادث کے جاننے کی وجہ سے

جن کے سبب تشریع کی ضرورت پیش آئی، احکام کی مکمل معرفت حاصل ہوتی ہے۔ احکام کے مختلف اقسام میں تدریج حسب ذیل امور سے ظاہر ہوتی ہے چنانچہ اسلام کے پہلے دور میں مسلمانوں پر وہ امور اور افعال واجب نہیں کئے گئے جن کے ادا کرنے میں انہیں مشقت اور تکلیف ہو اور اسی طرح جن امور کے ترک کرنے میں انہیں مشقت تھی ان چیزوں کو حرام نہیں قرار دیا' بلکہ ان کے ساتھ تدریج کے رویہ سے نرمی برتی گئی تاکہ وہ احکام کی پابندی کے اہل ہوسکیں اور ان کی بجا آوری کے لئے مستعد ہو جائیں۔ جیسا کہ ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض نہیں کی گئیں۔ اور ہر فرض نماز میں رکعتیں بھی معین و محدود نہیں تھیں۔ بلکہ ان سے صرف صبح و شام نماز کا بلا قید و شرط مطالبہ کیا گیا۔ اور مکی دور میں ان پر زکوٰۃ اور روزے فرض نہیں کئے گئے اور یہی سلسلہ ہجرت کے ایک سال بعد تک قائم رہا۔ اس سے پہلے ان پر صرف حسب استطاعت صدقہ اور روزہ لازم کیا گیا اور ان پر شراب اور ربوٰ حرام نہیں کیا گیا۔ اور عقد نکاح کے بہت سے احکام اور سود اور وہ معاملات جن پر وہ جاہلیت میں عمل کرتے تھے' ان تمام امور و مسائل کے اندر احکامات' مدینۂ منورہ میں نافذ کئے گئے۔ احکامات کے اندر تدریج ملحوظ رکھنے کی حکمت یہ تھی کہ سرکش نفوس کی اصلاح ہو جائے اور وہ بغیر کسی ملال' خوشی کے ساتھ احکام قبول کرلیں اور پابندئ احکامات میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہونے پائے اور یہی حکمت دعوت میں ملحوظ ہوتی ہے۔

قلت قوانین

اللہ اور اسکے رسول ؐ نے جن احکام کی تشریع کی' وہ اسی قدر تھے جس قدر ضرورت اور حاجت کا تقاضہ تھا۔ فرضی مسائل کے حل' یا احتمالی اور امکانی خصومات کے فیصلہ کے لئے احکام مشروع نہیں کئے گئے اور قرآن و سنت میں ایسے سوالات کرنے سے روکا گیا جو تشریع کا تقاضہ کرتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ایھا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسوکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل القرآن۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیل وقال اور کثرت سوال سے منع کیا اور ارشاد فرمایا اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شئی لا یحرم علی المسلمین فحرم علیھم من اجل مسئلتہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ مجرم مسلمان وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز سے متعلق سوال کیا جو مسلمانوں کے لئے حرام نہ تھی پھر اس کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ چیز حرام قرار پائی۔

اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وحرم اشیاء فلا تنتھکوھا وسکت عن اشیاء رحمۃ بکم غیر نسیان فلا

تبحثوا عنها۔

اللہ تعالیٰ نے جو فرائض فرض کئے ہیں ان کو ضائع نہ کرو، اور جو حدود مقرر کئے ہیں ان سے تجاوز نہ کرو، اور جو اشیاء حرام کئے ہیں ان کو جائز نہ کرو۔ اور جن چیزوں کے بارے میں سکوت اختیار کیا گیا ہے وہ تم پر رحمت ہے۔ اور یہ سکوت اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو بھول گیا ہے۔ لہٰذا تم ایسی چیزوں کے متعلق بحث نہ کرو۔

اس تشریع کی حکمت یہ ہے کہ لوگوں کی حاجتیں رفع ہو جائیں اور وہ امور جن کے اندر عموماً سبھی کے لئے خیر اور بھلائی ہو ثابت و متحقق ہو جائے۔ ہر دور میں صرف ان ہی امور کی تشریح و تشریع کی جائے جن کا تقاضہ، حاجت اور ضروریات اور مصالح عامہ کرتے ہوں تاکہ بعد میں آنے والے لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کی تشریع کو، ان کی حاجتوں اور ضرورتوں کو دفع کرنے میں، اور اپنے مصالح کو ثابت و متحقق کرنے کی تشریع کی راہ میں رکاوٹ نہ پائیں۔

اور شریعت اسلامیہ کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ ہر حیوان، جماد، عقد اور تصرف جس کے متعلق دلیل شرعی سے کوئی حکم مشروع نہ ہو تو اس کا حکم اباحت ہے۔ اس نقطۂ نظر سے قلت قانون یا قلت احکام کی وجہ سے کسی دور میں بھی کوئی حرج پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہر وہ چیز جس کے متعلق کوئی قانون نہیں وہ دراصل مباح اور جائز ہے۔

سہولت اور تخفیف

شریعت اسلامیہ کا یہ سب سے نمایاں وصف ہے چنانچہ بہت سے احکام میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ تشریع احکام کی حکمت تیسیر و تخفیف اور سہولت و آسانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی اور نرمی کا ارادہ رکھتا ہے تمہیں تکلیف و مشقت میں مبتلا کرنے کا ارادہ نہیں کرتا یرید اللہ ان یخفف عنکم اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ تخفیف اور سہولت کا معاملہ کیا جائے وما جعل اللہ علیکم فی الدین حرج اللہ تعالیٰ دین میں حرج پسند نہیں فرماتا۔

اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ ہمیشہ ان میں سے آسان کا انتخاب فرماتے جب تک کہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا لولا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواك عند كل صلوٰۃ اگر یہ بات میری امت پر دشوار نہ ہوتی تو میں ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

ان تمام باتوں کے علاوہ بھی خاص خاص حالات میں جن احکام پر عمل دشوار ہو تو رخصت کو مشروع کیا۔ چنانچہ ضرورت کے اوقات میں ممنوعات کو مباح قرار دیا اور فرض و واجب کے ادا کرنے میں حرج ہو تو

اس کے ترک کرنے کی اجازت دی۔ مرض، سفر، اکراہ، خطا، نسیان اور جہل کے عذروں کو تسلیم کیا اور احکام میں تخفیف کی۔

مصالح عامہ سے تشریع کا ربط و تعلق

اس کی دلیل یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اپنے اکثر احکام کی علت مصالح عوام بتلائی ہے اور متعدد شواہد سے اس بات کو واضح کیا ہے کہ تشریع احکام سے مقصود مصالح عوام کا تحقق ہے اور یہ بھی واضح کیا کہ اگر علت موجود ہے تو حکم موجود ہے، اور اگر علت موجود نہیں ہے تو حکم بھی موجود نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بعض احکام کی تشریع فرمائی اور پھر ان کو منسوخ کیا، اور جب مصلحت کا تقاضہ رہا تو ان میں ترمیم کیا۔ نماز میں بیت المقدس کی جانب متوجہ ہونے کو فرض کیا، پھر اس کو منسوخ کیا اور مسجد الحرام (کعبہ) کی طرف متوجہ ہونے کو فرض قرار دیا۔ بیوہ کی عدت ایک برس مقرر کی اور پھر اس کو منسوخ کیا اور اس کے عوض چار ماہ اور دس دن کی عدت مقرر کیا۔ قربانی کے گوشت کو ایام عید میں مدینہ آنے والے وفود کے خیال سے بچائے رکھنے سے منع فرمایا، پھر جب یہ وفود چلے گئے تو ان کے بچائے رکھنے کو مباح قرار دیا۔ زیارت قبور سے روکا اور پھر اس کی اجازت دی۔

غرض تشریع کے زمانہ میں یہ نسخ و تبدیل و ترمیم اس بات کی دلیل ہے کہ تشریع اسلامی مصالح عوام کا ساتھ دیتی ہے اور اسی ساتھ دینے کی وجہ سے شارعؑ نے تشریع کے وقت میں لوگوں کے عرف کا لحاظ رکھا۔ جب تک کہ وہ عرف اصول دین میں سے کسی اصول کو نہ مٹاتا ہو۔ اس بناپر شادی بیاہ میں کفو کا اعتبار کیا، میراث اور ولایت میں عصبیت کا لحاظ رکھا۔ عاقلہ پر دیت فرض کی، اس لئے کہ مصلحت لوگوں کی اسی میں تھی کہ ان کی عادتوں اور ان کے عرف کا لحاظ رکھا جائے۔ جب تک کہ وہ چیزیں کسی دینی اصل کے ساتھ نہ ٹکراتی ہوں اور کسی نقصان اور ضرر کا باعث نہ ہوں۔

عہد رسولؐ کا تشریعی ترکہ

تشریع کا اصل اول وحی الٰہی ہے جس سے قرآن میں احکام وارد ہیں اور تشریع کا اصل ثانی وہ اجتہاد رسولؐ ہے جس سے احکام کی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ان آیات اور احادیث کا مجموعہ عہد رسول کا تشریعی ترکہ اور اثاثہ ہے جو بعد آنے والوں کیلئے آثار اور وراثت ہے، اور یہی دور کے مسلمانوں کیلئے قانون اساسی ہے اور یہی ترکہ ہر زمانہ کے اسلامی مجتہدین کا مرجع اور ان کے اجتہاد کی بنیاد ہے۔ اور کسی بھی دور میں جب کوئی واقعہ رونما ہوا اور اس کے حکم پر دلالت کرنے والی کوئی چیز اس مجموعۂ نصوص میں موجود ہے تو کسی مجتہد کو اس بات کا حق و اختیار نہیں کہ وہ پیش آمدہ واقعہ کے حکم کے لئے اجتہاد کرے، اور جب ان نصوص سے کوئی نص قاطع اس واقعہ کے حکم پر دلالت نہ کرے تو اجتہاد کی گنجائش پیدا ہوتی ہے۔ لیکن شرط

یہ ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد میں اس مجموعۂ نصوص (قرآن و حدیث) پر اعتماد کرے۔ اور جو کچھ اس مجموعہ میں وارد ہے اسی کو سامنے رکھتے ہوئے قیاس کرے یا اس مجموعۂ نصوص کی اسپرٹ یا مفہوم یا اس کے مبادی عامہ کی روشنی میں ھدایت طلب کرے۔ اور اس کو یہ حق نہیں کہ اپنے اجتہاد سے ان نصوص میں سے کسی ایک نص کی بھی مخالفت کرے۔ یا ان کے اصولوں میں سے کسی اصول سے انحراف کرے۔

اس مجموعہ کے مقدارِ نصوص

اس مجموعہ میں نصوص کثیر نہیں ہیں۔ عبادات اور اس سے ملحق جہاد کے متعلق احکام کی آیتیں تقریباً ایک سو چار ہیں۔ معاملات اور احوال شخصیہ۔ جنایات اور قضا و شہادت کے متعلق تقریباً دو سو آیات ہیں اور احکام الٰہی والی حدیثیں چار ہزار یا پانچ سو ہیں جیسا کہ علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں ذکر کیا ہے اور ان احادیث میں اکثر وہ ہیں جو قرآن کے اجمالی احکام کا بیان اور تفصیل یا تاکید ہیں اور باقی احادیث ان امور کی تشریح سے متعلق ہیں جن کے بارے میں قرآن ساکت ہے۔

قرآن میں آیات احکام متعدد سورتوں میں پھیلے ہوئے ہیں کسی ایک موضوع قانون سے متعلق آیات ایک ہی سورۃ میں مجموعی طور پر جمع نہیں ہیں۔ مثلاً عقوبات کی آیتیں جو گنتی میں دس ہیں سورۃ بقر، سورۂ مائدہ، اور سورۂ نور میں پھیلی ہوئی ہیں۔ احکام مدنیہ (شہری و تمدنی قوانین) کی آیتیں جو ستر ہیں مختلف سورتوں میں پائی جاتی ہیں، اور یہی حال تمام احکام کی آیتوں کا ہے لیکن احکام والی حدیثوں کو حدیث کے راویوں سے ابواب فقہ کی ترتیب سے جمع کیا ہے۔ مثلاً بیع سے متعلق تمام احادیث کو باب البیع میں جمع کیا ہے اور اسی طرح احادیث حدود، احادیث رہن، احادیث شرکت، احادیث نکاح و طلاق وغیرہ کو علیحدہ علیحدہ ابواب میں منقسم کیا گیا ہے۔

اور یہ آسان ہے کہ ہر موضوع قانون میں اس موضوع سے متعلق تمام آیاتِ احکام اور احادیث احکام اور بعض صحابہ و تابعین کے وہ آثار جن کے اندر، ان نصوص کی تفسیر و تفصیل ہے تمام کو یکجا جمع کر دیا جائے اس صورت میں یہ مجموعہ ان بنیادی احکام پر مشتمل ہوگا جو اس موضوع قانون کے متعلق قرآن و حدیث میں وارد ہے۔

اس مجموعہ کے نصوص کا اسلوب

شریعت کے بیان میں آیاتِ احکام اور احادیث احکام کا ایک اسلوب نہیں ہے بلکہ متعدد اسالیب ہیں، اور تعبیر احکام کے صیغے بھی مختلف ہیں۔ چنانچہ تحریم پر دلالت کرنے کے لئے کبھی محرمات سے نہی کی گئی، اور نہی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور کبھی اس کے کرنے والے کو وعید کی گئی اور کبھی صراحت کی گئی، یہ حلال نہیں، یا یہ کہ وہ حرام ہے اور جو نصوص کسی واجب پر دلالت

کرتے ہیں، ان میں کبھی صیغۂ امر استعمال کیا گیا اور کبھی اس کے ترک پر وعید کی گئی اور کبھی اس بات کی صراحت کی گئی کہ وہ واجب ہے یا یہ کہ وہ فرض ہے اور کبھی لفظ "کُتِبَ" استعمال کیا گیا۔

ان اسالیب کے تنوع کا سبب یہ ہے کہ یہ نصوص مختلف اوقات میں اور مختلف حوادث اور مناسبات کے مطابق مشروع کئے گئے اور ہر مناسبت کے لئے ایک جداگانہ اسلوب اختیار کیا گیا۔ مثلاً تحریم پر دلالت کیلئے کبھی مناسبت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے کرنے والے پر وعید کی جائے اور کبھی یہ تقاضہ ہوتا ہے کہ صریح طور پر کہا جائے کہ وہ حرام ہے۔ چنانچہ جو مناسبت کسی حکم خاص کی تشریع و تشریح کی متقاضی ہو، اس کے بیان کے لئے ایک خاص اسلوب اختیار کیا جائے۔

اور ان اسالیب کے تنوع کا دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ قرآن کا مقصد صرف عقائد، اخلاق اور تشریع کا بیان ہی نہیں بلکہ اس کا مقصود قرآن کے معجزہ ہونے کا اظہار بھی تھا کہ لوگ اس کے مثل پیش کرنے سے عاجز ہوں۔ اور یہ بھی اس کا مقصود رہا کہ قرآنی اعجاز، رسول کریم کی صداقت وسچائی کی دلیل ہو اور اسالیب بیان کا تنوع ایک وجہ اعجاز ہے۔

جس طرح اسالیب نصوص کا تنوع۔ صیغوں اور عبارتوں کے اعتبار سے ہوا اسی طرح ایک دوسرے اعتبار سے بھی تنوع واقع ہوا۔ اور وہ یہ ہے کہ بعض نصوص میں بیان حکم کے بعد اس کی علت بھی پیش کی گئی اور اسکی تشریع کی حکمت بھی بیان کی گئی۔ اور بعض نصوص میں علت کا بیان ہے اور بعض نصوص میں علت کا بیان نہیں ہے۔ اس طریقہ میں یہ حکمت ہے کہ شارع نے قانون سازی کی علت اور بعض احکام کی حکمت بیان کرکے لوگوں کے ذہن وعقل کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ تمام احکام صرف تعبدی نہیں ہیں بلکہ ان کی علت، مصالح عمومیہ بھی ہے، اور اس طرح سے تشریع میں اجتہاد کا دروازہ کھول دیا تاکہ ہر دور میں تحقیق مصلحت اور دفع ضرر کے لئے تشریع یعنی قانون سازی کا سلسلہ جاری رہے۔

یہ نصوص عموماً تین قسم کے احکام پر مشتمل ہیں۔

پہلی قسم احکام اعتقادیہ جن کا تعلق اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں، اور یوم آخرت پر ایمان سے متعلق ہے۔ دوسری قسم احکام اخلاقیہ جن کا تعلق ان فضائل سے ہے جن سے آراستہ ہونا انسان پر واجب ہے۔ اور ان رذائل سے بھی ہے جن سے مبرا ہونا انسان پر واجب ہے۔ اور تیسری قسم احکام عملیہ جن کا تعلق افعال مکلفین سے ہے، جیسے عبادات ومعاملات، جنایات وخصومات، اور عقود وتصرفات۔

پہلی قسم تو وہ دین کی بنیاد ہے اور دوسری قسم اس بنیاد کی تکمیل ہے اور اس کے بیان میں قرآن

وسنت نے بہت تفصیل پیش کی ہے اور دلائل قائم کئے ہیں، اور ان ہی دونوں چیزوں سے اسلام کی ابتدا ہوی۔ چنانچہ مکہ میں مسلمان صرف عقائد اور اخلاق سے مخاطب کئے گئے کیونکہ عقیدہ کا پیدا ہونا اور اخلاق کا درست ہونا ہی وہ دو بنیادی اصول ہیں جن پر تشریع کی بنیاد قائم ہوسکتی ہے اور تیسری قسم، جو احکام عملیہ کی ہے، وہی فقہ ہے اور جب صرف لفظ احکام استعمال کیا جائے تو اس سے مراد یہی فقہ ہے۔ جو کوئی قرآن وسنت کے فقہ کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ انواع قوانین میں سے ہر نوع کے لئے قرآن میں خاص خاص نصوص ہیں جن میں احکام کا بیان ہے۔ عبادات اور اس سے متعلق احکام کی تقریباً ایک سو چالیس آیت ہیں۔ احوال شخصیہ، زواج اور طلاق اور میراث ووصیت وغیرہ کے متعلق تقریباً ستر آیات ہیں۔ اور معاملات میں بیع، اجارہ، رہن، شرکت، تجارت اور قرض وغیرہ سے متعلق ستر آیات ہیں۔ جرائم، جنایات، اور عقوبات سے متعلق تقریباً تیس آیات ہیں۔ اور فصل خصومات اور شہادت وغیرہ سے متعلق تقریباً دس آیات ہیں۔ ان تمام موضوعات میں سے ہر باب میں بہت ساری حدیثیں ہیں۔ بعض احادیث ان قرآنی احکام کی تفسیر ہیں جو مجمل ہیں۔ اور بعض احادیث وہ ہیں جو ایسے احکام کی شرح کرتی ہیں جو قرآن کے اندر موجود نہیں ہیں۔ اور اس طرح تمام احکام جزئیہ

کی تکمیل، متعدد کلی اصول تشریعیہ کے ساتھ ہوی۔ اور عہد رسولؐ نے تشریع کامل کا وہ سامان فراہم کیا جس سے ہر دور کی سوسائٹی میں مسلمانوں کی ضرورتیں اور حاجتیں پوری کی جاسکتی ہیں۔

عہدِ صحابہ

اس عہد کی ابتداء ۱۱ھ ہجری وفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوی اور پہلی صدی ہجری کے آخر میں اس عہد کا اختتام ہوا۔ اس عہد کو عہدِ صحابہ اس لئے قرار دیا گیا کہ جن لوگوں نے قانون سازی کی ذمہ داری سنبھالی وہ اکابر صحابہ تھے۔ یہ دور، دورِ تفصیل ہے جس میں قانون کی شرح وتفصیل کی گئی اور ان امور کے اندر جن میں کوئی نص واقع نہیں تھی استنباط کا دروازہ کھول دیا گیا۔ کیونکہ قرآن وسنت کے نصوص احکام کی تفصیل میں صحابہ کی بہت سی رائیں اور اقوال صادر ہوئے۔ اور یہ آراء واقوال، قانون کی تفصیل اور قانون سازی کے لئے مرجع ہیں اور ان حوادث میں جن کے اندر نص وارد نہیں ہے ان کے احکام کے متعلق بہت سے فتاوی دئے گئے، اور یہی فتاوی آنے والے ہر دور کے لئے اجتہاد و استنباط کی اساس وبنیاد ہیں۔

اس عہد میں قانون سازی کا اختیار کس کو تھا؟

عہد رسول جو تشریع اسلامی کا پہلا دور ہے، جس میں مسلمانوں کے لئے قانون مرتب ہوا اس کو عہد صحابہ میں تشکیل دیا گیا اور یہ تکوین تشکیل قرآن وسنت کے

نصوصِ احکام سے ہوی کیونکہ مسلمانوں میں سے ہر کوئی اس بات کی صلاحیت اور اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ بذاتِ خود ان نصوص کی طرف رجوع کر سکے اور ان احکام کو سمجھ سکے، جن پر یہ نصوص دلالت کرتے ہیں، عوام کے لئے ایک ہی صورت تھی کہ وہ ان لوگوں کے ذریعہ احکام کو جان لیں جو ان نصوص کا علم و ادراک کر سکتے ہیں۔

اور دوسری وجہ مسلمانوں میں عام طور سے اس قانون کے مواد (قرآن و سنت) کی ایسی نشر و اشاعت نہیں ہو سکی کہ ہر آدمی کے پاس یہ قانون پہنچ سکے، اس کی وجہ یہ رہی کہ پہلے عہد (عہد رسول ؐ) میں قرآن کریم خاص خاص صحف میں مدوّن ہو کر رسولِ کریم کے گھر اور بعض صحابۂ کرام کے گھر میں موجود تھا اور حدیث کی تدوین ہی نہیں ہوئی تھی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ حوادث اور وقائع کے لئے احکام کی تشریع کے خاطر قرآن و سنت کے نصوص صادر ہوے۔ فرضی حوادث اور وقائع فرضیہ کے لئے جن کے واقع ہونے کا احتمال ہو احکام صادر نہیں کئے گئے۔ دورِ صحابہ میں مسلمانوں کے لئے ایسی حاجتیں اور ضرورتیں پیش آئیں اور ایسے وقائع اور حوادث رونما ہوئے جو عہد رسول ؐ میں نہیں پیش آئے تھے اور جو نصوص امت کیلئے چھوڑے گئے تھے ان میں کوئی نص نہ تھی جو ان وقائع کے حکم پر دلالت کرے۔

ان تین وجوہ اور اسباب کی وجہ علماء صحابہ اور اکابرین امت نے یہ سمجھا کہ ایسے حالات میں ان کے اوپر قانون سازی کا فرض عائد ہوتا ہے جن کو ادا کرنا ایک اہم فریضہ ہے اور یہ فرض یہی تھا کہ وہ مسلمانوں کو قرآن و سنت کے نصوصِ احکام کی تفسیر بیان کریں جن کی انہیں ضرورت اور حاجت ہے۔ اور آیات قرآن اور حدیثِ رسول ؐ سے جو کچھ انہوں نے یاد رکھا تھا اس کو مسلمانوں میں پھیلا دیں اور پیدا ہونے والے نئے نئے مسائل کا حل تلاش کریں اور ایسے حوادث، قضایا اور وقائع سے متعلق احکامات اور فتوے صادر کریں جن میں کوئی نص موجود نہیں۔

ان حالات کے تحت علماء صحابہ نے اس واجب تشریعی کے تحت، نصوص کی تفسیر کا کام شروع کیا اور ایسے مسائل اور معاملات میں فتویٰ دینا شروع کیا جن میں کوئی نص وارد نہیں ہے اور تمام مسلمان رسولِ کریم ؐ کی وفات کے بعد مسائل کے حل کے لئے ان ہی اکابر صحابہ کی طرف رجوع کرتے تھے اور ان ہی حضرات کو اس دور میں تشریع کا اختیار حاصل تھا۔ قانون سازی کا یہ حق جو ان کو حاصل ہوا یہ کسی خلیفہ کے تعین و تقرر یا امت کے انتخاب کی وجہ سے نہیں ہوا۔ بلکہ انہیں یہ حق اپنی شخصی امتیازات و خصوصیات کی وجہ سے حاصل ہوا، انہیں نبی کریم ؐ کی طویل صحبت نصیب ہوی تھی اور انہوں نے قرآن و سنت کو حفظ کیا تھا۔

نزولِ آیات کے اسباب اور رسولِ کریم کی سنت کے مواقع ان کے علم و مشاہدہ میں تھے۔ اور ان صحابۂ کرام میں وہ افراد بھی تھے جن سے رسولِ کریمؐ اپنے اجتہاد میں مشورہ لیتے تھے۔ ان ہی گوناگوں فضیلتوں اور خصوصیتوں کی وجہ سے وہ اس بات کے اہل قرار پائے کہ نصوص کی تشریح کرے اور ان امور میں اجتہاد کرے جن کے اندر نص نہیں ہے اور وہ بجا طور پر اس بات کے مستحق اور قابل تھے کہ تمام مسلمان ان کی طرف رجوع کریں اور ان پر اعتماد کریں۔

مدینہ منورہ میں یہ حضرات تھے، خلفائے راشدین حضرت زید بن ثابت۔ حضرت ابی ابن کعب۔ حضرت عبداللہ بن عمر۔ حضرت عائشہ اور مکہ میں حضرت عبداللہ بن عباس تھے اور کوفہ میں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود تھے۔ بصرہ میں حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے اور شام میں حضرت معاذ بن جبل، اور حضرت عبادہ بن صامت تھے۔ اور مصر میں حضرت عبداللہ عمرو بن عاص تھے۔

اور جو صحابہ فتویٰ دیا کرتے تھے ان کی تعداد ایک سو تیس ہے جس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ لیکن ان میں زیادہ مشہور وہی تھے جن کا ذکر کیا گیا۔

عہدِ صحابہ کے شروع میں فتویٰ دینے والے صحابۂ کرام مدینۂ منورہ میں تھے لیکن فتوحات اسلامیہ کی توسیع کے بعد وہ مختلف شہروں میں پھیل گئے۔ اسی لئے اس عہد کے ابتداء میں قانون سازی جماعت کے اجتہاد سے ہوتی رہی صحابۂ کرام مختلف شہروں میں منتشر ہو جانے کے بعد قانون سازی افراد کے اجتہاد سے ہونے لگی۔

اس دَور میں قانون سازی کے اصول

اس عہد میں قانون سازی کے تین اصول تھے۔ قرآن حدیث اور اجتہادِ صحابہ۔ جب کوئی واقعہ پیش آتا یا کوئی خصومت واقع ہوتی تو فتویٰ دینے والے صحابۂ کرام کتاب اللہ میں غور و فکر کرتے۔ اگر اس میں کوئی نص پاتے جو اس واقعہ اور خصومت کے حکم پر دلالت کرے تو اس کو نافذ کر دیتے، اور اگر قرآن و حدیث دونوں میں اس واقعہ کی اور خصومت کے حکم پر دلالت کرنے والی کوئی نص نہیں پاتے تو اجتہاد کرتے۔ اور جن معاملات میں نص وارد ہے اس پر قیاس کر کے یا شریعت کی روح یا مصالحِ عوام کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے حکم کا استنباط کرتے تھے۔

قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنے کی دلیلیں وہ آیاتِ کثیرہ ہیں جن میں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور آپس کے متنازع اور مختلف فیہا امور کو اللہ اور رسولؐ کی طرف لوٹانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جن میں اللہ اور رسولؐ کے فیصلہ کو تسلیم اور قبول کرنے کو ضروری قرار دیا گیا۔

صحابۂ کرام کے اجتہاد کرنے کی دلیل وہ ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاہدہ

کیا۔ جس وقت آپ پر وحی الٰہی نازل نہ ہوتی تو اجتہاد کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور رسول کریمؐ نے جب حضرت معاذ کو یمن بھیجا تو ان سے پوچھا تم فیصلہ کیسے کروگے کہا کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرونگا۔ آپؐ نے فرمایا اگر اس میں کوئی حکم نہ ملے۔ معاذؓ نے عرض کیا سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا اگر وہاں بھی تمہیں کوئی حکم نہ ملے؟ اس پر حضرت معاذ نے عرض کیا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ حضرت معاذ کے اس کہنے پر حضورؐ نے منع نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا، تمام تعریفات اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے رسولؐ کے قاصد کو اس بات کی توفیق عطا فرمائی۔

ان دو چیزوں کے علاوہ صحابہ کے اجتہاد کی وجہ ایک اور یہ بھی ہے کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ تشریع احکام اور قانون سازی کا مقصد عوام کے مصالح کا تحقق ہے۔ اور جب کبھی مصلحت کسی خاص حکم کا تقاضہ کرے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس مصلحت کے تحقق کیلئے قانون بنائیں۔

ان میں دلائل کی بنا پر فتویٰ دینے والے صحابہ کرام اس بات پر متفق تھے کہ ان تین مصادر تشریع (یعنی قرآن حدیث اور اجتہاد صحابہ) کی طرف رجوع کریں اور ان مصادر میں اسی ترتیب کا لحاظ رکھا جائے۔

اس دور میں مصادر تشریع پر کیا حالتیں طاری ہوئیں

اس عہد میں مصدر اول (قرآنی آیات و احکام) پر ایک نئی حالت طاری ہوئی جس کا تشریعی اثر ابدی ہے اور یہ حالت قرآن کی تدوین کے ضمن میں آیات کی تدوین ہے اور تمام مسلمانوں میں اسکی نشر و اشاعت سرکاری طریقہ پر ہوئی جس کی وجہ سے یہ بات آسان ہوگئی کہ مسلمان جس ملک میں بھی رہیں وہ ان نصوص کا علم حاصل کریں اور ان احکام کو حفظ کریں۔

رسول کریمؐ نے اپنی حیات میں ہی قرآن کی تدوین کیلئے کاتبان وحی کو مقرر فرمایا تھا۔ جب بھی آپ پر قرآن کی آیت یا کئی آیات نازل ہوتیں تو آپ مسلمانوں کے سامنے تلاوت فرماتے اور جو کاتبان وحی حاضر ہوتے وہ آیات کو لکھ لیتے تھے۔ ان کاتبوں کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ کرام بھی اپنے نزدیک قرآن کا نسخہ محفوظ رکھنے کے لئے وہ بھی کتابت کر لیا کرتے تھے اور صحابہ کرام کی اکثریت آیات نازل ہوتے ہی ان کو حفظ کر لیتی تھی رسول کریمؐ کی وفات ہوئی تو تمام آیات قرآنی مدون ہو چکے تھے اور بہت سے صحابہ کرام نے پورے قرآن کو حفظ کر لیا تھا اور بعض صحابہ ایسے بھی تھے جن کو قرآن کا اکثر حصہ یاد تھا۔

رسول کریم کی زندگی میں قرآن کی کتابت کبھی ورق پر ہوتی اور کبھی سفید پتلے پتھر پر ہوتی اور کبھی کھجور کے درخت کی چھال پر ہوتی تھی۔ کاتبان وحی میں سے ہر ایک کاتب کے نزدیک اپنی تحریر کا مجموعہ تھا اور

اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے گھر میں اور بعض صحابہ کے گھروں میں بھی قرآن کا مجموعہ تھا۔ لیکن یہ تمام تدوین شدہ مکتوبات ایک مصحف کی شکل میں نہیں تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں مرتدین کے خلاف جنگیں شروع ہوئیں اور بہت سارے صحابہ کرام ان لڑائیوں میں شہید ہونے لگے تو صاحبانِ امر کو یہ اندیشہ لاحق ہوگیا کہ صحابۂ کرام کی شہادت کی وجہ سے ان کے پاس قرآن کا جو حصہ موجود ہے، وہ ضائع ہو جائے گا۔ اس لئے حضرت ابوبکر کو رائے دی گئی کہ جو کچھ قرآن کی تدوین حضور اکرم ﷺ کے دستِ مبارک سے ہوئی ہے ان سب کو باہم ملا دیا جائے اور ان سب کا ایک مجموعہ تیار کر لیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے یہ ذمہ داری حضرت زید بن ثابت کو دی۔ کیونکہ یہی کاتبانِ وحی میں سب سے زیادہ مشہور تھے اور پورا قرآن انہیں حفظ تھا۔

حضرت زید نے کاتبانِ وحی کے تمام مجموعوں کو متفرق صحابہ کے مجموعوں سے باہم مقابلہ کیا اور اس کے علاوہ مختلف حفاظ سے بھی ان تمام مجموعوں کا مقابلہ کیا۔ اس طرح سے جمع شدہ تدوین کو مکمل کیا گیا اور یہ تمام کارروائی مہاجرین و انصار اور تمام مسلمانوں کے علم اور ان کی حاضری میں ہوئی۔ اور یہ تیار شدہ مجموعہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہا اور حضرت عمر کی شہادت کے بعد حضرت حفصہ کی حفاظت میں رہا۔

حضرت عثمان غنی نے اپنے زمانۂ خلافت میں ام المومنین حضرت حفصہ کے پاس سے یہ مجموعہ منگوالیا۔ اور حضرت زید اور اکثر صحابۂ کرام سے اس کی متعدد نقلیں کروائیں تاکہ تمام شہروں میں اس کے نسخے پھیلا دئے جائیں اور مسلمانوں کو قرآن کی طرف رجوع کرنے میں سہولت پیدا ہو جائے۔ اور اختلافِ لہجات کی وجہ سے کوئی فتنہ واقع نہ ہو۔ ان تیار شدہ نسخوں میں سے حضرت عثمان نے اپنے پاس ایک رکھ لیا اور باقی مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ اور دمشق روانہ کئے گئے، جہاں یہ نسخے جامع مسجد میں رکھ دئے گئے۔ اور مسلمان وہاں جاکر حفظ کر لیتے اور بغیر تغیر و تبدل کے اس سے نقل کر لیتے۔

اس عمل کا دائمی اثر یہ ہوا کہ قرآن کتابت اور حفظ کے لحاظ سے متواتر طریقہ پر نقل ہوتا رہا اور تمام آیات متواتر ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت ہو گئیں اور مسلمانوں کو اس کی روایت اور راویوں کے اسانید کے معاملہ میں جستجو کی ضرورت نہ رہی اور اسی وجہ سے قرآن میں کوئی اختلاف واقع نہیں ہوا۔

اور دوسرا التشریعی اصل، سنت کے نصوص احکام اس عہد میں مدون نہیں ہوئے۔ دوسرے خلیفہ حضرت عمر نے تدوینِ سنت سے متعلق غور کیا۔ لیکن غور و فکر اور مشورہ کے بعد آپ کو یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں سنت

کی تدوین قرآن و حدیث کے اختلاط کا سبب نہ ہو جائے۔
اس خیال سے آپ نے سنت کی تدوین نہیں کی۔ پہلی صدی ہجری بغیر تدوین سنت ہی کے ختم ہو گئی۔ صرف حضرت عبداللہ عمرو بن العاص کے نزدیک احادیث کا مجموعہ تھا۔ جس کو وہ صادقہ کہتے تھے۔ جس میں انہوں نے صرف ان ہی احادیث کو جمع فرمایا تھا جن کو انہوں نے حضور اکرم سے سُنا تھا۔

عدم تدوین سنت کے باوجود بعض ایسی احتیاطیں اختیار کی گئیں جن کی وجہ سے سنت کی روایات پر اعتماد پیدا ہوا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر کسی راوی سے اس وقت تک حدیث قبول نہیں کرتے جب تک کہ وہ اس کی تائید میں کوئی شاہد پیش نہ کرے اور حضرت عمرؓ راوی سے مطالبہ کرتے تھے کہ وہ اپنی روایت پر گواہ پیش کرے۔ اور حضرت علیؓ راوی سے قسم لیتے تھے ورنہ اس کی روایت قبول نہیں فرماتے۔ لیکن یہ تمام احتیاطیں تدوین کی جگہ نہ لے سکیں۔

ابتدائے اسلام میں سنت کی تدوین نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ علمائے اسلام مجبور ہو گئے کہ حدیث کے راویوں کی چھان بین کرے اور ان کے اعتماد کے درجے متعین کرے، اور راویوں کے اعتبار سے حدیثوں کی تقسیم کرے۔ جیسے احادیث قطعی الثبوت اور احادیث ظنی الثبوت، پھر ظنی احادیث کی تقسیم کہ آیا وہ صحیح ہیں یا حسن یا ضعیف۔

اور انہیں اس بات کی بھی ضرورت لاحق ہوئی کہ روایت حدیث کا فن وضع کرے اور اس فن میں متعدد کتابیں لکھے۔

عدم تدوین کا دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی ایک مجموعۂ سنت پر مسلمان متفق نہ ہو سکے جس طرح کہ قرآن کے مجموعہ پر متفق ہوئے تھے ایسی صورت حال میں تحریف اور دانستہ اور نادانستہ طور پر زیادتی اور نقص و کمی کی گنجائش پیدا ہو گئی جو آگے چل کر یہ اختلاف رونما ہوا کہ آیا سنت مصدر تشریعی اور حجت و دلیل ہے یا نہیں؟ اور اعتماد کے معاملہ میں بھی یہ اختلاف پیدا ہوا کہ کن روایتوں سے حجت قائم کی جا سکتی ہے اور کن روایتوں سے قائم نہیں کی جا سکتی۔

اور تیسرا مصدر تشریعی اجتہاد صحابہ ہے۔ صحابہ کے آثار اور فتوے بھی مدون نہیں ہوئے تھے اور ان کے فتوؤں سے متعلق یہی سمجھا جاتا تھا کہ یہ افراد کی رائیں ہیں، اگر صحیح ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اگر غلط ہیں تو ان کی طرف سے ہیں، اور ان میں سے کوئی صحابی بھی اپنے فتویٰ کو کسی مسلمان پر واجب العمل نہیں قرار دیتا تھا۔ اور کئی مسائل میں حضرت عمرؓ، حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اختلاف رکھتے تھے اور کئی معاملے میں حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس سے مختلف رائے رکھتے تھے۔ جن وقائع کے احکام میں صحابۂ کرام مختلف تھے وہ بہت ہیں اور ان کی دلیلیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بحث میں کس قدر آزادی تھی اور وہ مصالح

حاصل کرنے اور مفاسد دور کرنے کے لئے کس قدر فکر کرتے تھے۔

اس عہد میں طریق تشریع

اصولِ تشریع کے تعلق سے اس عہد کے قانون ساز صحابہ نے جو طریقہ اختیار کیا وہ یہ تھا۔ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو اس کے حکم پر دلالت کرنے والی کوئی نص، قرآن وسنت میں پاتے تو اس حد سے تجاوز نہیں کرتے بلکہ اپنی ساری کوششیں اس کی مراد کو سمجھنے میں صرف کردیتے اور اگر اس پیش آنے والے واقعہ کے حکم پر دلالت کرنے والی کوئی نص قرآن وسنت میں نہیں پاتے، تو اس کے حکم کا استنباط کرتے اور اپنے اس اجتہاد میں اس ملکہ پر اعتماد کرتے جو رسول ﷺ کی صحبت سے پیدا ہوا تھا اور حضور ﷺ کے اجتہاد اور تشریع کے مشاہدے اور اسرار تشریع اور مبادی عامہ کے علم ومعرفت سے انہیں ملا تھا اور کبھی کسی واقعہ کے حکم کے استنباط کے لئے کوئی نص نہیں ہے، تو اس کا قیاس اس واقعہ اور حکم پر کرتے جس میں نص وارد ہے، اور کبھی مصلحت کے تقاضے کے مطابق قانون بناتے اور کبھی مفسدہ اور خرابی کے دفع کرنے کے لئے قانون بناتے، اور ان مصلحتوں کے معاملہ میں جن کا لحاظ رکھنا ضروری تھا اپنی طرف سے کسی قید کے ذریعہ مقید نہیں کرتے تھے۔ اس طرح ان امور کے اندر جن میں کوئی نص نہیں ہے ان کے اجتہاد کے لئے گنجائش کا میدان بہت وسیع رہا۔ اور اس میں لوگوں کی حاجات اور مصالح کے لئے کافی وسعت تھی۔ اسلام میں مختلف قومیں اور دُور افتادہ ملکوں کے باشندے داخل ہوے اور ان کے تمام معاملات اور حاجات کی تشریع کے لئے صحابۂ کرام کا آزادانہ اجتہاد پوری طرح کفیل تھا۔

اس عہد کے دَورِ اول میں (خلافتِ صدیق اور خلافت عمر کے ابتدائی زمانہ) میں جن امور میں نص وارد نہیں ہے ان کے لئے تشریع کا اختیار اکابر صحابہ کی جمعیت کو حاصل تھا اور ان سے جو بھی احکام صادر ہوے پوری امت کے لئے احکام سمجھے جاتے۔

امام بغوی نے مصابیح السنہ میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کے سامنے جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ کتاب اللہ میں دیکھتے اگر کوئی ثبوت مل جاتا، تو فیصلہ صادر فرماتے۔ اگر کتاب اللہ میں کوئی بات نہیں ملتی تو سنت کی طرف توجہ فرماتے۔ اس میں کوئی چیز مل جاتی تو فیصلہ فرماتے۔ اگر کوئی ثبوت نہیں ملتا تو باہر نکل کر مسلمانوں سے سوال کرتے اور کہتے کہ میرے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا ہے کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے کہ ایسے معاملہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی فیصلہ فرمایا ہے؟ آپ کی آواز پر کئی لوگ جمع ہوجاتے اور حضور اکرم کے فیصلوں کو پیش فرماتے جن کی روشنی میں حضرت ابوبکر فیصلہ صادر فرماتے اور کہتے۔ سب حمد اللہ کے

لئے ہے جس نے ہمارے درمیان ایسے لوگوں کو موجود رکھا ہے، جو اپنے سینوں میں ہمارے نبیؐ کے فیصلوں کو محفوظ رکھا ہے۔

اور اگر اس صورت اور طریقہ سے بھی کوئی نظیر سامنے نہیں آتی تو حضرت ابوبکرؓ اکابر صحابہ، خیار صحابہ اور رؤسا کو جمع فرماتے اور ان سے رائے مشورہ کرتے اگر ان کی رائے متفق رہی تو فیصلہ فرماتے۔

حضرت عمرؓ کا بھی یہی طریقہ تھا اور آپ حضرت ابوبکرؓ کے فیصلوں کی بنیاد پر بھی فیصلے فرماتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جو اجتماعات منعقد فرماتے تھے ان کی وجہ سے آراء میں اختلاف شاذ و نادر ہوتا تھا۔ کیونکہ اکابر صحابہ میں سے ہر ایک دوسرے کے سامنے اپنی رائے پیش کرتا اور اپنی رائے کے حق و صواب ہونے کے اسباب و وجوہ بیان کرتا نتیجۃً اکثر احکام جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس پر صحابۂ کرام نے اجماع کیا ہے وہ اس دور کے اسی مدت (خلافتِ صدیق و فاروق کی ابتداء) میں مشروع ہوئے۔

اسلامی مملکت میں جب وسعت پیدا ہوئی اور بہت سے ممالک فتح ہوئے تو اکابر صحابہ مختلف ملکوں میں پھیل گئے اور مدینہ منورہ میں خلیفہ کے لئے یہ آسان نہ تھا کہ وہ سب اکابر صحابہ کو جمع کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ قانون سازی کا اختیار، انفرادی حیثیت اور مقامی جماعت میں بٹ گیا۔ چنانچہ اسلامی ممالک کے ہر شہر میں ایک یا اکثر افراد ایسے تھے جو اُن امور میں فتویٰ دیتے تھے جن کے لئے کوئی نص وارد نہیں اور نصوص کی تفسیر و تشریح کرتے تھے۔ اس چیز کا لازمی نتیجہ یہ ہوا، بہت سے احکام وقائع میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ جس کے متعدد اسباب ہیں۔

پہلا سبب یہ تھا کہ قرآن و سنت کے اکثر نصوص احکام اپنی مراد پر قطعی طور پر دلالت نہیں کرتے، بلکہ وہ دلالت ظنی طور پر ہوتی ہے جیسا کہ ایک معنی کے احتمال پر بھی دلالت ہوتی ہے اسی طرح دوسرے معنی کے احتمال پر بھی دلالت ہوتی ہے اور یہ اس لئے کہ نص میں ایسے لفظ بھی استعمال کئے گئے ہیں جو لغت کے اعتبار سے دو، یا زائد معنوں میں مشترک ہیں۔ یا ان میں ایسا لفظ عام ہے جس میں تخصیص کا احتمال ہے یا ایسا لفظ مطلق ہے جس میں قید کا احتمال ہے۔ ہر مجتہد اپنے نقطۂ نظر اور عبارت کے قرائن کے پیش نظر جس احتمال کو ترجیح دیتا اسی کے مطابق قانون کو ڈھالتا ہے۔ فہم نصوص میں اختلاف کی بنا پر جن جزئیات میں اختلاف پیدا ہوا وہ بہت سی ہیں ۔۔۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ اس دور میں سنت کی تدوین نہیں ہوئی تھی۔ اور لوگ ایک مجموعۂ سنت پر مجتمع نہیں ہوئے تھے۔ اور ایسے مجموعہ کی اشاعت مسلمانوں میں نہیں ہوئی جو تمام کے نزدیک مسلم ہو۔ بلکہ اس دور میں سنت، روایت اور حفظ کے ذریعہ نقل ہوتی رہی اور

ایسے مواقع بھی پیش آئے کہ مصر کا ایک مفتی جو جانتا وہ دمشق کا مفتی نہیں جانتا۔ اور ان مفتیوں میں سے بعض جن کو اپنے فیصلہ سے پہلے جب حدیث کا علم نہیں تھا وہ حدیث مل جانے کے بعد اپنے فتویٰ اور رائے سے رجوع فرماتے تھے۔

اور تیسرا سبب یہ تھا کہ لوگ جن سوسائٹیوں میں زندگی بسر کر رہے تھے وہ باہم مختلف تھیں، اور ان کی حاجتیں اور ضرورتیں اور مصالح بھی مختلف تھیں، جن کے لئے قانون وضع کیا جاتا تھا۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کے لئے وہ صورت حال پیش نہیں آئی تھی جو شام میں حضرت معاویہ کو پیش آئی تھی اور یہی حالت ہر ایک دوسرے ملک میں بسنے والے مفتی اور قانون ساز کی تھی۔ اس طرح ہر ملک کی جداگانہ سوسائٹیوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے مصالح کا اندازہ لگانے میں لوگوں کے نقطۂ نظر مختلف ہوتے تھے۔

اس عہد کا تشریعی ترکہ

اس عہد کا تشریعی ترکہ تین چیزوں پر مشتمل ہے پہلی چیز: قرآن وسنت کے نصوصِ احکام کی قانونی شرح کیونکہ مجتہدین صحابہ جب نصوصِ احکام میں بحث کرتے تاکہ ان نصوص کو وقائع پر منطبق کر سکیں تو ان کے سمجھنے اور ان کی مراد معلوم کرنے میں ان مجتہدین کی رائیں مختلف ہوتی تھیں۔ اور وہ اپنے آراء و خیالات کا اندازہ کرنے میں کہ وہ کس حد تک صحیح ہیں اپنے ملکۂ لسانیہ ملکۂ تشریعیہ اور حکم تشریع اور اسباب نزول قرآن اور اسباب ورودِ سنت سے واقفیت پر اعتماد کرتے تھے۔

اور ان آراء و خیالات کے مجموعہ سے نصوصِ احکام کی ایسی قانونی شرح تشکیل پاتی تھی جو ان نصوص کی تفسیر کے لئے اور ان نصوص کے اجمال کی شرح کے لئے اور ان کے تطبیق کے طریقوں کے لئے سب سے زیادہ قابلِ اعتماد مرجع تھی۔ چنانچہ یہ بات تفسیر القرآن بالسنّہ جیسے تفسیر ابن عباس یا تفسیر محمد ابن جریر طبری یا تفسیر ابن کثیر سے واضح ہوتی ہے۔

دوسری چیز جن وقائع کے متعلق کوئی حکم منصوص نہیں ہے۔ ان میں صحابۂ کرام کے متعدد اجتہادی فتوے ہیں کیونکہ مجتہدین صحابہ پیش آنے والے واقعہ کے متعلق جب قرآن وسنت میں کوئی نص نہیں پاتے تو اس واقعہ کا حکم استنباط کرنے کے لئے استنباط کے متعدد طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے اجتہاد کرتے تھے اور اس استنباط کے ذریعہ سے متعدد وقائع اور مختلف ملکوں میں بہت سے احکام بیان کئے گئے اور اس عہد کی ابتدا میں جو فتاویٰ صادر ہوئے ان کی کیفیت، اُن فتاویٰ سے مختلف تھی جو اُن کے بعد صادر کئے گئے۔ کیونکہ بہت سارے فتاویٰ جو پہلے صادر ہوئے وہ تمام جماعتی اجتہاد

سے دئے گئے تھے۔ اور جو بعد میں صادر ہوئے وہ افراد کے اجتہاد سے دئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان فتوؤں میں اختلاف ہو گیا۔ بعض رجال حدیث نے تدوین سنت کے پہلے دور میں، صحابۂ کرام کے فتوؤں کی تدوین کا ارادہ کیا تاکہ سنت کے ساتھ ساتھ مختلف ابواب احکام میں فتوے بھی محفوظ ہو جائیں۔ چنانچہ یہ تیسرے عہد تشریعی کے باب میں واضح ہو جائے گا کہ ان فتاویٰ سے استدلال کرنے میں ائمہ کے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو صحابہ کے فتوؤں سے الگ فتویٰ دینا نہیں چاہتے تھے اور ان میں وہ ائمہ بھی تھے، جو صحابہ کے فتوؤں سے اختلاف کر جاتے تھے۔

تیسری چیز، خلافت اور خلیفہ سے متعلق ابتدائی سیاسی گروہ بندی، جو بعد میں چل کر مذہبی گروہ بندی ہو گئی جس کا قانون سازی پر بہت اثر پڑا۔ شہادت عثمانؓ کے بعد جب حضرت علیؓ کی خلافت کی بیعت لی گئی اور حضرت معاویہ نے آپ کی مخالفت شروع کی اور دونوں فریقین میں جنگ ہوئی اور حکمین مقرر کئے گئے تو نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان تین گروہ میں بٹ گئے۔ خوارج۔ شیعہ۔ اور اہل سنت والجماعت۔

خوارج مسلمانوں کی وہ جماعت ہے جو حضرت عثمان کی خلافت اور ان کی سیاست کی وجہ سے عداوت رکھتی تھی۔ اور حضرت علی سے تحکیم کے قبول کرنے کی وجہ سے دشمن ہو گئی اور حضرت معاویہ سے قوت کی زور سے خلافت حاصل کرنے پر، ان سے دشمنی رکھتی تھی۔ غرض وہ ان سب کے مخالف تھے اور سب سے لڑتے تھے۔ ان کا اصول یہ تھا کہ مسلمان آزادانہ انتخاب سے کسی ایسے شخص کو خلیفہ بنائیں جس میں خلافت کے لئے موزوں صفات کافی مقدار میں پائے جاتے ہوں۔ چاہے وہ قریشی ہو یا غیر قریشی، بلکہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اور خلیفہ کی طاعت اسی وقت واجب ہے۔ جب وہ اپنے عمل میں قرآن و سنت کا پابند ہے۔ اگر وہ قرآن و سنت کی حدود سے تجاوز کرے تو اس کی نافرمانی واجب ہے۔ وہ اپنے اصول کی تائید میں اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں تمام شدت اور سختی کے وسائل جنگ اختیار کرتے تھے۔

شیعہ مسلمانوں کی وہ جماعت ہے، جو حضرت علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد سے محبت رکھتے تھے، اور اس محبت میں غلو سے کام لیتے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت علی اور ان کی اولاد ہی خلافت کی حقدار ہے، کوئی دوسرا نہیں، اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں جن کے حق میں رسولؐ نے اپنے بعد خلافت کی وصیت فرمائی۔ پھر وہ بھی وارث خلافت کی تعین میں باہم مختلف فرقوں میں بٹ گئے جیسے کیسائیہ، زیدیہ، اسماعیلیہ اور جعفریہ۔ ان میں سے ہر فرقہ اولاد علی میں سے ایک خاص شاخ کو خلافت کا حقدار سمجھتا تھا۔

جمہور المسلمین وہ اہل سنت ہیں جنہوں نے نہ مذہب

خوارج اختیار کیا اور نہ مذہب شیعہ۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خلافت کسی ایک کے لئے وصیت کی بنا پر قائم نہیں ہے۔ ان کی رائے یہ تھی کہ قریش میں سے خلیفہ منتخب کیا جائے اور وہ خلفاء اور صحابہ کے درمیان ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے اور وہ صحابہ کے آپس کے جھگڑوں کی یہ تاویل کرتے تھے کہ یہ امور سیاسیہ میں اجتہاد کا نتیجہ ہے اور اس سے نہ کفر کا تعلق ہے اور نہ ایمان کا تعلق ہے۔

سیاسی اسباب کی بنا پر مسلمانوں کا ان تین گروہوں میں بٹ جانے کی وجہ سے قانون سازی پر بہت گہرا اثر پڑا کیونکہ خوارج ان احکام کو نہیں مانتے تھے جو حضرت عثمان حضرت علی اور حضرت معاویہ یا ان کی مدد کرنے والے صحابی کی روایت سے ثابت ہوتے تھے اور ان کی تمام احادیث آراء اور فتاویٰ کو رد و انکار کرتے تھے۔ اور صرف ان لوگوں کی روایات کو ترجیح دیتے تھے جن سے وہ راضی تھے یا اپنے علماء کے آراء و فتاویٰ کو قبول کرتے تھے اس طرح سے ان کے لئے ایک خاصہ فقہ ہو گئی۔

اور اسی طرح شیعہ نے بھی بہت سی حدیثوں کو رد کیا۔ جن کو جمہور صحابہ کرام نے روایت کیا تھا۔ ان صحابہ کے آراء اور فتووں پر ان کا مطلق اعتماد نہ تھا۔ شیعہ کا ہر گروہ صرف ان احادیث پر اعتماد کرتا تھا جن کو اہل بیت میں سے ان کے ائمہ نے روایت کی ہو۔ اور صرف ان ہی کے فتاویٰ قبول کرتے تھے۔ اس طرح سے ان کے لئے بھی ایک الگ فقہ ہو گئی۔ ان کے فقہ کی مطبوعہ کتابیں بے شمار ہیں۔

اہلسنت جمہور مسلمین ہر اس حدیث کو مانتے اور اس سے استدلال کرتے جو ثقہ اور عادل کی روایتوں سے صحیح ثابت ہوں جس میں وہ صحابہ کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے تھے اور وہ تمام صحابہ کرام کے فتاویٰ اور آراء کو قبول کرتے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اور اس طرح ان کے احکام اور خوارج و شیعہ کے احکام سے متعدد موضوعات میں مختلف ہو گئے جیسے میراث، وصیت عقود اور زواج وغیرہ۔

(بقیہ مضمون اگلے شمارہ میں ملاحظہ کیجئے)

صدیقی شجاعت و استقامت: جب عرب قبائل میں ارتداد کی آگ بھڑکی اور بہت سے قبائل نے صاف یہ کہنا شروع کیا کہ ہم نماز، روزہ اور حج کی فرضیت کے قائل ہیں لیکن ہم زکوٰۃ کو یہ مقام دینے کیلئے تیار نہیں، اس پر حضرت ابوبکرؓ تڑپ اٹھے۔ أینقص الدین وانا حیّ کیا میرے جیتے جی دین میں قطع و برید ہو سکتی ہے۔ بس اسی وقت اس فتنہ کے سدباب کیلئے اپنی جان کی بازی لگا دی اور انکی دینی غیرت اور انکی شجاعت و استقامت نے ہمیشہ کیلئے دین کو کسی تحریف سے محفوظ کر دیا کہ آج زکوٰۃ کا رکن اسی طرح زندہ ہے جسطرح نماز، روزہ اور حج۔

—— (ملت میں مومن کا مقام)

خواتین اسلام کے نصیحت آموز واقعات

مولوی محمد شبیر احمد
چودھری لطیف سیفی

نئی نسل کی ذہنی اور فکری تعمیر و تشکیل میں خواتین کا غیر معمولی حصّہ ہوا کرتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے خواتین پر یہ ذمہداری عائد کی ہے کہ وہ اسلامی کردار کا اعلیٰ نمونہ پیش کریں۔ تاکہ اس کے اچھے اثرات ساری قوم پر مرتب ہوسکیں۔ تاریخ اسلام میں ایسی بے شمار عورتیں منصب شہود پر جلوہ افروز ہوئیں جن کے کردار کی روشنی آج بھی ملّت کے لئے چراغ راہ کا کام دے رہی ہے۔ ذیل کے مضمون میں خواتین اسلام کے چند نصیحت آموز واقعات کو پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت امّ المومنین امّ حبیبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے قبل عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ دونوں میاں بیوی بیک وقت مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت حبشہ کی سعادت و نعمت حاصل کی۔ حبشہ پہنچنے کے بعد آپ کا شوہر مرتد ہوا اور اسی ارتداد کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوگیا۔ آپؓ نے ایام عدت کی تکمیل حبشہ ہی میں کی۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ جسے آپ نے انتہائی خوشی و مسرت کے ساتھ قبول فرمایا۔ اور بادشاہِ حبشہ کی معرفت آپ کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگیا۔ اس کے بعد آپ وہاں سے مدینۂ منورہ تشریف لائیں۔ ان دنوں میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان خون ریز جنگوں کا سلسلہ چل رہا تھا۔ آپ کے والد ابوسفیان جو ابھی تک اسلام کی نعمت سے بہرہ ور نہیں ہوئے تھے گھر تشریف لائے اور ایک جگہ بچھے ہوئے بستر پر بیٹھنا ہی چاہتے تھے کہ ام حبیبہ نے اُسے لپیٹ دیا۔ حضرت ابوسفیان کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی اور پوچھا۔ بیٹی کیا میں اس قابل نہیں کہ اس بستر پر بیٹھ سکوں ؟ ام حبیبہ نے جواب دیا۔ یہ رسول کریم کا بستر ہے اور آپ کفر و شرک کی وجہ سے نجس ہیں لہٰذا میں کیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بٹھا سکتی ہوں۔

حضرت ام حبیبہ رضؓ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ اسلام کے مقابلہ میں کسی کو خاطر میں نہیں لایا جاسکتا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا (حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ) اپنے شوہر کی وفات کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پرورش و پرداخت کے خیال سے کچھ عرصہ تک دوسرا

نکاح نہیں کیا۔ اس کے بعد آپ کا نکاح حضرت ابو طلحہؓ سے ہوگیا۔ جن سے ابو عمیرؓ پیدا ہوئے۔ ابو عمیر کا جب انتقال ہوگیا تو ام سلیم نے خود ان کو غسل دیا اور تجہیز و تکفین کے بعد چارپائی پر لٹا دیا۔ اس روز ابو طلحہؓ روزہ کی حالت میں تھے۔ ام سلیم نے اس ناگہاں واقعہ کی خبر اپنے شوہر کو فی الفور نہیں دی، بلکہ افطار کے لئے کھانا تیار کیا۔ رات کو جب شوہر گھر تشریف لائے اور کھانا کھا چکے تو بچہ کی حالت دریافت فرمائی۔ جواب میں ام سلیم نے صرف اتنا کہا کہ حالت پُرسکون ہے۔ حضرت انسؓ سمجھ گئے کہ بچہ کی طبیعت ٹھیک ہے۔ رات کو شوہر نے ام سلیم سے صحبت بھی کی، صبح کو جب وہ اٹھے تو ام سلیمؓ کہنے لگیں کہ مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔ حضرت ابو طلحہ نے، ہاں کہئے۔ ام سلیم عرض کرنے لگیں اگر کوئی شخص کسی کو عاریۃً کوئی چیز دیدے اور پھر وہ واپس کرنے کے لئے کہے تو واپس کر دینا چاہئے کہ نہیں۔ یہ سن کر ابو طلحہؓ کہنے لگے کہ ضرور واپس کر دینا چاہئے۔ یہ سن کر ام سلیم نے کہا کہ تمہارا لڑکا جو اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ چیز تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے واپس لے لیا۔

اس طریقۂ تفہیم سے حضرت ابو طلحہ کا غم قدرے ہلکا ہُوا اور ان سے بے صبری کا مظاہرہ نہیں ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر سارا واقعہ بیان فرمایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور ارشاد فرمایا، اللہ جل جلالہٗ تمہارے لئے اس رات میں خیر و برکت عطا فرمائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کی برکت دیکھئے کہ اس رات کے حمل سے عبداللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے۔ جس کے بطن سے نَو بچے پیدا ہوئے اور سب کو اسلام و ایمان کی نعمت کے ساتھ حقائق قرآن کا علم عطا ہُوا۔

حضرت ام سلیم نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ ہر مومن عورت کو چاہیئے کہ مصائب پر صبر کرے اور دوسروں کو صبر و استقامت کی تعلیم موقعہ اور محل کی مناسبت سے حکمت عملی کے ساتھ دیا کرے۔

حضرت صفیہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، کی حقیقی بہن تھیں۔ آپ نے بھی جنگ اُحد میں شرکت کی اور ایسی بے نظیر شجاعت کا مظاہرہ کیا کہ آپ کے جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت کو دیکھ کر وہ مسلمان جو شکستہ دل ہو کر میدان جنگ سے فرار کی سوچ رہے تھے، واپس ہو کر دوبارہ حملہ آور ہو جاتے ہیں اور آپ غیرت دلا کر میدان جنگ روانہ کرتی رہیں۔ اس کے علاوہ حضرت صفیہ کی بہادری اور دلیری کا اظہار غزوۂ خندق کے موقعہ پر بھی ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مستورات کو ایک قلعہ میں ٹھہرا دیا تھا، اور ان کی حفاظت و نگرانی کے لئے ایک صحابی حسان

بن ثابت رضی اللہ عنہ کو وہیں چھوڑا تھا، اس موقعہ کو یہودیوں نے غنیمت تصور کیا۔ کیونکہ تمام مسلمان میدان جنگ میں برسرپیکار تھے۔ چنانچہ یہودیوں نے ایک آدمی کو وہاں کے حالات معلوم کرنے کے لئے قلعہ میں بھیجا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسے کہیں سے دیکھ لیا اور قلعہ کے محافظ حسان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ شاید یہودی ہم عورتوں پر حملہ کے خیال سے کسی شخص کو جاسوسی کے لئے بھیجے ہیں، لہٰذا آپ جا کر اس کو تہ تیغ کر دیجئے۔ حسان ضعف و نقاہت کی وجہ سے یہ کام انجام نہ دے سکے تو خود حضرت صفیہ نے ایک خیمہ کی مضبوط لکڑی اپنے ہاتھ میں لی اور قلعہ کے باہر نکل کر اس کے سر پر مسلسل ضرب لگانا شروع کیا جس سے وہ جانبر نہ ہوسکا۔ اس کے بعد حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہنے لگیں کہ وہ یہودی نامحرم ہے اس لئے آپ اس کے ہتھیار اور اسلحہ اتار لائیے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی ضعیفی نے یہاں بھی ساتھ نہ دیا تو آپ دوبارہ تشریف لے گئیں اور ہتھیارات حاصل کرلیں اور اس کا سر کاٹ کر یہودیوں کے سامنے پھینک دیا۔ کچھ یہودی اس کا باہر انتظار کررہے تھے۔ جب اس کا سر ان کے سامنے گرا تو کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی سے جانتے تھے، کہ (محمدؐ) عورتوں کو بالکل تنہا نہیں چھوڑ سکتے، ضرور قلعہ میں عورتوں کی حفاظت کے لئے مرد موجود ہیں ورنہ ہمارے آدمی کا قتل نہیں ہوتا۔

حضرت اسماء بنت یزید انصاری رضی اللہ عنہا

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والدین آپ پر قربان ہوں، میں خواتین اسلام کی طرف سے قاصد بن کر آپ کی خدمت میں آئی ہوئی ہوں، بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو مرد اور عورت دونوں کے طرف نبی بنا کر بھیجا ہے، لہٰذا آپ سے عرض کرنا ہے کہ ہم عورتیں مردوں کے گھروں میں رہتی ہیں اور ان کی خدمت کیا کرتی ہیں اور ان کی اولاد کو پیٹ میں اٹھائی رہتی ہیں، اور ان کی پرورش و پرداخت کے سلسلے میں ہر طرح کی تکلیف برداشت کرتی ہیں اور اس کے باوجود بہت سے ثواب کے کاموں میں مرد ہم سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ مثلاً جمعہ میں شریک ہوتے ہیں، نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ بیماروں کی عیادت کرتے ہیں۔ جنازوں میں شریک ہوتے ہیں۔ حج پر حج کرتے ہیں، اور ان سب سے بڑھ کر جہاد کرتے ہیں اور جس وقت وہ حج یا عمرہ یا جہاد کے لئے جاتے ہیں تو ہم ان کے مالوں کی حفاظت اور بچوں کی پرورش اور گھر کی دیکھ بھال میں ہی الجھے رہتے ہیں۔ لہٰذا ثواب کے مقابلہ میں ان کی ہمسری اور برابری حاصل نہیں کرسکتے۔

حضور اکرم صلعم نے جب یہ باتیں سنیں تو صحابہ کے طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کیا تم لوگ دین کے معاملہ میں

اس عورت سے زیادہ سوال کرنے والی کسی عورت کو دیکھا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمیں اس کا خیال بھی نہ تھا کہ عورت بھی اس طرح سوچ سکتی ہے۔ اس کے بعد حضورؐ اکرم صلعم حضرت اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ غور سے سنو، جن عورتوں نے تمہیں بھیجا ہے انہیں یہ بات بتا دو کہ عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، اور اس کی رضا و خوشنودی حاصل کر لینا ہی مذکورہ تمام چیزوں کے ثواب کے برابر ہے۔

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہؓ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ بات سنی تو مسرور ہوئیں اور تمام خواتین کو یہ پیغام محمدیؐ سنایا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ تنگ دستی کی وجہ سے تول ناپ کر خرچ کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ کیونکہ ناپ تول کر زندگی گذارنے سے اللہ بھی تمہیں ناپ کر ثواب دیگا اسوقت سے اسماء بنت ابی بکرؓ نے تا دم آخر ایسا نہیں کیا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہمیشہ اپنی اولاد کو وعظ و نصیحت کیا کرتی تھیں اور مال و دولت کے سلسلہ میں فرمایا کرتی تھیں، مال و دولت اچھے کاموں میں خرچ کرنے کے لئے اور دوسرے لوگوں کی مدد میں استعمال کرنے کے لئے ہے۔ کبھی اسے ذخیرہ بنا کر نہ رکھا جائے بلکہ اس کے ذریعے سے نیکیوں کا ذخیرہ جمع کیا جائے جو آخرت میں نفع بخش ہوگا۔

حضرت خنساءؓ مشہور شاعرہ تھیں، اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچ کر مشرف باسلام ہوئیں۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق تھا کہ کسی عورت نے ان سے بہتر شعر نہیں کہا نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جنگ قادسیہ ہوئی جس میں انہوں نے اپنے چار لڑکوں سمیت شرکت کیں اور میدان جنگ میں پہنچنے سے قبل اپنے بچوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ تم نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا اور خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کی خاطر ترک وطن کیا۔ خدا کی قسم جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو۔ اسی طرح ایک باپ کی اولاد ہو کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے کافروں سے جنگ کرنے میں کتنا ثواب رکھا ہے؟ یاد رکھو یہ دنیا عارضی ہے اور چند روزہ۔ ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ جہاں میں شرکت کرو اور بے خوف و خطر دشمنوں کا مقابلہ کرو، اور اسلام کو بلند کرنے کے لئے اپنی جانیں قربان کر دو، اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کی نعمتوں سے سرفراز فرمائیگا۔ ماں کی اس بروقت نصیحت و ہدایت کا اثر بچوں پر اس قدر ہوا کہ ہر ایک نے پوری طرح شجاعت سے

مقابلہ کیا اور کئی ایک کافروں کو تہ تیغ کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے وہ بھی شہید ہو گئے۔ جس وقت ماں کو اپنے بچوں کی شہادت کی خبر پہنچی تو فرمایا' خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ان کی شہادت سے شرف بخشا مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے امید ہے' کہ کل قیامت کے دن اس کی رحمت کے سایہ میں میں بھی ان پیاروں کے ساتھ رہوں گی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپس میں ہدیہ اور تحفہ پیش کرنے سے محبت میں زیادتی ہوتی ہے۔ عہدِ نبوی میں خواتین ازواجِ مطہرات کی خدمت میں اکثر ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔ حضرت نسیبہ انصاریہؓ اس قدر غریب و مفلس تھیں کہ جہاں سے بھی آپ کی خدمت میں کوئی چیز حاصل ہوتی تو آپ اس تنگی کی حالت میں بھی ازواجِ مطہرات کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں صدقہ کی بکری آئی تو انہوں نے بکری کا گوشت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بطور ہدیہ روانہ کیا، اسی طرح بریرہ رضی اللہ عنہا بھی ازواجِ مطہرات کی خدمت میں ہدیہ روانہ کرتی تھیں۔

غرض خواتین اسلام کے عمل و کردار کے مختلف نمونے ہیں جو مسلمان عورتوں کے لئے سامانِ عبرت ہے۔

پیغمبر انسانیت کا مزاج بدلتے ہیں

دنیا کے مختلف انسانوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق زندگی کی سدھار کے طریقے سوچے اور ان پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ کسی نے کہا ساری خرابی کی جڑ یہ ہے' انسانوں کو پیٹ بھر کھانے کو نہیں ملتا۔ انہوں نے اسی مسئلہ کو اپنا مشن بنا لیا۔ کسی نے کہا تعلیم کا انتظام کیا جائے' جہالت و ناخواندگی ہی فساد کی جڑ ہے۔ بعض لوگوں نے تنظیم کو اصلاح کا ذریعہ سمجھا۔ کسی نے کہا زبان ایک و مشترک ہونی چاہئے۔ اسی میں ملک کی ترقی، قوم کی خوشحالی اور انسانیت کی خدمت ہے۔ کسی نے کہا انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ کلچر ایک ہو جائے۔

دوستو! انسانیت کے مسائل اور مشکلات کا حل نہ لباس کی یکسانی ہے' نہ زبان اور تہذیب کا اشتراک، نہ ملک و وطن کی وحدت، نہ علم و دولت، نہ تہذیب و تنظیم' نہ وسائل و ذرائع کی کثرت' ان سب میں سے کسی ایک بھی ایسی طاقت نہیں جو دنیا کو بدل دے۔ جب تک دل کی دنیا نہیں بدلتی باہر کی دنیا نہیں بدل سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر انسانیت کا مزاج بدلتے ہیں۔

(پیامِ انسانیت)

تسبیح متعارف کی ہئیت



ذیل کے مضمون میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ تسبیح کا رواج اسلامی عہد قدیم سے ہے، ذکر اللہ اور کلمات مقدسہ کے لئے اس کا استعمال شرعاً درست ہے، البتہ اس کا استعمال ریاکاری اور اظہار تقویٰ کے لئے نہ کیا جائے۔

تسبیح کا اطلاق عرف میں ڈوری میں پروئے ہوئے دانوں پر کیا جاتا ہے۔ جلال الدین سیوطیؒ رقمطراز ہیں کہ بعض اسے مذکرہ بھی کہتے ہیں، اور بعضوں نے اسکو جبل الواصل اور رابطۃ القلوب بھی کہا ہے۔

حاکم اور ترمذی نے بسیرہ بنت یاسر سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نساء المومنات علیکن بالتسبیح والتہلیل والتقدیس واعقدن بالانامل فانھن مسئولات متنطقات ولا تغفلن فتنسین الرحمہ یعنی اے ایمان والی عورتو! تم سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ اور دوسری تسبیحات کا کہنا لازم کرلو اور انگلیوں پر تسبیحات مذکورہ کو گنو، اس لئے کہ ان سے روز قیامت میں سوال ہوگا اور انہیں قوت گویائی عطا کی جائیں گی اور تم ذکرِ خداوندی سے غافل نہ رہو، اور اگر تم نے ذکر ترک کیا تو ثواب سے محروم رہو گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انگلیوں پر تسبیح کا پڑھنا افضل ہے اور اگر مروجہ تسبیح سے ذکر خداوندی کیا جائے تو بھی جائز ہے۔

ترمذی نے کنانہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ دخل علی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بین یدی اربعۃ الاف نواۃ اسبح بھا قال لقد سبحت بھذہ الا اعلمك باکثر مما سبحت فقلت بلے۔ قال قولی سبحان اللہ عدد خلقہ یعنی بی بی کنانہ رضؓ فرماتی ہیں، میرے پاس حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میرے ہاتھ میں چار ہزار گھٹلیاں تھیں جن میں ذکر الٰہی کر رہی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کے ساتھ تسبیح کرتی ہو؟ کیا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جو اس سے زیادہ بہتر ہے جس سے تم تسبیح کرتی رہو،

میں نے عرض کیا فرمائیے۔ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سبحان اللہ عدد خلقہ یعنی پاکی ہے اللہ کو اس کے مخلوق کی تعداد کے برابر کہا کرو۔

حضرت سعد بن ابی وقاص سے ابوداؤد، اور ترمذی اور ابن حبان وحاکم نے روایت کی ہے انہ دخل مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی امراۃ وبین یدیھا نوئ او حصًی تسبح بہ۔ فقال الا اخبرک بما ھو السیر علیک من ھذا او افضل الحدیث یعنی سعد فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس پہنچا۔ اس کے آگے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ عورت ان گٹھلیوں کے ذریعہ تسبیح کہتی تھی۔ حضرت رسولخدا نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز بتا دوں جو اس سے زیادہ آسان وبہتر ہے۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس طرح کی تسبیح جو رائج ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی بلکہ تسبیح وتہلیل کے اعداد وشمار کے لئے گٹھلیوں اور کنکریوں کو استعمال کیا جاتا تھا۔ ملا علی قاری نے "مرقات" میں مذکورہ حدیث کی شرح بیان کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اس کے فعل سے منع نہیں فرمایا کیونکہ تسبیح کے دانوں کے بکھرے ہوئے پائے جانے اور ڈوری میں پروئے ہوئے پائے جانے میں کوئی فرق نہیں۔

ابوداؤد نے حضرت ابونضرہؓ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے طفاوہ کے ایک شیخ نے بیان کیا ہے، تثویت اباھریرۃ بالمدینۃ فلم ارا رجلا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد تشمیرا ولا اقوم علی ضیف منہ فبینما انا عندہ یوما وھو علی سریر لہ لیس فیہ حصی اونوی واسفل منہ جاریۃ لہ سوراء وھو یسبح بھا حتی اذا انفد ما فی الکیس القاہ الیھا فجمعتہ فاعادتہ فی الکیس فرفعتہ الیہ فقال الا احدثک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں مدینہ میں حضرت ابوہریرہ کے یہاں مہمان ہوا، اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ان سے بڑھ کر کوئی مہمان نواز نہ تھا۔ میں نے ایک دن حضرت ابوہریرہ کو دیکھا کہ ایک تخت پہ بیٹھے ہوئے ہیں اور قریب ہی میں ایک تھیلی رکھی ہوئی تھی۔ جس میں گٹھلیاں یا کنکریاں بھری ہوئی تھیں۔ تخت کے نیچے ایک حبشی عورت کھڑی تھی اور حضرت ابوہریرہ ذکر الٰہی میں مشغول تھے، جب تھیلی میں گٹھلیاں ختم ہوگئیں تو آپ نے وہ خالی تھیلی اس حبشی عورت کے سامنے ڈال دی۔ اس نے پھر تھیلی میں وہ گٹھلیاں بھر کر حضرت ابوہریرہ کی خدمت میں پیش کیا اور ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ جن گٹھلیوں پہ

تسبیح پڑھا کرتے تھے وہ آپس میں رگڑتے رگڑتے ایسی ہوگئیں کہ ان میں سے بعض کا حصہ سفید ہو گیا تھا' اس سلسلہ میں ابن ابی شیبہ نے حضرت سعد کے ایک آزاد کردہ غلام سے کئی احادیث روایت کی ہے' جو اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ انگلیوں پہ شمار کرتے ہوئے ذکر الٰہی کرنا یا کنکریوں اور گٹھلیوں پہ شمار کرتے ہوئے تسبیح پڑھنا مستحب و مستحسن ہے۔ اور ان احادیث میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔

اور جبکہ بکھرے ہوئے دانوں پہ تسبیح پڑھنا جائز ہے تو ان دانوں کو پروئے ہوئے حالت میں پڑھنا بھی جائز ہے اور یہی آثار صحابہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ابو ہریرہ کے پوتے نعیم سے روایت کیا ہے "کہ میرے دادا کے پاس ایک ڈوری تھی جس میں ایک ہزار گرہیں لگی ہوئی تھی۔ جبتک وہ ان گرہوں پہ سبحان اللہ کا ذکر نہیں کر لیتے' نہیں سوتے تھے۔ اور ابن سعد طبقات میں حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بی بی فاطمہ بنت امام حسین بن علی ایک ایسی ڈوری پہ سبحان اللہ پڑھا کرتی تھیں جس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں۔

مذکورہ احادیث سے یہ ثبوت ملتا ہے' کہ گرہوں کی جگہ اگر لکڑی یا ہڈی کے دانے پرو لینے سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے' کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نعم المذکر المسبحہ یعنی اچھی یاد دلانے والی تسبیح ہے۔ اور حضرت جلال الدین سیوطی کے رسالہ منحۃ فی السبحہ میں مذکور ہے کہ اس حدیث میں سبحہ سے مراد تسبیح متعارف ہے' اور ملا علی قاری نے بھی مرقات میں باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اور ابن حجر نے لکھا ہے کہ ذکر الٰہی گٹھلیوں اور کنکریوں پر کرنے کے بارے میں صحابہ اور بعض امہات المومنین سے بہت سی روایتیں آئی ہیں اور آنحضور نے اس عمل کو کرتے ہوئے دیکھا اور منع نہیں فرمایا۔

الانتباہ فی سلاسل اولیاء میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تسبیح کی سند میں لکھتے ہیں کہ آپ کو تسبیح حضرت سید عمر عبداللہ بصری مکی کے نواسے نے دی ہے اور ان کو تسبیح ابو الحسن علی بن حسن بن قاسم صوفی سے سلسلہ وار ملی ہے' اور ابو الحسن کہتے ہیں کہ مجھ کو' ابو الحسن مالکی سے ملی ہے' اور فرمایا کہ تسبیح حضرت ابو الحسن مالکی کے ہاتھ دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ اے شیخ ابھی تک آپ ہاتھ میں تسبیح رکھے ہوئے ہیں۔ ابو الحسن مالکی نے جواباً فرمایا میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت جنید بغدادی کو اس طرح کرتے دیکھا ہے' اس کے علاوہ آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے پیر و مرشد، سری بن مفلس سقطی کو اس طرح تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے

پیرومرشد حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ کے ہاتھ میں
تسبیح دیکھا کرتا تھا۔ حضرت معروف کرخیؒ کا بیان ہے
کہ میں نے اپنے پیرومرشد حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ
علیہ کے ہاتھ میں تسبیح کو دیکھا ہے اور حضرت بشر حافی
رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے پیرومرشد
حضرت حسن بصریؒ کے ہاتھ میں اسطرح پڑھتے دیکھا ہے۔

حضرت عمرؓ سے سوال کیا گیا کہ حضرت آپ
اس قدر عظمت والے اور کثرت عبادت میں پیش پیش رہنے
کے باوجود اپنے ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں۔ تو آپ نے
فرمایا کہ یہ وہ شئے ہے جس سے ہم اپنے ابتدائی زمانہ میں
خدائے تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ
سے آخری زمانہ میں بھی اس کو ترک نہیں کیا۔ اور البتہ
میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ ذکر الٰہی دل، ہاتھ
اور زبان سے کرتا رہوں۔

سالم بن عبداللہ بن بصری مکی نے رسالہ "امداد"
میں تحریر کیا ہے کہ شیخ ابوالعباس روایت کرتے ہیں کہ
حضرت حسن بصریؒ کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ تسبیح
صحابہ کے عہد میں بھی موجود تھی۔

حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی میں لکھا ہے کہ
تسبیح عرف عام میں ایسی شئے نہیں، جو مکروہ سمجھنے کے
قابل ہو، اور "دار المنتجد" میں بھی مذکور ہے کہ :
لا باس باتخاذ السبحۃ بغیر ریاء، ریاکاری
نہ ہو تو تسبیح کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

حاصل کلام مذکورہ وضاحت سے یہ بات
معلوم ہوئی کہ ذکر اللہ (تلاوت قرآن، کلمات
مقدسہ کا ورد وغیرہ) میں کلمات کے اعداد و شمار کے لئے
تسبیح مروجہ کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن بہتر
یہی ہے کہ اپنی انگلیوں پہ ذکر الٰہی کیا جائے۔ اگر
ریا اور اپنے زہد کا پرچار کیلئے ہاتھوں میں "تسبیح" رکھی جائے
تو یہ بالکل نامناسب بات ہے۔ وما علینا الا البلاغ

نعت

از: ڈاکٹر سیّد وحید اشرف صاحب
ایم اے - پی ایچ ڈی
(مدراس یونیورسٹی)

بن کے اس فرش پہ وہ عرش کا زینہ آئے
عرش سے فرش پہ یوں شاہِ مدینہ آئے

ورطۂ بحر میں کیوں اس کا سفینہ آئے
گر اس امّت کو محبت کا قرینہ آئے

کاش یوں آئے تصوّر میں مدینے کا جمال
ہر نظارے میں نظر مجھ کو مدینہ آئے

صدقے اس پاک تقدس کے کہ پیش از پرواز
بوسہ دینے کو درِ شاہِ مدینہ آئے

دیدہ ہے روضۂ انور کی شرابِ عرفاں
پی لے زائر جسے آنکھوں سے جو پینا آئے

سنگِ در چوم کے کیوں مر نہ گیا اے زائر!
اب مزا جینے کا جب ہے کہ نہ جینا آئے

حسرتِ دید ہے اور ایک متاعِ دل ہے
کب بجھا در ہو یہ کب سوئے مدینہ آئے

کوئی دن یہ بھی خیال آیا ترے دل میں وحیدؔ
کاش ہر رات مجھے خواب مدینہ آئے

پیدا ہوئے یہ دونوں جہاں آپؐ کی خاطر
یہ ارض و سما، دورِ زماں آپؐ کی خاطر

ہے گوے زمیں فرش نشاں آپؐ کی خاطر
اور خم ہے فلک مثلِ کماں آپؐ کی خاطر

سال و مہ و روز و شب و مہر و مہ و انجم
قوسِ قزح و کاہکشاں آپؐ کی خاطر

حور و ملک و جن و بشر، روضۂ رضواں
لوح و قلم و کون و مکاں آپؐ کی خاطر

لطف و کرم و عفو و عطا، رحمتِ باری
اور کوثر و تسنیم و جناں آپؐ کی خاطر

ہے روحِ رواں تاب و تواں آپؐ کی خاطر
یہ جسم اور اس جسم میں جاں آپؐ کی خاطر

حیرت نہیں گر اس کی جگہ عرشِ بریں ہو
وہ اشک جو ہو جائے رواں آپؐ کی خاطر

دنیائے دُنی میں مرا جینا ہو کہ مرنا
جو بھی ہو بس اے مقصدِ جاں آپؐ کی خاطر

لاریب کہ وہ فکرِ دو عالم سے ہے آزاد
ہو عمر بسر جس کی یہاں آپؐ کی خاطر

ہو اک نگہِ لطف اے الطافِ سراپا
سوزاں ہے جگر دل ہے تپاں آپؐ کی خاطر

اے شاہ بُلا لیجئے اب اپنے گدا کو
بے چین ہے بیتاب ہے جاں آپؐ کی خاطر

سرتاجِ وحیدؔ اس قدمِ پاک کی ہے خاک
ہوتا ہے زمیں پہ جو رواں آپؐ کی خاطر

جولة في شهود جمال فاطر الكائنات

بقلم الباقوي ب. ك موسى كتي الكلفوي
الاستاذ بكلية دار العلوم لطيفية

اذا رأيت بناءً بديع الصّنعة وقصرا مشيدا بالرّخام الجميل او الحجارة المنقوشة زُيّن بدقائق الفنون الساحرة وعجائب الصنائع المحكمة تقول مدهشا في بديع باهر جماله ما اجمله! وما احسنه! وما احذق مهندسه! فتبصر في كل من عجيب نقوشه مهارة مهندسه ونقّاشه، وترى من جميع محكم بناءه حذاقة بانيه وحسن معرفته في فنّه، فتستدل منه انّ له صانعا حاذقا حكيما، وكذا اذا رأيت تمثالا محكم الصّنعة اوصورة جميلة تتعجب من حذاقة مصوّرها وحسن صنعته، وان لم تر ذاك الصّانع و المهندس والمصور في عمرك اصلا لكنّك تتيقن بقلبك ان لها صانعا ماهرا او مهندسا حاذقا ليس لك فيها ريبة ولا شك ولو انكره احد لحكمت بلا توقّف بخبل عقل منكره وجاحده .

فما ظنك [illegible] ان! بالسماء الّتي فوقك زيّنت بشموسها و[illegible]ها واقمارها جميلة التّنسيق بديعة التكوين بالارض التي تعيش فيها زخرفت باشجارها ونباتها و انهارها وبحارها وجبالها او بنفسك التي انت تقف امامها متحيّرا في عجيب صنعتها ومحكم بنيتها وتسوية خلقها وتقويم اعضائها، الا تنظر الى بديع صنعتها واروع فنونها وجمال تنسيقها ورونقها وضياءها؟ الا تنطق باعلى اصواتها انّ لها فاطرا حكيما وصانعا عليما ؟

فاذا كنت تنسب جاحد صانع بناءك الذي رأيت الى الخبل والجنون، فلم لا تنسب جاحد صانع السموات والارضين الى الجنون والخبل؟ بل من العجيب: انك تعده من ابناء العالم وعقلاء العصر ومفكري الزمان، هل ذاك من خبل في عقلك؟ او هل عميت بصيرتك؟ وهل ذاك الانكار لعدم رؤيتك له؟ فلم لا تنكر صانع بناءك؟ لو لم تره وانما رأيت البناء فقط، او هل تنكر كل شئ لم تره بعينك اولم تدركه حواسك؟ فان ادعيته، فقد كذبك واقعك الذي تعيش فيه، انك

تؤمن بالجاذبيّة وقوانينها وهل شاهدتها؟ كلاّ، بل رأيت آثارها وتؤمن بالعقل وهل رأيته؟ لا وانّما رأيت آثاره وانت تؤمن بالمغناطيسية وهل رأيتها؟ بل رأيت انجذاب حديه الى الحديد ومارأيت الجاذب اصلاً، وتؤمن بوجود الالكترون والنيترون وهل رأيت الكتروناً اونيتروناً؟ فانت تؤمن يافتى باشيآء عديدة لم تدركها حاستك ولكنّك تؤمن بصالرؤيتك آثارها فقط، فكذلك نقول انّ صانع السموات ومافيها ومدبرها هوالله الحكيم الخبير، نرى من آيات قدرته وآثار صنعته ولكنّا لانرى ذات الله تعالى (لاتدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير-)

"ولقد رأينا فى عصرنا هذا افراداً يجعلون عدم الرّؤية سبباً للالحاد وسمعنا كذلك دولاً تصرح بهذا كما صرحت بذلك اذاعة الاتحاد السوفياتى عقب اطلاق قمرها الصناعىّ الاول الى الفضاء-

ومن طرائف اجوبة الفطرة على مثل هذا الاتجاه نكتة يقال انها وقعت فى مدرسة ابتدائية حيث وقف معلم ابتدائى يقول لطلاب السنة الابتدائية السادسة: اترونى؟ قالوا نعم، قال فاذن انا موجود اترون اللوح؟ قالوا نعم، قال فاللّوح اذن موجود، اترون الطاولة؟ قالوا نعم، قال فالطّاولة اذن موجودة، قال: اترون الله؟ قالوا لا، قال فالله اذن غير موجود فوقف احد الطلاّب الاذكياء وقال: وترون عقل الاستاذ؟ قالوا لا، قال فعقل الاستاذ اذن غير موجود- (الله جلّ جلاله)

لوتصفحنا صفحات تواريخ الامم الغابرة لامكن لنا ان نرى امثال هؤلآء الفرق الطاغية كثيراً-

يحدث القرآن عن فرعون مصر:

"وقال فرعون يا هامان ابن لى صرحاً لعلى ابلغ الاسباب اسباب السّموات فاطلع الى اله موسى وانّى لاظنّه كاذباً وكذالك زيّن لفرعون سوء عمله وصدّ عن السّبيل-

(المؤمن ٣٦ - ٣٧)

ويحدث عن اليهود:

واذ قلتم يا موسىٰ لن نؤمن لك حتىٰ نرى الله جهرة فاخذتكم الصاعقة وانتم تنظرون-

(البقرة: ٣٣)

فقد سألوا موسىٰ اكبر من ذلك فقالوا ارنا الله جهرة فاخذتهم الصاعقة بظلمهم-

(النسآء)

فكما تؤمن بالجاذبيّة وقوانينها والمغناطيسيّة والالكترون والنيترون بدون رؤيتها بل برؤية آثارها وعلاماتها الدالّة عليها نؤمن بالله تعالى فاننا وان لم نره يمكن لنا ان نرى فى كلّ ذرّة من هذا العالم آثار قدرته الباهرة وحكمته الرائعة، ترى الشمس التى يبلغ حجمها نحو مليون ضعف لحجم ارضنا هذه تتحرّك وتجرى فى الفضاء الواسع لا يسندها شيئ ولكنّها لا تسقط الى الارض وفى كل يوم تشرق وتغرب فيحدث الليل والنهار وترى القمر يولد هلالا وينمو ليلة بعد ليلة حتى تستدير بدرا ثم يأخذ فى التناقص حتى يعود هلالا مقوسا كالعرجون القديم فلا يتصادم القمر فى سيره بالشمس بل يجرى كل على نظام بديع حسب حساب مقدر۔

فهل تظن ان هذه الاجرام الهائلة التى فى الفضاء تجرى وتتحرك بنفسها بلا محرك ولا مدبر ولا اظنّ انك تقول ذلك فانّ هذه الاجرام الغير الحيوية وغير العاقلة كيف يمكن منها هذه التدبيرات المدهشة التى يعجز عن امثالها اولوا الالباب وتقف العقول عندها متحيرا ۔ فسبحان المدبر الحكيم ۔

" ولكل نجم اوكوكب فلك ومدار لا يتجاوزه فى جريانه او دورانه والمسافات بين النجوم والكواكب مسافات هائلة، فالمسافة بين ارضنا هذه وبين الشمس تقدر بنحو ثلاث و تسعين ٩٣ مليونا من الاميال، والقمر يبعد عن الارض بنحو اربعين ومائتى ٢٤٠ مليون من الاميال وهذه المسافات على بعدها ليست شيئا يذكر حين تقاس الى بعد ما بين مجموعتنا الشمسية واقرب نجم من نجوم السماء الاخرى الينا ۔ وهو يقدر بنحو اربع سنوات ضوئيّة وسرعة الضوء تقدر بستة وثمانين ومائة ١٠٠٠٨٦ الف من الاميال فى الثانية الواحدة (اى انّ اقرب نجم الينا يبعد عنا بنحو مائة واربعة مليون مليون ميل)" ۔

(فى ظلال القرآن)

ولو عددنا آثار قدرته الباهرة وصنائعه المحكمة الرائعة لا تسع لها مجلّدات ضخمة (ولو انّ ما فى الارض من شجرة اقلام والبحر يمدّه من بعده ما نفدت كلمات الله ۔) (لقمان ۔ ٢٧)

انظر ايها الانسان الى نفسك العجيبة وتذكّر الحالة التى لم تكن موجودة فيها ثم كيف خرجت الى حيز الوجود بعد ان كنت معدوما ۔

(هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكورا ۔ (الانسان)

وتفكّر فى اسرار جسدك واسرار نفسك

فانك ايها الانسان عجيبة كبرى فى هذه الارض ولكنك تغفل عن قيمتك وعن الاسرار الكامنة فى كيانك، انك عجيبة فى تكوينك الجسمانى: فى اسرار هذا الجسد عجيبة فى تكوينك الروحى: فى اسرار هذه النفس، فترى آلاف العجائب فى ظواهرك وفى بواطنك وانت تمثل عناصر هذا الكون واسراره و خفاياه:

وتزعم انك جرم صغير، وفيك انطوى العالم الاكبر!

فلو تأملت عجائب نفسك ايها الانسان التقيت باسرار تقف عندها متحيرا، وتقول سبحان الذى اعطى كل شيئ خلقه فهدى!!

ولو تفكرت تكوين اعضاءك الظاهرية والباطنية وطريق اداء كل منها وظائفه من اجهزة الهضم والامتصاص واجهزة التنفس ودورة الدم فى القلب والعروق والجهاز العصبى وتركيبه وادارته للجسم والغدد (GLANDS) وافرازها وعلاقتها بنمو الجسد ونشاطه و انتظامه وتناسق هذه الاجهزة كلها وتعاونها وتجاوبها بحيث كل عجيبة منها تنطوى تحتها عجائب كثيرة وفى كل عضو وفى كل اجزاء عضو خارقة تحير الباب الالباء، الست تقول سبحان المدبر الخالق! ولقد صدق القائل "من عرف نفسه فقد عرف ربه" وان شئت فاقرأ معى هذه الآية بنغماتها ومدّاتها بحيث تحس فى اعماق قلبك "يا ايها الانسان ما غرّك بربّك الكريم ٥ الذى خلقك فسوّاك فعدلك ٥ فى اىّ صورة ما شاء ركبك ٥

ثم اقرأها مرة بعد اخرى لكى تتجلى لك من عذوبة الفاظها وسلاسة مبانيها جلالة باريك وتسمع من نغمات جميل فقرها باهر آيات صانعك! وتتمتع لحظة من عمرك بشهود آثار موليك فتنشد قائلا:

واطيب لذات الوجود واكمل
شهود جمال كان فى الحسن فائقا

وقال الشيخ عز الدين عبد السلام فى "حل الرموز" من فتح الله عين يقظته واستشهد خفايا سريرته علم انه لم يكن فى الكونين و لا فى العالمين من مفتقرات ذراته شيئ الا وهو مندمج فى طوايا ذاته مندرج فى خفايا صفاته وهذا اسر قوله "من عرف نفسه فقد عرف ربه" وقد ظهر من هذا الحديث ما يجب كشفه وليستحسن وصفه وهو انّ الله سبحانه وتعالى وضع هذه الروح الروحانية فى هذه الجثة الجسمانية لطيفة لاهوتية

مودعة فی کثیفة ناسوتیّة دالة علی وحدانیة
وربانیة، ووجه الاستدلال بذلك من
عشرة اوجه، الاوّل، ان هذا الهیکل الانسانی
لما کان مفتقرا الی مدبر ومحرك وهذه
الروح تدبّره وتحرّکه علمنا ان هذا العالم
لابد له من محرّك ومدبّر الثانی لما کان
مدبّر الجسد واحدا وهو الرّوح علمنا انّ مدبّر
هذا العالم واحد لا شریك له فی ملکه، قال الله
تعالی لو کان فیهما آلهة الّا الله لفسدتا، و
وقال لو کان فیهما آلهة کما یقولون اذا لابتغوا
الی ذی العرش سبیلا سبحانه وتعالی عمّا
یقولون علوّا کبیرا۔

الثالث لما کان هذا الجسد لایتحرك
الّا بارادة الرّوح وتحریکها له علمنا انه
مرید لما هو کائن فی کونه لایتحرّك متحرك
بخیر او شرّ الّا بتقدیره وارادته وقضائه۔

الرّابع لما کان لایتحرك فی الجسد شیئ الّا
بعلم الروح وشعورها به ولا یخفی علی الروح من
حرکاته وسکناته لبشیئ علمنا انّه لایعزب
عنه من مثقال ذرّة فی الارض ولا فی السماء۔

الخامس لما کان هذا الجسد لم یکن فیه
شیئ اقرب الی الروح من شیئ بل هو اقرب الی
کل شیئ فی الجسد علمنا انه قریب الی کل شیئ
لیس له شیئ اقرب الیه من شیئ ولا شیئ ابعد
الیه من شیئ لا بمعنی قرب المسافة لانّه
منزّه عن ذلك۔

السادس لما کان الروح موجودا قبل وجود
الجسد ویکون موجودا بعد فقد خلقته ما زال ولا
یزال وتقدّس عن الزّوال۔

السابع لما کان الروح فی الجسد لایعرف له
کیفیة علمنا انه مقدس عن الکیفیّة۔

الثامن لما کان الروح فی الجسد لایعلم له
اینیّة علمنا انّه تقدس عن الکیفیة والاینیّة
فلا یوصف باین ولا کیف بل الروح موجود فی
الجسد ما خلا منه شیئ فی الجسد کذلك الحق
سبحانه وتعالی موجود فی کل مکان ما خلا منه مکان
وتنزّه من المکان والزّمان۔

التاسع لما کان الروح فی الجسد لایحسّ ولا
یمس ولا یجسّ علمنا انه منزه عن الحسّ و
الجسّ واللمس والمسّ۔

العاشر انه لما کان الروح فی الجسد لایدرك
بالبصر ولا یمثل بالصّور علمنا انه لا تدرکه
الابصار ولا یمثّل بالصّور والاثار ولا یشبه
بالشموس والاقمار لیس کمثله شیئ وهو

السميع البصير. فهذا معنى قوله "من عرف نفسه فقد عرف ربه" فطوبي لمن عرف و بذنبه اعترف"۔

ولما كانت معرفة النفس من ابدع الطرائق التي يعرف بها ربها وانفس الوسائل التي يعرف الانسان بها مولاه ارشد الله تعالى في اول سورة نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم لان يتفكر الانسان في نفسه لكي يعرف ربه الذي خلقه من العلق، فقال "اقرأ بسم ربك الذي خلق، خلق الانسان من علق، اقرأ وربك الاكرم الذي علم بالقلم، علم الانسان مالم يعلم - (العلق)

فهذه اول آيات نزلت على محمد صلى الله ليه وسلم نزل بها الروح الامين عليه حين كون في غار حراء كما رواه في الصحيحين مفصلا۔

فتأمل، معرفة الانسان بنفسه و قيمته، فانها اول شاد الهمي واول نور ساطع في فجر الاسلام بعد ان كان الناس في دياجي الجهالات والطغيان فاول وسيلة يشرح بها صدرك بانوار العرفان معرفتك بنفسك لكي تعرف بها ربك الذي خلقك وسواك في احسن صورة كملك.

يقول الاستاذ سيد قطب في تفسير هذه السورة انها السورة الاولى من هذا القرآن فهي تبدأ باسم الله وتوجه رسول صلى الله عليه وسلم اول ما توجه في اول لحظة من لحظات اتصاله بالملاء الاعلى وفي اول الخطوة من خطواته في طريق الدعوة التي اختير لها توجهه الى ان يقرأ بسم الله "اقرأ باسم ربك" وتبدأ من صفات الرب بالصفة التي بها الخلق والبدء "الذي خلق" ثم تخصص: خلق الانسان ومبدأه "خلق الانسان من علق" من تلك النقطة الدموية الجامدة العالقة بالرحم من ذالك المنشاء الصغير الساذج التكوين فتدل على كرم الخالق فوق ما تدل على قدرته فمن كرمه رفع هذا العلق الى درجة الانسان الذي يعلم فيتعلم" (في ظلال القرآن)

فتأمل ايها الانسان في مبدأ خلقك، خلقك مولاك من بزرة (SPER-MATOZON) واحدة منوية حقيرة ضئيلة ليس لها قيمة وقدر وقد كنت واحدة من ثلثمائة مليون من البزيرات المنوية التي تمنى في عضوامك من ابيك، فتامل كيف سواك ربك في احسن تقويم -

وان من اروع قدرة الله تعالى ما اكتشفه العلم الحديث من طريق المكرسكوبات وهو: انّ مقدار ما يمني مرّة من ماء الرّجل فى عضو الانثى عند الوصال معصا ثلثة ملترات من المنى. ولكنّا اذا فتشنا ذالك المنىّ الذى يمنى مرة من ماء الرّجل فى عضو الانثى بالمكرسكوب يمكن لنا ان نرى فيه من البزيرات المنوية ثلثمائة مليون (300 MILLION) ذات حركة واهتزاز لها رأس بيضىّ الشكل وذنب يتحرك حركة هدبيّة وكلّ بزيرة منها فيها صالحيّة كونها انسانا !!

فاذا نزل ماء الرّجل فى فرج الانثى تبتدأ هذه الملايين من هذه البزيرات ان تسافر نحو الرحم فتدخل عنق الرحم (SERVIX UTERI) بحركاتها الهدبية وتبقى سائرة فى الرحم على معدل ستة ملمترات فى الدقيقة اخيرا الى قاعدة جسم الرحم ومن هناك الى بوق فلوبيوس (Fallopian Tube) ولكن من باهر القدرة الالهيّة ولطيف حكمة الله انّ هذه البزيرات كلها لا تكون انسانا لكنّ واحدة من هذه الثلثمائة مليون تتصل مع بويضة الانثى (OVUM) التى كانت واقفة فى بوق فلوبيوس، وتخرج واحدة من البيضة الى بوق فلوبيوس بين كل حيض من المرأة من البيض (ovary) فتكون واقفة منتظرة هناك كانها تنتظر عروسها الاتى مع اصحابه الذين يبلغ قدرهم نحو ثلثمائة ملايين لملاقاتها فاذا وصلت واحدة من هذه البزيرات مع تلك البييضة حصلت التلقيح بقدرة الله والباقى من البزيرات تفنى وتموت كانها تنتحر من الاسف الشديد فى عدم بلوغ منيتها وهدفها فى حياتها !!

فتامّل يا اخى كيف حدّد اللطيفُ الخبير النسل الانسانى هناك وتذكّر ماذا يكون حال الكرة الارضية وكيف يضيق عيشهم فيها لوولد كل انثى ثلثمائة مليون من الاولاد حين كل ولادتها !! ولكن الله دبّرها بحكمته ولطفه بعباده !

والى ذالك التلقيح الاشارة فى قوله تعالى (انّا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلناه سميعا بصيرا، انّا هديناه السبيل اما شاكرا واما كفورا) (الانسان) وكتب الاستاذ سيّد قطب: والامشاج الاخلاط- وربّما كانت هذه اشارة الى

تكوين النقطة من خليّة الذكر وبويضة الانثى بعد التلقيح وربما كانت هذه الاخلاط تعني الوارثات الكامنة في النطفة والتي يمثلونها ما يسمونه علميا" الجينات" و هي وحدات الوارثة الحاملة للصفات المميزة لجنس الانسان اولا ولصفات الجنين العائلية اخيرا۔ (في ظلال القرآن)

(يا ايها الناس ان كنتم في ريب من البعث فانا خلقناكم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلّقة وغير مخلّقة لنبيّن لكم ونقر في الارحام ما نشاء الى اجل مسمى ثم نخرجكم طفلا ثم لتبلغوا اشدكم ومنكم من يتوفّى ومنكم من يرد الى ارذل العمر لكيلا يعلم من بعد علم شيئا (الحج)

وقال تعالى افرأيتم ما تمنون ءأنتم تخلقونه ام نحن الخالقون (الواقعة)

انّ في خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار والفلك التي تجري في البحر بما ينفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحيا به الارض بعد موتها وبثّ فيها من كل دابّة وتصريف الرياح والسحاب المسخّر بين السماء والارض لآيات لقوم يعقلون ۔

وقال الامام الغزالي: فليس يخفى على من له ادنى مسكة من عقل اذا تامّل باذنى فكرة مضمون هذه الآيات وادار نظره على عجائب خلق الله في الارض والسموات وبدائع فطرة الحيوان والنبات ان هذا الامر العجيب والترتيب المحكم لا يستغني عن صانع يدبّره وفاعل يحكمه ويقدره بل تكاد فطرة النفوس تشهد بكونها مقهورة تحت تسخيره ومصرفة لمقتضى تدبيره ولذلك قال الله تعالى "افى الله شك فاطر السموات والارض" ولهذا بعث الانبياء صلوات الله عليهم لدعوة الخلق الى التوحيد ليقولوا لا اله الا الله وما امروا ان يقولوا لنا اله وللعالم اله فان ذلك كان مجبولا في فطرة عقولهم من مبدء نشوهم عنفوان شبابهم ۔ (احياء علوم الدين ج ١:)

كتب الاستاذ سعيد حوّى: اننا اذا نظرنا الى ما بين ايدينا من السماء الارض نرى انّ المطر ينهمر من سحاب وانّ الماء يحصل من شجر وانّ الشجر نبت من الماء التراب و انّ الماء ينشأ من عنصر الاكسجين والهيد روجين ولم ينشأ هذا الانسان منذ فتح عينيه على الوجود انّ حادثا حدث من غير سبب وانّ شيئا وجد من غير موجد حتى اضحى

هذا المعنى - بحكم الواقع القاهر - لايتصور العقل خلافه ولا يطمئن الى غيره - ولا يأتى الاقرار به الا عقل مريض شأن المعتوهين او عقل قاصر شأن الطفل الذى يكسر الاناء ثم يقول انه انكسر بنفسه ولذلك وجدنا ذلك العربى قد ادرك هذه السببية بفطرته النقية فنادى نداءه المشهور" البعرة تدل على البعير والاثر يدل على المسير، ليل داج و نهار ساج وسماء ذات ابراج، افلا تدل على الصانع الخبير -)

فان مما يقبله الناس قديما وحديثا انه لابد لكل حادث من محدث وكل شئ موجود لابد له من موجد وسبب ولكنهم انما اختلفوا فى تعيين السبب فمنهم مخطئ ومنهم مصيب، فمن تنورت بصيرته بنور العرفان علموا ان ذلك السبب الموجد لهذه الكائنات كلها هو الله الواحد الاحد الفرد الصمد الذى لم يلد و لم يولد ولم يكن له كفوا احد، ومنهم من ايفت مشاعره وعميت بصيرته فتاه فى متاهات الضلال والعمى فخبط خبط عشواء فزعم ان موجد الكائنات ومدبرها هو الطبيعة، فاذا قيل له من خلق السموات والارض؟ يقول الطبيعة ومن ينزل من السماء ماء؟ يقول الطبيعة، ومن خلق الحيوان والانسان؟ يقول الطبيعة، ومن يدبر هذا العالم على هذا النظام البديع؟ يقول الطبيعة -

ان هذه الشبهة التى لم تبن على اساس قد سيطرت على عقول اكثر اهل العصر ممن ينسبون الى العلم والثقافة -

وانما نقول له، انك تقول ان موجد الكائنات باسرها ومن يدبر هذه الاجرام الفلكية والحيوية والغريزية بحساب دقيق ونظام لا يحيد هى الطبيعة، فمن خلق هذه الطبيعة؟ فانه لابد لكل امر وحادث من سبب وعلة، فان قال ان هذه الطبيعة لاحاجة لها الى سبب وموجد، فانها تعمل هذه الاعمال بنفسها، فنقول له كفانا ذلك، فقد ارتفع النزاع بيننا وبينك فى الحقيقة فلا خلاف بيننا الا فى اللفظ والتسمية فانك استندت الى سبب غير مدرك فى نظام هذا العالم واننا ايضا استندنا الى سبب غير مدرك ولكنك تسمى ذلك السبب الطبيعة واننا نسميه الله، ثم انى لا اظنك انك تنكر القدرة العجيبة لذلك السبب الموجد الخبير

المدرك فلابدّ ان يكون ذاك السبب الموجد
قادرا عالما مريدا حيّا' فذلك السبب الموجد
هو الله فى لساننا' وقد سلّمت ايضا ذاك السبب
القادر. سواء سمّيته الله ام تسمية
الطّبيعة، فانّه لامشاحة فى الاصطلاح -

وان انتقل الى سبب اخر موجد للطبيعة
فنقول له : ما السّبب الموجد لذلك السّبب؟
وهكذا .... حتّى ينتهى اخيرا الى سبب موجد
لاحاجة له الى سبب آخر' فقل له انّ ذلك
السّبب نسمّيه الله' سواء سمّيته بذلك ام
سمّيت له اسما آخر فانه يمكن لكل ان يصطلح
بما اراد لما اراد ولاحرج فيه -

بقى ههنا شك! وهو انّه لو احتيج
لكل شئ وحادث من سبب وموجد فقلت
انه الله' فمن خلق الله؟ وما السبب الموجد
لله؟ فنقول هذا السؤال فى غاية الجهل
والضلالة -

فانما قلنا انّه لابد لكل شئ وحادث
من موجد وسبب ويجب ان ينتهى اخيرا
الى سبب ليس له سبب' ولايحتاج الى سبب'
قطعا للتسلسل فى وجودات الاشياء
فذلك السبب هو الله وكتب الاستاذ

سعيد الحوّى حول هذه الشبهة - !
(ويثير الناس عند الوصول الى هذه الحقيقة
السؤال التقليدى : من خلق الله ؟ وفى مفهوم
السؤال الجواب عليه' فالله خالق، وكونه
خالقا يجعلنا لانتصوّر انّه يخلق' الاترى
انّ الانسان مثلا مع كل ما اوتى من امكانات
لم يستطع ان يخلق شيئا من عدم فكيف نتصوّر
خالق هذا الكون مخلوقا -

فيقول الاستاذ البنّا - رحمه الله - مجيبا
هؤلاء الّذين يسألون هذا السؤال : اذا وضعت
كتابا فى مكتبك - ثمّ خرجت من الحجرة وعدت
اليها بعد قليل فرأيت الكتاب الذى تركته على
المكتب موضوعا فى الدرج فانّك تعتقد تماما
انّ احدا لابدّ ان يكون قد وضعه فى الدرج'
لانّك تعلم من صفات هذا الكتاب انّه لا
ينتقل بنفسه - احفظ هذه النقطة' وانتقل
معى الى نقطة اخرى' لوكان معك فى حجرة
مكتبك شخص جالس على الكرسىّ ثم خرجت
وعدتّ الى الحجرة فرأيته جالسا على البساط
مثلا فانك لاتسأل عن سبب انتقاله' و
لا تعتقد ان احدا نقله عن موضعه' لانك
تعلم من صفات هذا الشخص انه ينتقل

بنفسه ولا يحتاج الى من ينقله - احفظ
هذه النقطة الثانيه ثم اسمع ما اقول لك
لما كانت هذه المخلوقات محدثة ونحن نعلم
من طبائعها وصفاتها انها لا توجد بذاتها
بل لا بدّ لها من موجد، عرفنا ان موجدها
هو الله تبارك وتعالى، ولمّا كان كمال الالوهيّة
يقتضى عدم احتياج الاله الى غيره بل انّ
من صفاته قيامه بنفسه عرفنا انّ الله
تبارك وتعالى موجود بذاته وغير محتاج الى من
يوجده واذا وضعت النقطتين السّابقتين
الى جانب هذا الكلام اتضح لك هذا المقام
والعقل البشرى اقصر من ان يتورّط فى اكثر
من ذلك -

يا اخى! تعال معى! نجول فى جمال هذا
العالم وهذا الكون العجيب، نمشى قليلا ونرى
هذه الانجم الزّاهرة طالعةً افاق السماء
الدنيا كانها لآلئ مرصّعة فى صرح من قوارير
اما أطربك حسنها وجمالها؟ الم تر الى
بديع ترتيبها ونظامها اما تجيل فكرك حول
تلك المجموعة الشمسية فتعلم كيفية سيرها
فى افلاكها بحيث لا يتصادم احديها على الاخرى
فى جريانها اليومى -

اما تتفكر فى كبر حجمها فى الفضاء الهائل؟
بحيث لا تسقط مع كبر حجمها الى الارض -
اما تلفت نظرك الى آيات الليل والنهار؟
وتبدّل الفصول الاربعة وزيادة الليل والنهار
ونقصانهما حسب تبدّلها -
الا تسمع ما تقول هذه الانجم الزّاهرة
وهذه السّموات؟ هى تقول سبحان خالقنا؟
ثم نذهب الى سواحل تلك البحار، و
الانهار فنتمتع لحظة برؤية تلك الحيوانات
المختلفة ما بين صغير وكبير، ذوات الوان تسبح
فى المياه - ننظر الى اللآلى النفيسة المودعة
فى الاصداف فى اعماق تلك البحار الهائلة
ننظر الى تلك الحيوانات البحريّة العجيبة
العديدة الا تسمع دويّها؟ تقول سبحان بارئنا
ورازقنا -
ثم نمشى الهوينا ما بين تلك الحدائق والبساتين
والازهار الجميلة المفتحة الغضّة، ذوات
الوان حسان تتبختر وترقص فى اغصانها الجميلة
فى نسمات الصّبا، تجذب القلوب والبصائر
اليها كان فيها قوّة مغناطيسيّة جذّابة
للنواظر، ما احسن تلك الوردة المفتحة
والنرجس الغضّ! ألا تسمع اشعارها فى رقصها

فى الاغصان تقول سبحان المصور البديع!
نمشى الى تلك الطيور فى الوان بديعة
ساحرة فى حلل وارياش ارجوانية وذهبية
وقرمزية، تغدو خماصا الى ارزاقها المقدرة
لها وتروح بطانا الى اعشاشها الاتسمع
من افنان تغريدها؟ الا تطربك نغماتها
تقول: سبحان بارينا ورازقنا!!

نمشى الى تلك الحيوانات البرية و
الاهلية ما بين فيل وبقر وغنم -- ما بين
اسد ونمر وذئب وفيل.... اما تدهشك
اصواتها؟ تقول سبحان الله العظيم القدير.
وكلها تسبح الله ليلا ونهارا دائما
بلا ملل ولا فتور فى السنها المختلفة و
لغاتها الحالية.

"وان من شيئ الا يسبح بحمده و
لكن لا تفقهون تسبيحهم"
تسبح له ما فى السموات وما فى الارض"

ففى هذه الجولات تقف امام كل من هذه
الكائنات جميعها متحيرا مدهشا قائلا
سبحانك! سبحانك! ما اعظم شأنك!
واولو البصائر من عباد الله انما
يبصرون من هذه الكائنات جميعها

جمال خالقها وباريها ولم ينظروا الى هذه
الاثار الا من هذه الجهة، نظروا اليها من حيث
انها خلق الله، فاينما نظروا رأوا خلق الله العظيم
فلذلك روى عن بعضهم "ما رأيت شيئا الا و
رأيت الله فيه" فحين ما شاهد واذاق الجمال البارع
باحوالى جذبات ذاك الشهود "لا موجود الا الله"

فان كل ذرة من ذرات هذا الكون انما هى
آيات قدرة الواحد القدير، فنظروا اليها من جهة
انها آثار باريها - فقط

ولقد صدق القاضى عمر البلنكوتى! "لا ذو البصيرة
ناظر بحو الاثر بل للمؤثر بالذهول عن الاثر.
نعم! ذهلوا عن الآثار ونظروا الى مؤثرها وباريها
الذى اعطى كل شيئ خلقه فهدى، فنطقوا فى
ذاك الشهود "لا موجود الا الله"

وبالغ بعضهم حتى قال:
وَلَوْ خطرت لى فى سِواكَ ارادة
علىٰ خاطِرٍ لى قد حكمتُ بردّتى

هذا: وان القاصرين الذين ما ذاقوا حلاوة شهد
ذاك الشهود ونسبوهم الى الشرك والطغيان ولكن الله
هو مولى الهداية والتوفيق اللهم اهدنا الى سواء الصراط
واجعلنا من عبادك المرضيين لديك واغفر ذنوبنا
وانت ارحم الراحمين - آمين - والحمد لله رب العالمين.

١٣٢

منصب ولایت اور اس کے حاملین

از سیّد عطاء اللہ عرف الیاس پاشا شطاری سلیم (مولوی عالم) متعلم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

لغت میں ولی کے معنی محبّت دوستی قرب و نزدیکی اور نصرت کے ہیں۔ لغت میں اس کے دو مصدر مستعمل ہیں۔ ولایت بالفتح وِلایت بالکسر، ولایت کے معنی تصرف کرنے اور متسلط ہونے کے ہیں اور وِلایت کے معنی امارت اور قرابت کے ہیں اور بعض لوگوں کے نزدیک وَلایت اور وِلایت دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ جیسے دَلالت اور دِلالت اور یہ بھی روایت ہے کہ وِلایت مرتبۂ ربوبیت سے ہے جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے ھنالك الولایة للہ الحق اس جگہ وِلایت خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔ راغب اصفہانی نے اپنی کتاب "المفردات" میں لکھا ہے کہ اصل میں ولی والولا والتوالی ہے۔ دو یا دو سے زاید چیزیں اس طرح واقع ہوں کہ ان کے درمیان کوئی غیر جنس کی چیز حائل نہ ہو اور اس سے نزدیکی کے لئے استعارہ کیا جاتا ہے اور یہ الفاظ نزدیکی کے معنی میں بطور استعارہ استعمال ہوتے ہیں اور یہ نزدیکی و قرب مکان کی حیثیت سے ہے یا نسبت کی حیثیت سے یا دین کی حیثیت سے یا دوستی اور نصرت اور اعتقاد کی حیثیت سے۔ لفظ ولی فعیل کے وزن پر ہے اور لفظ فعیل کبھی فاعل کے معنی میں اور کبھی مفعول کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ قال اللہ سبحانہٗ اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور اور نیز فرمایا ان ولی اللہ الذی نزل الکتٰب وقال تعالیٰ فاطر السمٰوات والارض انت ولی فی الدنیا والاٰخرۃ یہ بھی بیان کیا ولی بمعنی مفعول ہو تو پھر اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ بندے کا دوست ہے جیسے وھو یتولی الصالحین یعنی وہ نیک مردوں کا دوست ہے۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس کے فعل اور اوصاف کے حوالے نہیں کر دیتا بلکہ اس کو اپنی حفاظت کی پناہ میں رکھتا ہے اور اگر فاعل کے معنی میں ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ بندہ اس کی بندگی سے بہت دوستی کرے اس کے حقوق کی رعایت میں ہمیشہ ثابت قدم رہے اور نہ غیر سے منہ پھیر لے یہاں تک کہ وہ مرید ہو اور اللہ اس کا مراد ہو۔ ان اعتبارات سے اللہ کا ولی المؤمنین ہونا اور مومن کا ولی ہونا دونوں درست ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ولایت کو دوستی کے ساتھ مخصوص کیا جائے جیسا کہ ارشاد

ہوتا ہے ویحبھم ویحبونھم یعنی اللہ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔ ولایت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ کسی بندے کو اپنی اطاعت پر قائم رہنے کی وجہ سے مرتبۂ ولایت پر فائز کرے۔ اور پاکدامنی میں رکھے تاکہ بندہ اس کی اطاعت پر قائم ہو جائے اس کی مخالفت سے پرہیز کرے اور شیطان کے قید سے خلاصی پائے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی ایک بندے کو مرتبۂ ولایت دیں تاکہ وہ اس کے ملک میں حل وعقد کا کفیل ہو، اور بند وبست اس کے اختیار میں ہو اور اسکی دعائیں مقبول ہوں۔ یہ امر مشہور ہے کہ عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں ایک مرتبہ دریائے نیل اپنی عادت کے موافق بہنے سے رُک گیا۔ زمانۂ قبل اسلام میں یہ دستور تھا کہ جب کبھی دریائے نیل بہنے سے رُک جاتا تو ایک خوبصورت کنیز کو زر و زیور سے آراستہ کر کے لوگ اس کو دریائے نیل میں ڈال دیتے تھے تب وہ جاری ہوتا تھا۔ لوگوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خبر کی کہ دریائے نیل بہنے سے رُک گیا۔ لہٰذا اب کیا کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے ایک رقعہ دریائے نیل کے نام لکھا کہ اگر تو حکم خداوند عالم سے رک گیا ہے تو فبہا، اگر تو ایک کنیز بھینٹ چڑھانے کی توقع میں رکا ہے تو عمر کہتا ہے کہ جاری ہو، اگر جاری نہ ہوا تو قسم ہے خداوند عالم کی کہ میں اتنے دُرّے ماروں گا کہ تو یاد کرے گا۔"

کتب سیر میں لکھا ہے کہ جس وقت عمرؓ کا رقعہ دریائے نیل میں ڈالا گیا وہ فوراً جاری ہو گیا۔ اس واقعہ سے ولایت کے اس معنی کی شہادت ملتی ہے جس میں ولی کو صاحب حل وعقد اور متصرف ہونے کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

ارشاد باری ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون آگاہ ہو جاؤ کہ تحقیق دوستانِ خدا پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ نیز فرمایا نحن اولیٰؤکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ یعنی ہم تمہارے دنیا اور آخرت میں دوست ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ نبی اور شہید ان پر رشک کرتے ہیں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہیں ان کی صفت بیان فرمایئے کہ ہم ان سے محبت کریں، تو فرمایا یہ وہ قوم ہے جو روح اللہ سے محبت کرتی ہے۔ بغیر مال وکسب کے ان کے چہرے نورانی ہیں، وہ نور کے منبروں پر چڑھیں گے، جب لوگ ڈریں گے، وہ نہ ڈریں گے۔ جب لوگ غمناک ہونگے وہ غمناک نہ ہوں گے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خداوند عز وجل نے فرمایا جس نے کسی ولی کو ایذا دی، اس نے مجھ سے لڑنا حلال جانا۔ آپ کی مراد اس سے یہ ہے کہ یہ وہ ولی ہیں جن کو دوستی اور مرتبۂ ولایت سے خاص کیا ہے۔ ان کو برگزیدہ کیا ہے اور ان کو اپنے فعل

کے اظہار کا نشان بنایا۔ قسم قسم کی کرامتوں سے ان کو مخصوص فرمایا۔ طبعی آفات سے ان کو محفوظ فرمایا۔ ان کو نفس اور ہوا سے محفوظ کیا تاکہ ان کی ہمت ہمیشہ بلند رہے۔ اسی وجہ سے ان کی ہمت کسی طرف نہیں ہوتی ہے۔ خدا کے سوا انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ ایسے اولیاء ہم سے پہلے بھی ہوتے رہے اور اب بھی موجود ہیں اور اس کے بعد بھی قیامت تک اولیائے اللہ ہوں گے، بلکہ ان کے وجود مبارک سے نظام عالم قائم رہیگا۔ جب ان کا وجود نہ ہوگا تو قیامت قائم ہو جائے گی۔

اولیاء اللہ خدا کی قدرت کی نشانیاں اور آیات الٰہی کی حجت ہیں۔ جو لوگ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں، جنہوں نے اپنی نفس کی متابعت کا راستہ چھوڑ دیا ہے، ان کے قدم کی برکت سے آسمان سے بارش ہوتی ہے۔ ان کی صفائی حال کی وجہ سے زمین میں نباتات پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے چار ہزار اولیاء چھپے رہتے ہیں، جو ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے اور اپنے حال کی خوبی کو نہیں جانتے۔ لیکن جو لوگ مشکلات کے حل کرنے والے اور درگاہ خدا کے کارکن ہیں، وہ صرف تین سو آدمی ہیں۔ جن کو اخیار کہتے ہیں۔ اور ان کے سوا چالیس اور ہیں۔ جن کو ابدال کہتے ہیں۔ سات اور ہیں جن کو ابرار کہتے ہیں۔ چار اور ہیں جن کو اوتاد کہتے ہیں۔ تین اور ہیں جن کو نقباء کہتے ہیں۔ ایک اور ہے جس کو قطب کہتے ہیں بعض اسی کو غوث کہتے ہیں اور یہ سب ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور کاروبار میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس امر میں اخبار صحیح اور روایتیں بے شمار ہیں۔

ابو علی جرجانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ولی وہ ہے جو اپنے حال میں فانی ہو اور مشاہدہ حق میں باقی ہو۔ اس کو اپنے وجود کی خبر نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے بغیر اسے قرار نہ ہو۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں

ولی وہ ہے جس کو خوف نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ خوف اس چیز سے ہوتا ہے جو مکروہ ہو۔ یا اس سے ڈرتا ہو، یا اس بلا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو یا کسی موجودہ محبوب سے جدا ہو جانے کا خدشہ ہو۔ ولی صاحب وقت ہوتا ہے۔ اس کے لئے کوئی وقت ایسا نہیں جس سے وہ ڈرے۔ اسی واسطے ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ تحقیق اولیاء اللہ کو نہ خوف ہے، اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ جس طرح ان کو خوف نہیں ہوتا اسی طرح امید بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح ان کو غم نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ غم کدورت وقت سے ہوتا ہے۔ جو شخص رضاء الٰہی کے تابع ہو اس کو کیونکر غم ہو سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک مرد سے فرمایا کہ تو ولی ہونا چاہتا ہے تو دنیا و عقبیٰ کے ساتھ رغبت مت کر اور خداوند عالم کی دوستی کے واسطے فارغ ہو! دنیا و آخرت کو اپنے دل میں جگہ مت دے۔ اپنے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کر۔ یہ اوصاف تجھ میں پیدا ہو جائیں گے تو تو ولی ہو جائے گا۔

حضرت بایزیدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ولی کون ہے؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا الولی ھو الصابر تحت الامر والنھی یعنی ولی وہ ہے کہ خداوند عالم کے امر و نہی کے تحت صبر کرے جس کسی کی دوستی اس کے دل میں زیادہ ہوتی ہے تو اس کا امر اس کے دل میں زیادہ مسلم ہوتا ہے اور اس کی نہی سے دور رہا کرتا ہے۔

انہیں سے ایک حکایت ہے کہ ایک مرتبہ مجھ سے کچھ آدمیوں نے کہا کہ فلاں شہر میں ایک ولی ہے۔ میں اس کی زیارت کے لئے وہاں پہنچا۔ جب میں اس کے محلہ میں گیا تو وہ اپنے گھر سے باہر آیا اور مسجد میں آکر اس نے تھوکا تو مسجد کی زمین پر پڑا اس حالت کو دیکھ کر میں نے اس کو سلام تک نہیں کیا، اور ویسے ہی واپس اپنے مکان آیا۔ میں نے کہا کہ ولی کو چاہئے کہ شریعت کی پاس داری کرے تاکہ حق تعالیٰ اس کا حال برقرار رکھے۔ اگر یہ مرد ولی ہوتا تو مسجد کی زمین پر نہ تھوکتا اور مسجد کی عزت کا لحاظ رکھتا۔ تب اس کی بزرگی صحیح ہوتی۔ پس اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ نے ارشاد فرمایا اے بایزید! وہ جو کام تو نے کیا اس کی برکتیں تجھے پہنچیں۔ دوسرے روز میں اس درجہ کو پہنچا جس کو تم دیکھ رہے ہو۔ اور میں نے سنا کہ ایک مرد حضرت ابوسعید ابوالخیر کے پاس آیا اور اس نے پہلے بایاں قدم مسجد میں رکھا۔ شیخ نے کہا اس کو ہٹا دو کیونکہ جو شخص دوست کے گھر جانے کے آداب نہیں جانتا وہ ہمارے پاس آنے کے قابل نہیں۔

حاصل کلام ولایت کے معنی میں بے پناہ وسعت ہے اور یہ عطیہ الٰہی ہے جو مخصوص بندگان خدا کو حاصل ہوتا ہے اور اس منصب کی برکتوں سے دنیا میں خیر کا سلسلہ قائم ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بہ سلسلہ صفحہ ۱۹۱ بہ پوچھا تو بتلایا۔ اس کے بعد میں نے اس کا وطن پوچھا تو اس نے کہا عراق۔ پھر میں نے سوال کیا کہ عراق میں کہاں، تو اس نے کہا کوفہ۔ میں نے اس سے پوچھا کوفہ میں ایسا کون عالم ہے جس کو کتاب اللہ کا صحیح فہم اور کامل درک حاصل ہو اور احادیث کی مکمل معرفت اور ان کے ورود کے اسباب پر گہری نظر ہو تو اس نے کہا۔ محمد بن الحسن اور ابو یوسف جو ابوحنیفہؒ کے تلامیذ ہیں۔ میں نے اس نوجوان سے کہا تم کب سفر کر رہے ہو۔ اس نے کہا انشاء اللہ کل بعد نماز صبح سفر کا آغاز ہوگا۔ اس کے بعد میں امام مالکؒ کے پاس گیا اور ان سے سفر کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے ایک صاع پنیر ایک صاع جو اور ایک صاع کھجور اور ایک پانی سے بھرا مشکیزہ عنایت فرمایا اور بقیع تک تشریف لائے اور مجھے رخصت کیا۔

امام مالکؒ سے امام شافعیؒ کی پہلی ملاقات



حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں جس وقت مکۂ مکرمہ چھوڑکر نکلا تو میری عمر چودہ سال تھی۔ اور میرے رخساروں پہ ابھی بال نہیں ابھرے تھے، میں البطح سے ذی طوی پہنچا۔ میرا لباس دو یمنی چادروں پہ مشتمل تھا۔ میں نے ایک مختصر قافلہ کو دیکھا جو وہاں اُترا ہوا تھا۔ میں نے سلام کیا تو قافلہ والوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ ان میں سے ایک صاحب آگے بڑھے اور مجھ سے کہنے لگے، آپ ہمارے ساتھ کھانے میں شامل ہو جائیے۔ میں نے بغیر کسی تکلف کے ان کی پیشکش کو قبول کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ لوگ بدوی ہیں۔ پانچوں انگلیوں سے کھانا لے رہے تھے اور ہتھیلیوں سے کھاتے تھے۔ میں بھی ان ہی کی طرح کھانے لگا تاکہ میرے کھانے پہ انگشت نمائی ہو سکے۔ دوران طعام وہ صاحب بار بار میری طرف دیکھتے رہے، پھر میں نے کوزے سے پیٹ بھر کر پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، کی۔

کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ صاحب میرے نزدیک آئے اور کہنے لگے کہ آپ غالباً مکۂ مکرمہ سے تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے کہا ہاں میں مکی ہوں اور خاندانِ قریش سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں نے پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں مکی ہوں، تو انہوں نے کہا جو آدمی لوگوں کا کھانا کھانا چاہتا ہے، وہ یہ بھی چاہیگا کہ لوگ بھی اس کا کھانا کھائے، اور یہ بات قریش میں خاص طور پہ پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ تو ان صاحب نے فرمایا یثرب مدینۃ النبی کا رہنے والا ہوں۔ میں نے پوچھا مدینے میں کون ایسا عالم ہے جس کی نظر کتاب اللہ کے نصوص پہ گہری رہے اور احادیث نبوی کی روشنی میں فتویٰ دے سکے۔ انہوں نے کہا مالک ابن انس قبیلہ اصبح کے سردار ہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ مجھے مالک تک پہنچنے کا بے حد شوق ہے، انہوں نے مجھ سے جواباً کہا اللہ تعالیٰ تمہارے شوق کو پورا کرے۔ یہ ہمارے اونٹوں میں سب سے اچھا اونٹ ہے، اس کی چال سہل ہے اور اسکی سواری آرام دہ ہے، اور ہم جملہ آٹھ آدمی ہیں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ ہو جائیے، تاکہ بآسانی امام مالک تک پہنچ سکیں۔ میں نے کہا کب سفر کروگے ان لوگوں نے کہا ابھی اس وقت کچھ ہی دیر کے بعد — اونٹوں کو تیار کیا گیا اور جس اونٹ پہ مجھے بٹھانے کا

وعدہ کیا تھا وہی مجھے سواری کے لئے دیا گیا اور سفر شروع ہوا اور میں درس و مطالعہ میں مشغول ہو گیا۔ میں نے مکہ سے مدینہ تک سولہ قرآن ختم کئے۔ مسلسل آٹھ دن کے سفر کے بعد نماز عصر کے وقت مدینہ میں داخل ہوا۔ مسجد نبوی پہنچا اور قبر انور کے قریب پہنچکر صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ پیش کیا۔ اسی مقام پر میں نے حضرت مالک ابن انس کو دیکھا کہ ایک چادر کی ازار پہنے ہوئے ہیں اور دوسری چادر اوڑھے ہوئے طالبان علم نبوت کے درمیان بیٹھے ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں کہ مجھ سے نافع نے روایت کی اور انہوں نے ابن عمر سے اور ابن عمر نے صاحب ھذا القبر سے یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ سے حضور اکرم کی قبر کی جانب اشارہ کیا امام شافعی فرماتے ہیں جب میں نے انہیں دیکھا تو میرے دل میں ان کی عظمت و رفعت قائم ہو گئی اور میں مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا اور ایک باریک کاڑی زمین سے اٹھا لی جب بھی امام مالک حدیث لکھواتے تو میں اپنے تھوک سے اپنے ہاتھ پر لکھ لیا کرتا تھا۔ مجھے اس بات کا احساس نہیں تھا کہ امام مالک میری اس حرکت کو دیکھ رہے ہیں، یہاں تک کہ جب مجلس برخواست ہوئی اور تمام حاضرین واپس ہو گئے اور میں بھی مجلس سے اُٹھ رہا تھا کہ مالک نے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کیا، میں ان کے قریب گیا۔ انہوں نے مجھے پہلے غور سے کچھ دیر دیکھا، پھر کہا کیا تم حرم شریف کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا ہاں، میں قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتا ہوں۔ امام مالک نے کہا تمہارے اندر وہ پوری صفتیں پائی جاتی ہیں لیکن میں نے تمہیں بے ادب کیوں پایا۔ میں نے جواب دیا آپ نے میری کونسی بے ادبی دیکھی ہے تو امام مالک نے فرمایا جب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک الفاظ لکھوا رہا تھا تو تم اپنے ہاتھ پر تھوک سے کھیل رہے تھے۔ میں نے کہا میرے نزدیک کاغذ نہیں تھا۔ آپ جو ارشاد فرما رہے تھے اس کو لکھ رہا تھا۔ امام مالکؒ نے میرا ہاتھ پکڑ کر دیکھا اور کہا کہ تمہارے ہاتھ پر کچھ نہیں ہے۔ میں نے کہا تھوک ہاتھ پر باقی نہیں رہتا۔ اس کے بعد میں نے شروع سے آخر تک اس مجلس میں جتنی حدیثیں سنی تھیں ایک ایک کر کے حدیث صحیح طور پر دہرائی۔ تو امام مالک کو بیحد تعجب ہوا۔ اتنے میں سورج غروب ہونے لگا اور امام مالک نماز مغرب کی ادائیگی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ نماز سے فراغت کے بعد اپنے غلام سے کہا تو اپنے سردار کا ہاتھ تھام لے اور مجھ سے کہا کہ اس کے ساتھ چلا جاؤں۔

جب میں گھر پہنچا تو ایک غلام نے مجھے کمرے میں داخل کیا اور کہا کہ قبلہ اس جانب واقع ہے پانی سے بھرا ہوا برتن عنایت کیا اور بیت الخلاء کی نشان دہی کی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر گذری نہ تھی کہ امام مالکؒ تشریف لائے اور ان کا غلام ایک طبق اٹھائے ہوئے تھا۔ اس نے زمین پر طبق رکھا۔ امام مالک نے السلام علیکم کہا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر غلام سے

فرمایا کہ ہمارے ہاتھ دھلاؤ۔ وہ غلام پانی کے برتن کی طرف لپکا اور میرا ہاتھ دھلانا چاہا۔ امام مالک نے اسے ڈانٹ کر کہا کہ کھانے کی ابتداء میں صاحب خانہ کا ہاتھ دھلایا جائے اور کھانے کے آخر میں مہمان کا ہاتھ دھلایا جائے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ امام مالک کی یہ بات مجھے پسند آئی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام مالک نے طبق کا ڈھکن دور کیا۔ اس میں دو پیالے تھے۔ ایک میں دودھ، دوسرے میں کھجور، انہوں نے بسم اللہ کہا۔ میں نے بھی بسم اللہ کہا۔ میں اور امام مالک وہ تمام کھانا کھا گئے۔ امام مالکؒ نے محسوس کیا کہ میں سیراب ہو کر نہیں کھایا تو مجھ سے فرمایا اے ابو عبداللہ میں فقیر آدمی ہوں میرے پاس مال نہیں ہے۔ جس قدر ممکن تھا میں نے اہتمام کیا۔ اس پر میں نے کہا جس نے نیکی کی اسے عذر پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ عذر تو اس کو کرنا چاہیئے جس نے برائی کی ہو۔ اس کے بعد امام مالکؒ اہل مکہ کے متعلق مجھ سے دریافت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ عشاء کا وقت آگیا۔ پھر کہا مسافر کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اپنے نفس کو آرام دے۔ امام شافعی فرماتے ہیں اس دلچسپ گفتگو کے بعد میں آرام کے لئے اپنے حجرے میں چلا گیا اور رات کے آخری حصہ میں امام مالکؒ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھ سے کہا الصلوٰۃ یرحمک اللہ میں نے دیکھا کہ وہ میرے لئے پانی کا برتن لئے ہوئے کھڑے ہیں تاکہ میں وضو کر لوں۔ مجھے یہ منظر دیکھ کر بڑی ندامت ہوئی اور ان کے اخلاق اور خلوص و محبت کو دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا۔ تو آپ نے فرمایا اس میں تعجب کی کیا بات ہے،

مہمان کی خدمت فرض ہے۔ اس کے بعد میں نماز کے لئے تیار ہوا اور مالک بن انس کے ساتھ مسجد نبوی کو پہنچا اور نماز فجر ادا کی۔ اندھیرا تھا ایک دوسرے کو پہچاننا مشکل تھا ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے مصلی پر بیٹھا ہوا تھا یہاں تک کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سورج طلوع ہوا۔ پھر امام مالک کل کی مجلس میں جہاں بیٹھے تھے وہیں تشریف فرما ہوئے۔ اور مجھے کتاب مؤطا عنایت فرمائی تاکہ میں لوگوں پر پڑھوں اور لکھواؤں، چنانچہ میں نے شروع سے آخر تک پڑھ ڈالی۔ اسی پڑھنے میں مجھے پوری مؤطا حفظ ہو گئی۔ میں تقریباً آٹھ مہینے امام مالک کا مہمان رہا۔ ہم دونوں کے درمیان ایسی محبت و الفت قائم ہو گئی کہ لوگوں کو یہ امتیاز کرنا مشکل ہو گیا کہ میں ان کا مہمان ہوں۔ مصر سے ایک جماعت حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ پہنچی تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو سکے۔ وہ لوگ امام مالکؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور حدیث سننے کی خواہش ظاہر کی تو امام مالکؒ نے یہ خدمت بھی مجھے سونپ دی۔ چنانچہ میں نے اپنی یاد سے ان کو مؤطا لکھوائی۔ ان لوگوں میں عبداللہ بن حکم اور اشہب اور ابن قاسم بھی تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں اس واقعہ کے چند روز بعد پھر ایک عرب وفد اپنے نبی کی زیارت کے لئے مدینہ آ پہنچا۔ میں نے قبر اور منبر کے درمیان عمدہ لباس پہنے ہوئے ایک خوب رو نوجوان کو دیکھا جو نماز بہت اچھی طرح ادا کر رہا تھا۔ میں نے اس کے اندر خیر کی علامتیں پائی تو اس کا نام

(بقیہ بر صفحہ ۱۸۸ ملاحظہ ہو)

اسلامی نقطۂ نظر سے لباس کا مسئلہ

از
سید منیر محی الدین
نندلوری
(مولوی فاضل)
سال دوم متعلم دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

لباس کا استعمال انسان کی طبیعت میں داخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر بھیجے گئے تو آپ نے شرم و حیا کے فطری جذبات سے متأثر ہو کر اپنے بدن کے خاص حصوں کو درخت کے پتّوں سے چھپا لیا اور انسانی تاریخ کے کسی دور میں بھی مہذب اور متمدن قوموں نے جسم کے مخصوص حصوں کو بے ستر نہیں رکھا۔ اسلام دین فطرت ہے اور وہ زندگی کے ہر شعبہ میں آسانی اور سادگی اور فطرت سے قریب امور کو پسند کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے متبعین کے لئے کوئی مخصوص لباس مقرر نہیں کیا چنانچہ حضور اکرمؐ اور صحابۂ کرام نے ظہور اسلام کے بعد وہی لباس قائم رکھا جو اسلام سے پہلے عرب سوسائٹی میں رائج اور مستعمل رہا۔ اور اسی قدیم لباس کو اسی حیثیت سے تسلیم کیا۔ البتہ شرعی نقطۂ نظر سے لباس کے مسئلہ میں اسلام نے چند اصول مقرر کئے ہیں، جن کی پابندی ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

اسلام نے لباس کے مسئلہ میں ستر کو غیر معمولی اہمیت دی ہے مسلمان مرد اور عورت خواہ وہ کسی ملک کے رہنے والے ہوں، ان کے لئے ضروری ہے کہ جسم کے ان حصوں کو چھپائے رکھے جن کے کھلے رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ مرد کے لئے ناف اور گھٹنوں کے درمیان کا حصہ پوشیدہ رکھنا فرض قرار پایا گیا اور عورت کے لئے چہرہ[1]، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ سارے بدن کو چھپائے رکھنا فرض قرار دیا گیا۔

اس کے ساتھ لباس میں سادگی اور خوبصورتی و زیبائش کی اجازت دی گئی لیکن ایسے لباس استعمال کرنے کی ممانعت کی گئی جن سے فخر و غرور کا اظہار ہو سکے، یا دوسروں پر اپنی شان و ترفع اور تکبّر کے لئے زمین پر لٹکے ہوئے لباس استعمال کریں۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثوں میں ازار اور تہ بند کو نصف ٹخنہ سے نیچے اتارنے کے لئے منع کیا گیا۔ ان تمام باتوں کے علاوہ اسلام نے لباس کے مسئلہ میں سب سے اہم چیز جو ملحوظ رکھی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے ملک کے رائج شدہ لباس استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ کسی ایک ایسی چیز کا اس میں اضافہ کر لیں جس سے

۱؎ لیکن موجودہ زمانہ کی اخلاقی حالت کے پیش نظر عورتیں چہرہ بھی چھپائے رکھنا چاہیے۔ کیونکہ چہرہ کا کھلا رہنا محل فتنہ ہے۔ ۱۲

ان کے مسلمان ہونے کی حیثیت نمایاں ہوسکے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرمؐ اور صحابۂ کرامؓ کا وہی لباس رہا جو عرب سوسائٹی استعمال کرتی تھی، لیکن مشرکین عرب سے ممتاز رہنے کے لئے اپنے سروں پہ ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھ لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ابو داؤد کی حدیث ہے فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس ہمارے اور مشرکین کے درمیان مابہ الامتیاز چیز یہی ٹوپی پہ عمامہ باندھنا ہے۔

اسی طرح ان پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور خصوصاً کسی مذہبی فرقہ سے مشابہت (مثلاً زنار، صلیب تصاویر وغیرہ) نہ پیدا کرتے ہوئے جو بھی لباس جس ملک میں رائج ہو اس کا استعمال کرنا مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔

ایک مرتبہ حضور اکرمؐ نے حریم اسدؓ کے بارے میں فرمایا کہ ان میں بہت سی خوبیاں ہیں اور وہ بہت ہی دیندار اور اچھے ہیں۔ مگر ان میں دو نقص ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کے سر کے بال بہت لمبے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کی ازار ٹخنوں سے نیچے ہیں۔ جب یہ خبر حضرت حریم رضی اللہ عنہ کو پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں ایسا ارشاد فرمایا ہے تو فوراً اپنے سر کے بال کاٹ کر دونوں کانوں تک رکھا اور ازار کو اونچا کر کے ٹخنوں کے اوپر رکھا۔

اسلام نے ریشمی لباس کے پہننے کو بھی سختی کے ساتھ ممنوع قرار دیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے آپ نے فرمایا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لبس الحریرۃ فی الدنیا لم یلبسہ فی الآخرۃ (رواہ البخاری والمسلم) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو دنیا میں ریشمی کپڑا پہنے گا وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم رہے گا۔

ایک اور حدیث میں مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کرتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ نے مجھے یہ کیوں روانہ فرمایا تو اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا:

انی لم ابعثھا الیک لتلبسھا وانما بعثت بھا الیک لتنتفع بثمنھا (رواہ البخاری والمسلم)

بیشک میں نے تمہارے پاس ریشمی کرتہ اس واسطے نہیں بھیجا کہ تم اس کو پہنیں بلکہ اس لئے روانہ کیا گیا کہ تم اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے فائدہ حاصل کریں۔ مذکورہ حدیث سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ ریشمی لباس مرد کے لئے حرام ہے اور اس کی تجارت کرنا جائز ہے۔

ریشم کے استعمال میں فخر و مباہات اور تکبر و ترفع کا جذبہ پیدا ہونا بہت ممکن ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام نے مردوں کو اس کے استعمال سے منع کیا۔ ریشمی لباس کا دوسرا رخ زیب و زینت، زیبائش و آرائش اور نسوانیت سے متعلق ہے۔ جس کی وجہ سے عورتوں کو اس کے استعمال سے منع نہیں کیا جیسا کہ ابو داؤد میں ہے احل الذھب والحریر للاناث من امتی وحرم علی ذکورھا۔

سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں کے لئے حرام ہے لیکن مردوں کو بھی بوقت ضرورت ریشم استعمال کرنے کی اجازت دی گئی، جیسا حضرت انس فرماتے ہیں۔ حضور اکرم نے عبدالرحمن بن عوف و حضرت زبیر کو خارش کی وجہ سے ریشم کی قمیص پہننے کے لئے حکم دیا۔ اسی حدیث سے اکثر فقہاء نے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ خارش کے علاوہ دوسری بیماریوں میں بھی ریشم کا استعمال مباح ہے مثلاً جوؤں، آنکھوں میں درد اور ایسی بیماری جس میں کھردرا کپڑا پہننے سے آرام ملتا ہو اور سردی سے محفوظ رہنے کے لئے وغیرہ۔

مرض و بیماری کے علاوہ جنگ کے موقع پر بھی مردوں کو اس کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے جیسا کہ امام شعبی فرماتے ہیں، حضور اکرم نے جنگ میں ریشم پہننے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔

شریعت نے عورتوں کو ہاتھ، پاؤں اور چہرہ کے سوا بدن کے تمام حصوں کو ڈھانپنے کا حکم دیا اور دوسروں پر اپنی زینت ظاہر کرنے کو سختی سے منع کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ واقمن الصلوٰة واٰتین الزکوٰة واطعن اللہ ورسوله انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا۔ اور وہ اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور دور جاہلیت کی سج دھج دکھاتی نہ پھرو، نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو، اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، اللہ تو چاہتا ہے کہ تم اہل بیت پر سے گندگی دور کرے اور تمہیں پاکیزگی عطا فرمائے۔

مذکورہ آیت میں الجاهلية الاولیٰ سے مراد، اسلام سے پہلے کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں عورتیں اتراتی ہوئی کھلے بازاروں میں نکلا کرتی تھیں، اپنی زیب و زینت اور محاسن کا اظہار کیا کرتی تھیں تاکہ غیر مرد کی نگاہیں ان کی طرف مرکوز رہیں اور لباس اس وضع کا استعمال کیا کرتی تھیں کہ جن سے جسم کے اعضا اچھی طرح نہ ڈھکیں۔

قل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن (النور) اے نبی مومن عورتوں سے کہدو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود ظاہر ہوئے، اور وہ اپنی سینوں کو اوڑھنیوں کی مار لیا کریں۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ مؤمنات کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو غیر محرم مردوں کو دیکھنے سے بچائے رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی زیب و زینت کا بازاروں اور محفلوں میں اظہار نہ کریں اور اپنے سینوں کو اوڑھنیوں سے محفوظ کر لیا کریں۔

اور عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ تاکید کی گئی ہے۔ وہ ایسا لباس نہ استعمال کریں جس سے ان کا جسم کا حصہ نظر آنے لگے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ

اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئیں، اور وہ اپنے بدن پر باریک کپڑے زیب تن کی ہوئی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور فرمایا کہ اسماءؓ جب عورت سن بلوغت کو پہنچے تو اسے بدن کا دکھانا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ بی بی حفظہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس باریک اوڑھنی اوڑھے ہوئے آئیں۔ تو حضرت عائشہ رضی نے اس اوڑھنی کو پھاڑ ڈالا اور آپ کو ایک گاڑھی اوڑھنی پہنائی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کی بڑی مذمت فرمائی جو لباس پہن کر بھی ننگی نظر آتی ہوں۔ اور ایسی عورتوں کو جنت سے محرومی کی وعید بھی سنائی ہے، جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی رہیں اور دوسروں کو الجھائیں، خود دوسروں پر ریجھیں اور بختی اونٹنیوں کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں، وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی، اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو کپڑے پہن کر بھی ننگی کی ننگی ہی رہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا، اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے نہ پہناؤ جو جسم پر اس طرح چست ہوں کہ سارے جسم کی ہیئت نمایاں ہو جائے۔

مذہب اسلام عورتوں کو بے پردگی، برہنہ لباس اور اپنے جسم کی نمائش اور اپنی آواز کو دوسرے غیر مردوں پر ظاہر کرنے سے باز رکھتے ہوئے یہ سکھاتا ہے کہ عورتیں مردوں کے لباس سے پرہیز کریں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد بننے والی عورت یعنی جو عورت مردوں کا لباس پہنے لعنت فرمائی ہے، اور مردوں کے لئے بھی ایسے لباس کی ممانعت کی گئی ہے جس سے زنانہ پن ظاہر ہوتا ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس مبارک زینت بخش تھا اور آپ کا لباس تقویٰ و پرہیزگاری کا جیتا جاگتا نمونہ تھا اور آپ کے لباس مبارک میں ضروریات کو ملحوظ رکھا گیا تھا اور آپ کے لباس مبارک میں اخلاقی اصولوں کی پابندی رکھی گئی تھی اور آپ کا لباس ذوق سلیم کا مظہر تھا۔ سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو کبر وریا اور ٹھاٹ باٹ والے لباس سے سخت نفرت تھی۔ آپ کے لباس میں موسمی تحفظ، ستر پوشی، سادگی نظافت و نفاست اور وقار کا خاص لحاظ رکھا گیا تھا۔ آپ کو کرتا (قمیص) بہت پسند تھا۔ اس کے آستین نہ زیادہ تنگ اور نہ ہی زیادہ ڈھیلے تھے۔ بلکہ اس میں اعتدال کو ملحوظ رکھا گیا تھا۔ آپ ہمیشہ تہبند (لنگی) استعمال فرمایا کرتے تھے جو ناف سے ذرا نیچے اور ٹخنوں سے کچھ اونچی ہوتی تھی۔ سر مبارک پر عمامہ باندھنا آپ کو بہت ہی محبوب و مرغوب تھا۔

آپ کا عمامہ مبارک نہ زیادہ بھاری بھر کم ہوتا تھا اور نہ ہی چھوٹا بلکہ معتدل تھا۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اس کی لانبائی سات گز کی تھی۔ اکثر اس کا رنگ سفید ہوتا تھا اور فتح مکہ کے موقع پہ آپ نے سیاہ عمامہ بھی استعمال فرمایا تھا عمامہ کے علاوہ بھی آپ کبھی خالی ٹوپی بھی پہنتے تھے۔

آپ کے اوڑھنے کی چادر چار گز لمبی اور سوا دو گز چوڑی تھی۔ کبھی کبھی آپ اس چادر کو لپیٹ بھی لیا کرتے تھے۔ آپ کو کپڑوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ رنگ سفید رنگ تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ حق یہ ہے کہ تمہارے لئے مسجدوں میں اور قبروں میں بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے کے لئے بہترین لباس سفید لباس ہے سفید لباس پہنا کرو اور سفید کپڑے سے اپنے مردوں کو کفن دو۔ کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہے۔ آپ کو سفید رنگ کے علاوہ ہرا رنگ بھی پسند تھا۔

حاصل تحریر مذکورہ توضیح سے یہ حقیقت واضح ہو چکی کہ اسلام۔ نے اپنے متبعین کو کس قسم کے لباس میں دیکھنا چاہتا ہے۔

وَمَا علینا الّا البلاغ



ہفتہ کے سات دنوں میں جمعہ کو خصوصیت کے ساتھ فضیلت اور بزرگی حاصل ہے۔ جمعہ عید المومنین ہے۔ جس میں ساری دنیا کے مسلمان بچے، جوان، بوڑھے، غرض ہر طبقہ کے افراد نہا دھو کر پاک و صاف لباس میں ملبوس ہو کر مساجد جاتے ہیں اور نمازِ جمعہ ادا کرتے ہیں۔

جمعہ کے دن کو ایام جاہلیت میں عروبہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ظہور اسلام کے بعد اس دن کو عروبہ کے بجائے جمعہ کہا جانے لگا۔ حضورؐ اکرم ہجرت کے موقع پہ ۱۲ ربیع الاول ۱ہجری کو بنو سالم کے گھروں کے قریب اقامت پذیر ہوئے اور اس مقام پہ آپؐ نے سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ اسلام میں یہ سب سے پہلا جمعہ تھا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ لفظ جمعہ جمع سے مشتق ہے۔ وجہ اشتقاق یہ ہے کہ اس دن مسلمان بڑی بڑی مساجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی وجہ ہے کہ اُسی دن تمام مخلوق کامل ہوئی۔ چھ دن میں ساری کائنات بنائی گئی۔ چھٹا دن جمعہ کا ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔ اسی دن جنت میں بسائے گئے، اور اسی دن وہاں سے نکالے گئے۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت بندۂ مومن اللہ تعالیٰ سے جو طلب کرے رب تعالیٰ اسے عنایت فرماتا ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔ ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا جانتے ہو، جمعہ کا دن کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے۔ آپؐ نے فرمایا، اسی دن تیرے ماں باپ (یعنی آدمؑ و حوّاؑ) کو اللہ تعالیٰ نے جمع کیا جبکہ وہ آسمان سے علیحدہ علیحدہ اتارے گئے تھے تو جمعہ ہی کے دن دنیا میں ایک دوسرے سے ملے۔

پہلے اسے یوم العروبہ کہا جاتا تھا۔ پہلی امتوں کو بھی ہر ساعت دن میں ایک دن دیا گیا تھا لیکن جمعہ کی ہدایت انہیں نہ ہوئی۔ یہودیوں نے ہفتہ کو پسند کیا جس میں مخلوق کی پیدائش شروع بھی نہ ہوئی تھی۔ نصاریٰ نے اتوار اختیار کیا جس میں مخلوق کی پیدائش کی ابتداء ہوئی ہے اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جمعہ پسند کیا جس دن میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پورا کیا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو نمازِ جمعہ کی ترغیب دلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: یاایہا

الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ و ذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ہ اے ایمان والو! جب جمعہ کی نماز کے لئے اذاں کہی جائے تو تم اللہ کی یاد یعنی نماز وخطبہ کی طرف فوراً چل پڑو، خرید وفروخت اور اس طرح کے دوسرے مشاغل جو چلنے سے مانع ہوں چھوڑ دیا کرو، یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ جمعہ کی اس اذاں کے بعد خرید وفروخت کا معاملہ بالکل موقوف کیا جائے۔

صاحب ابن کثیر فرماتے ہیں' مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو جمعہ کے دن اپنی عبادت کے لئے جمع ہونے کا حکم دے رہا ہے سعی سے مراد یہاں دوڑنا نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ یعنی نماز کے لئے قصد کرنا ہے اور کام کاج چھوڑ کر نماز کی طرف جانے کی کوشش کرنا ہے جیسا کہ اس آیت میں سعی کے معنی کوشش ہے ومن اراد الاخرۃ وسعیٰ لھا سعیھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ' فرماتے ہیں' یہاں سعی سے مراد نماز کے لئے دوڑ کر آنا نہیں ہے' بلکہ دل اور نیت اور خشوع وخضوع مراد ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں سعی سے مراد دل اور اپنے عمل سے کوشش کرنا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے فلما بلغ معہ السعی۔

جمعہ کی نماز کے لئے غسل کرنا چاہئے۔ بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ جب تم میں سے جمعہ کی نماز کے لئے جانے کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ وہ غسل کرے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ آدمی پہ واجب ہے۔

سنن اربعہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرے اور امام سے قریب ہو کر بیٹھے اور خطبہ کو کان لگا کر سنے تو اسے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیام کا ثواب ملے گا۔

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پہ یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے ہر آدمی اپنے روزمرہ کے محنتی لباس کے علاوہ دو کپڑے اور زیادہ خرید کر جمعہ کیلئے مخصوص کر رکھیں تو اس میں کیا تکلیف کی بات ہے۔ حضورؐ نے یہ اس وقت فرمایا جبکہ لوگوں کے جسم پہ وہی استعمال شدہ لباس تھا۔ اس آیت میں جس اذاں کا ذکر ہے اس سے مراد وہ اذاں ہے جو امام کے منبر پہ بیٹھ جانے کے بعد ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہی ایک اذاں تھی۔ جب آپ گھر سے تشریف لا کر منبر پہ بیٹھ جاتے تو آپ کے سامنے اذاں ہوتی۔ موجودہ زمانہ میں منبر پہ خطیب بیٹھنے سے پہلے جو اذاں دی جا رہی ہے' وہ حضور اکرمؐ کے زمانہ میں نہ تھی بلکہ اسے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صرف لوگوں کی کثرت کو دیکھ کر دوسری اذاں کو جاری کیا۔

چنانچہ آپ کے زمانے میں "زوراء" جو مسجد نبوی سے قریب ایک بلند مقام تھا اس پہ یہ اذان دی جاتی تھی تاکہ آواز چاروں طرف پھیل جائے اور لوگ فوری طور پہ اپنی تجارت اور دوسرے تمام معاملات کو روکتے ہوئے مسجد چلے آئیں۔

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ اذان صرف ایک ہی تھی، جب امام آتا تھا اس کے بعد صرف تکبیر ہوتی ہے۔ جب نماز کھڑی ہو جاتی ہے۔ اسی اذان کے وقت خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلی اذان کا حکم صرف اس لئے دیا تھا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔

عراک بن مالک رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر واپسی کے وقت مسجد کے دروازے پہ کھڑے ہو جاتے اور یہ دعا پڑھتے اللھم انی اجبت دعوتك وصليت فريضتك وانتشرت كما امرتني فارزقني من فضلك وانت خير الرازقين یعنی اے اللہ میں نے تیری آواز پہ حاضری دی اور تیری فرض کردہ نماز ادا کی پھر تیرے حکم کے مطابق اس مجمع سے اٹھ آیا، اب تو مجھے اپنا فضل نصیب فرما تو سب سے بہتر روزی رساں ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جمعہ اور یوم جمعہ کے بیشمار فضائل و برکات ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تبارک و تعالیٰ ہر جمعہ کو تین لاکھ گنہگاروں کو دوزخ کے عذاب سے نجات دیتا ہے اور جہنم ہر روز دوپہر کے وقت گرم کی جاتی ہے۔ مگر جمعہ کے دن گرم نہیں کی جاتی

اور جو مسلمان جمعہ کے دن ایمان و اسلام کے ساتھ انتقال کر جاتا ہے تو وہ شہید کے برابر ثواب پاتا ہے و نیز ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص خطبہ کو باادب بیٹھ کر سنتا ہے اس کے آٹھ دن کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ حضرت ابو لبابہؓ بدوی سے مروی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمام دنوں کا سردار جمعہ ہے، باعتبار بزرگی کے تمام ایام میں جمعہ کا دن ہی ہے اور عید الفطر و بقر عید کے دنوں سے بھی جمعہ کا دن زیادہ بزرگی والا ہے۔

سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ کی پابندی سے متعلق سخت تاکید فرمائی ہے اور نیز تارک جمعہ کے بارے میں آپ کی سخت ترین وعید آئی ہوئی ہے۔ کہ جس شخص نے اگر تین جمعہ پے در پے نماز جمعہ کو ترک کر دیا گویا کہ اس نے اسلام سے منہ پھیر لیا اور اس کا دل زنگ آلود ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگوں کو چاہیئے کہ وہ جماعت چھوڑنے سے پرہیز کریں، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پہ مہر لگا دیگا اور وہ بالکل غفلت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا جمعہ میں، ایک ایسی ساعت مقرر کی گئی ہے جس میں ہر بندہ کی دعا شرف قبولیت کو پہنچ جاتی ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو چیز طلب کرے، وہ اسے دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں علم و عمل سے مستفیض فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلینؐ



پیشکش :- سیّد توفیق حسینی گوگی شریف
متعلم
دارالعُلوم لطیفیہ مکان حضرتؒ قطبِ ویلور

بیٹے کے لئے باپ کا عطیہ اس سے بہتر نہیں کہ وہ اسے اچھی تعلیم و تربیت دے، جو طلبِ علم کے لئے نکلا وہ اللہ کے راستہ پہ ہے۔ ——— (حضرت رسول اکرمؐ)

لعنت ہے شراب کے نچوڑنے والے پہ، پینے والے پہ، اٹھانے والے پہ، جسے اٹھا کر دی گئی اس پہ، پلانے والے پہ، اس کی قیمت کھانے والے پہ، اس کے خریدنے والے پہ، اور جس کے لئے خریدی جائے اس پہ ——— (حضرت رسول اکرمؐ)

علم بغیر پرہیزگاری کے موزوں نہیں ——— (حضرت عمر فاروقؓ)

وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے ضائع ہونے والا ہے۔ (حضرت عثمانؓ)

وہ مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے ضائع ہونیوالی ہے۔ (حضرت عثمانؓ)

خودستائی بہت بڑی حماقت ہے اور علم سب سے بڑا رہنما ہے۔ (حضرت مولا علیؓ)

عالم جاہل کی قدر پہچانتا ہے کیونکہ وہ پہلے جاہل تھا، اور جاہل عالم کی قدر نہیں سمجھتا کیونکہ وہ پہلے عالم نہ تھا ——— (حضرت علیؓ)

مہمان کیلئے زیادہ خرچ کرنا اسراف نہیں ... ... (حضرۃ عائشہؓ)

جسم بیمار ہوتا ہے تو درد و کرب میں مبتلا ہوتا ہے اور کھانے پینے میں لذت معلوم نہیں ہوتی اسی طرح دلوں کی بیماری گناہ ہے جس سے گناہگار روح کو عبادت کی حلاوت و لذت نہیں محسوس ہوتی (ذوالنون مصری)

ایمان کیلئے اسطرح جد و جہد کرو جیسے لوگ اپنی دنیا کیلئے جد و جہد کیا کرتے ہیں (حضرت داؤد طائیؒ)

جو زبان قابو میں نہ رکھے گا وہ پشیمان ہوگا ...... (حضرت امام جعفر صادقؓ)

خدا کے ساتھ نیک گمان رکھو۔ یہ سب گمانوں سے بہتر و خوشتر گمان ہے ——— حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؓ

ہر نیک عمل کے وقت یہ سمجھو کہ شاید یہ آخری عمل ہے۔ (حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ)

بزرگی بغیر علم کے موزوں نہیں ——— (حضرت عمر فاروقؓ)

اگر سچی عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو حق پرستی اختیار کرو۔ (حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ)

جو شخص اپنی اصلاح نہیں کرسکتا وہ دوسروں کی اصلاح میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ (امام رازیؒ)

ذلت کی دس سال کی زندگی سے ایک ساعت کی باعظمت زندگی بہتر ہے۔ (امام رازیؒ)

جب تمہاری آنکھیں اشکبار ہوں اور جب دل بے قرار ہو، تو حق تعالیٰ سے دعا مانگو اسوقت کی دعا قبول ہوتی ہے (خواجہ فضیل بن عیاضؒ)

جس شخص کو علم نے بھی گناہوں سے باز نہ رکھا اس سے زیادہ زیاں کار اور کوئی نہ ہوگا ——— (حضرت ابو حنیفہؒ)

جس کو محبت و فقر عطا کئے جاتے ہیں، اسے وحشت نہیں دی جاتی کہ وہ اس پہ فریفتہ ہوجائے۔ (حضرت خواجہ غریب نوازؒ)

اہل محبت وہ لوگ ہیں جو صرف خدا کی بات سنتے ہیں۔ ——— (حضرت خواجہ غریب نوازؒ)

دنیا کی ہر لذت فانی ہے اس لئے ابدی راحتوں کو تلاش کرو۔ (حضرت امام غزالیؒ)

دوسروں کے اعمال پر احتساب کرنے سے پہلے اپنے اعمال پر احتساب کرو۔ ——— ...... (حضرت امام غزالیؒ)